کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاوی کا مجموعہ

فتاوی علیمیہ

1

محقق عصر تاج الفقہا مفتی

محمد اختر حسین قادری

شبیر برادرز

کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاوی کا مجموعہ

العطایا الالھیہ
فی
الفتاوی العلیمیة

1

معروف بہ

فتاوی علیمیہ

جلد 1 کی فہرست صفحہ نمبر 78 پر ہے

مصنف

محقق عصر تاج الفقہا مفتی محمد اختر حسین قادری

استاذ فقہ و معقولات و صدر شعبہ افتاء دار العلوم علیمیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فتاویٰ اعلیمیہ

مصنف	محمد اختر حسین قادری
باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	فروری
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، ومر
طباعت	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

هو القادر

تنبیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست

کلمات تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) بے شمار سوغات حمد وثنا حاضر ہے منعم حقیقی اللہ جل مجدہ کی بارگاہ بے نیاز میں، جس نے خدمت خفقہ کی توفیق بخشی۔

(۲) بے حساب درود وسلام پیش ہے رحمت عالم معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر انوار میں جن کے صدقہ میں علم دین اور فقہ اسلامی کی اشاعت مقدر ہوئی۔

(۳) کروڑوں کلمات تشکر نذر ہیں اساطین امت اور اولیائے ملت کی خدمت میں جن کی جد و جہد سے لا تعداد قلوب داذہان کو ایمان وعقیدہ اور علم وعمل کی عظیم دولت نصیب ہوئی۔

(۴) انگنت گلدستۂ شکر نچھاور ہے اکابرین اسلام اور اساتذہ عظام کی آستانۂ عالیہ پر جن کی عنایتوں، نوازشوں، اور دعاؤں نے اس خدمت کے قابل بنایا۔

(۵) بہت بہت تحفۂ شکر و مدحت حاضر ہے ان احباب اور کرم نوازوں کی محفل میں جن کی کوشش اور مشورہ سے یہ علمی ذخیرہ اہل ذوق کے سامنے لانے کے لائق ہوا۔

(۶) لاکھوں بار دعائیں ہیں ان باوفا تلامذہ کے لئے جنہوں نے ہر ممکن علمی تعاون کر کے احقر کا بھار ہلکا اور بہت سی مشکلات کو آسان کیا۔

(۷) ہزار ہا ہزار دعائیں ہیں ان ارباب دولت کے لئے جنہوں نے از خود مالی تعاون کے لئے اپنا قدم آگے بڑھا کر طباعت واشاعت کا ذمہ لیا۔

گدائے آستانہ رضویہ
محمد اختر حسین قادری

عرض ناشر

شبیر برادرز (رجسٹرڈ) زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

دین اسلام کی معلومات کا اصل ماخذ ومصدر عربی زبان ہے۔ اسلام کوئی علاقائی مذہب نہیں تھا کہ وہ عرب کے علاقے ہی میں محدود ہو کر رہ جاتا بلکہ یہ تو عالمی (International) مذہب ہے جس نے اپنی ضیاپاش کرنوں سے پورے عالم کو منور و مستفیض کیا۔

ہر رنگ ونسل، شرق وغرب، شمال وجنوب کے لوگ اس کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے انہوں نے علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام کی بارگاہوں میں اپنی علاقائی، مادری زبانوں میں مسائل دریافت کئے اور علما نے انہیں انہی کی زبانوں میں سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس طرح ہر زبان میں کچھ نہ کچھ اسلامی معلومات کا ایک معتد بہ حصہ علمائے کرام نے جمع کر کے اس علاقے کے لوگوں کو ضرورت سے زیادہ عربی زبان سیکھنے سے بے نیاز کر دیا۔

دوسری زبانوں کی طرح اُردو زبان میں بھی اسلامی معلومات فراہم کی گئیں بلکہ دوسری زبانوں کی بہ نسبت اُردو زبان میں اسلامی معلومات کا ذخیرہ کچھ زیادہ ہی ہے کیوں کہ یہ زبان ہندوپاک اور بنگلہ دیش کی مادری زبان ہے۔ اس زبان سے وابستہ اکثر لوگ دین اسلام سے منسلک ہیں اس لئے علمائے کرام نے اُن کی زبان میں بھی علوم اسلامیہ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے۔ کثرت سے دینی مسائل دریافت کئے گئے جس کے نتیجے میں فتاویٰ کی کتابوں کی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس سے عوام وخواص یکساں مستفیض ہوتے ہیں۔ مطبوعہ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ برکاتیہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ ملک العلما، فتاویٰ نعیمیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں جن میں شرعی معلومات کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر ناپیدا کنار ہے۔

میدان تبلیغ میں جس طرح تقریر وتحریر کا کلیدی کردار ہے اسی طرح آج کے اس دور میں کتابوں کی طباعت واشاعت کی افادیت واہمیت اور اس کے دور رس نتائج سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی کے پیش نظر استاذ الفقہاء فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ کے ذریعے ایمان وعقائد کی اصلاح

اور بدمذہبوں کی تردید میں بے شمار کتابیں چھپ کر عوام وخواص سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی "فتاویٰ علیمیہ" بھی ہے جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ عصر حاضر کے بالغ نظر، جواں سال، جواں عزم، معتمد ومستند مفتی تاج الفقہاء علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی مدظلہ العالی کے فتاویٰ کا حسین مجموعہ ہے۔ یقیناً فقہ کی خدمت بہت عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین متین کا فقیہ بناتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ مجموعہ کتاب العقائد سے لے کر کتاب الفرائض تک فقہی ابواب پر مشتمل ہے۔ جو عالم اسلام کی عظیم وعبقری شخصیت مبلغ اسلام وسنیت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب ہے اور آپ ہی سے منسوب مشرقی یوپی کی عظیم مرکزی درسگاہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی بھی ہے جس میں حضرت مفتی صاحب قبلہ شعبہ افتا کے منصب صدارت پر فائز ہیں۔ آپ علما وفقہا کے مابین ایک امتیازی شناخت رکھتے ہیں اور آپ کو ماہر فقہ وفتاویٰ استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ الباری سے اکتساب فیض کرنے اور ان کا معتمد خاص ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، موجودہ اکابر علمائے کرام میں جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی، ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی اور وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری اطال عمرہم کی مخصوص دُعائیں بھی مفتی صاحب کے ساتھ شامل حال ہیں۔

"فتاویٰ علیمیہ" طلبہ، علما، عوام وخواص ہر ایک کے حق میں ان شاء اللہ العزیز یکساں مفید ہوگا۔ ہمیں اپنے قارئین کرام سے قوی امید ہے کہ "کتب خانہ امجدیہ دہلی" کی دیگر پیش کش کی طرح اس پیش کش کو بھی قدر کی نظر سے دیکھیں گے۔ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ اپنے قارئین حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ اس کی کمپوزنگ پروف ریڈنگ، تحسین وتزئین میں حتی الامکان تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ امکان خطا سے انکار نہیں، لہٰذا جن حضرات کو اس میں کوئی غلطی ظاہر ہوان سے میری گزارش ہے کہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی بجائے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔ میں ایسے حضرات کا ممنون ومشکور رہوں گا۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کو مزید دین کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور مسلک اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رکھے اور اسی مسلک پر خاتمہ فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ملک شبیر حسین

۹ رربیع الاول ۱۴۳۸ مطابق ۹ ردسمبر ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

خلیفۂ حضور اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام علامہ

الحاج الشاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

(وصال ۱۳۷۴ھ)

اور

آپ کی دعائے صبح گاہی کا ثمرہ، اہلسنّت کا عظیم سرمایہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا مضبوط قلعہ

دار العلوم اہلسنّت علیمیہ

اور

مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہداء

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۵۰ھ)

خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی برکاتی مارہروی قدس اللہ سرہ
(وصال ۱۲۹۶ھ)

مجدد اعظم فقیہ فقید المثال امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۳۴۰ھ)

فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہٗ
(وصال ۱۳۶۷ھ)

تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ
(وصال ۱۴۰۲ھ)

قائد اہلسنّت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۳ھ)

فقیہ ملت صاحب تصانیف کثیرہ علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۲ھ)

شیخ القرآن استاذ العلما علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۳۲ھ)

کی خدمات عالیہ قدسیہ میں

گر قبول افتد زہے عزوشرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراج عقیدت

وارث علوم اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ شیخ الاسلام والمسلمین
علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری صاحب
قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، بریلی شریف

ممتاز الفقہا شہزادہ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری
صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، گھوسی شریف

جامع معقولات ومنقولات استاذ کریم
علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد

اور

جملہ اساتذہ کرام کے ساتھ
والدین کریمین کی بارگاہ میں

جن کی دعاؤں، عنایتوں اور نوازشوں نے اس خدمت کے قابل بنایا

آثار و تبرکات

☆ کتاب

☆ سنت

☆ ارشادات

☆ تصدیقات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ

اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا﴾

(البقرة/ ٢٦٨)

یعنی

اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾

(التوبۃ/۱۲۲)

یعنی

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی فقاہت حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

"مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا
یُفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ"

(مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۳، ص:۹۴)

یعنی

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قال الامام الاعظم ابو حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه

"اِنِّیْ اُقَدِّمُ الْعَمَلَ بِالْکِتَابِ، ثُمَّ بِالسُّنَّةِ، ثُمَّ بِاَقْضِیَةِ الصَّحَابَةِ مُقَدِّمًا مَااتَّفَقُوْا عَلیٰ مَا اخْتَلَفُوْا، وَحِیْنَئِذٍ اَقِیْسُ."

(ميزان الشريعة الكبرى، ج: ١، ص: ٨٠)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد احادیث پر پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلوں پر اور ان کے درمیان اختلاف کی صورت میں قیاس کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قال الامام الشافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

"اَلنَّاسُ عِيَالٌ فِی الْفِقْهِ عَلٰی اَبِیْ حَنِيْفَةَ

مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْهُ"

(الخیرات الحسان، ص: ۲۹)

سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں

میں نے کسی کو ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت

امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

''زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے نہ خالی ہوگا جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں، بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔''

(الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۵۲۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال المحقق العلامة "قاسم بن قطلوبغا" رحمه الله تعالیٰ
"اِنِّیۡ رَاَیۡتُ مَنۡ عَمِلَ فِی مَذۡهَبِ اَئِمَّتِنَا رضی اللّٰه عنهم
"بالتَّشَهِّیۡ" حَتّٰی سَمِعۡتُ مِنۡ لَفۡظِ بَعۡضِ الۡقُضَاةِ
هَلۡ ثَمَّ حَجَرٌ؟ فَقُلۡتُ نَعَمۡ! اِتِّبَاعُ الۡهَوٰی حَرَامٌ،
وَالۡمَرۡجُوۡحُ فِی مُقَابَلَةِ الرَّاجِحِ بِمَنۡزِلَةِ الۡعَدَمِ."
(شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴۶)

امام محقق علامہ "قاسم بن قطلو بغا" رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ائمۂ مذہب کے پیروکاروں میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو خواہشات پر عمل پیرا تھے حتی کہ میں نے بعض قاضیوں کے منھ سے یہ بات سنی کہ اس میں (کسی بھی قول کو لے لینے میں) کیا کوئی حرج ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں! خواہش کی پیروی حرام ہے اور راجح کے مقابلے میں مرجوح کالعدم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال السید محمد العلوی المالکی قدس سرہ

قاضی القضاۃ بمکۃ المکرمۃ

"نَحْنُ نَعْرِفُهُ بِتَصْنِيْفَاتِهٖ وَتَالِيْفَاتِهٖ حُبُّهٗ عَلَامَةُ السُّنَّةِ وَبُغْضُهٗ عَلَامَةُ الْبِدْعَةِ"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۱۴۸)

ہم امام احمد رضا قادری کو ان کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ کے ذریعے اچھی طرح جانتے ہیں ان کی محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض علامت بدعت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج الفقہا علامہ محمد نظام الدین احمد پوری نے فرمایا

''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا

(احمد رضا صاحب) کے شاگرد ہیں یہ تو

امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔''

(سوانح سراج الفقہا، ص:۲۴)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رئیس القلم قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

”دنیائے اسلام کے محسن! (امام احمد رضا) تم نے
حق و باطل کے درمیان اتنی واضح لکیر نہ کھینچ دی ہوتی، تو آج اُمنڈتے
ہوئے ان سیاہ فتنوں کے ہجوم میں امت مسلمہ کا کیا حال ہوتا؟
کیا معلوم کہ ہم سرگشتگان بادۂ غفلت عقل غلط اندیش کی رہنمائی
میں کہاں بھٹکتے ہوتے۔“

(عینی مشاہدات، ص:۱۶)

تصدیق انیق

وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین تاج الشریعہ حضرت
علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ

حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب جماعت اہلسنّت کے معتمد اور ممتاز عالم دین ہیں برسوں سے تدریسی تحریری اور تقریری خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے ہزاروں فتاوی جاری کئے جو اکابر علمائے اہلسنت کی تصدیقات سے مزین ہیں۔

زیر نظر کتاب مسمّٰی بہ ”فتاوی علیمیہ“ آپ کے انہیں فتاوی کا حسین گلدستہ ہے جس کو آپ نے افادۂ عام کے لئے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

(تاج الشریعہ) محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
بریلی شریف
۱۷/محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

تصدیق جمیل

شہزادۂ حضور صدر الشریعہ پاسبان اسلام نائب قاضی القضاۃ فی الہند ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ

باسمہٖ تعالیٰ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

امابعد! اس خبر سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ اردو زبان کے فقہی ذخائر میں ایک اور قیمتی سرمایہ ''فتاوی علیمیہ'' کا اضافہ ہو چکا ہے، یہ کتاب بہت جلد مراحل طباعت وغیرہ سے گزر کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والی ہے۔

''فتاوی علیمیہ'' روزمرہ پیش آنے والے ان سوالات کے مدلل جوابات پر مشتمل ہے جو اہل سنت و جماعت کی مشہور ترین دینی درسگاہ ''دار العلوم علیمیہ'' جمدا شاہی بستی میں پورے ملک و بیرون ملک سے احکام شرعیہ کی دریافت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

دراصل ''فتاوی علیمیہ'' میں مندرج جملہ فتاوی حضرت العلام ''مفتی محمد اختر حسین صاحب قادری زید مجدہ'' کی علمی کاوشیں اور نتائج الافکار ہیں۔ ان فتاوی کے معتمد و معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مفتی صاحب موصوف بہت متدین محتاط متبحر عالم دین ہیں، بلند پایہ محقق و مدرس ہیں، جو لکھتے ہیں وسیع مطالعہ اور حکم کی صحت وسقم، قوت وضعف پر امعانِ نظر کے بعد ہی لکھتے ہیں۔ مسائل جدیدہ میں آپ مقیس علیہ کے حکم کے اسباب وعلل ومناط ومدار میں جب تک اتحاد جہات پر مطمئن نہیں ہو جاتے مقیس کے متعلق اصدار حکم میں توقف فرماتے ہیں۔ میں نے خود مفتی صاحب موصوف کے کئی فتاوی پر تصحیح و تصدیق کے دستخط ثبت کئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے ''فتاوی علیمیہ'' کے چند فتاوی کا مطالعہ کیا ان میں تحقیق و تنقیح اور اپنے ائمۂ کرام کی تصحیح و ترجیح و تنقیح کے جلووں کو محسوس کیا۔

حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا

ہے آپ متورع عالم دین ہونے کے ساتھ منکسر المزاج، متواضع الطبع ہیں، فکری تجسس، اصابت رائے آپ میں خوب نمایاں ہیں۔ بے شمار مسائل میں آپ مراجعت کے محتاج نہ ہوتے ہوئے بھی مراجعت علماء میں عار محسوس نہیں کرتے جب کہ بہت سارے علماء کو میں نے اس خوبی سے عاری پایا۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اور جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی مدظلہ کی تربیت وافادیت نے آپ کے فتووں میں خوب جلا عطا فرمادی ہے۔ان حضرات نے آپ کو فتویٰ نویسی کا مجاز بنایا ہے۔مفتی صاحب کے اصرار پر میں بھی ان کو فتویٰ نویسی کا مجاز عام بناتا ہوں۔

رب قدیر ''فتاویٰ علیمیہ'' کو قبول عام وتام عطا فرمائے اور آپ کے درجات علمی ومراتب مقبولیت کو خوب بلند فرمائے۔آمین۔

(محدث کبیر) فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ
قادری منزل
۲۰ رذی الحجہ، ۱۴۳۷ھ

تقریظ جلیل

ماہر ہفت لسان، محقق ذیشان، وحید الزمان، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی الہٖ و اصحابہ اجمعین

میں نے فاضل جلیل القدر وفقیہ رفیع المرتبت مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب سلمہٗ کے فتاویٰ (فتاویٰ علیمیہ) کے کئی ابواب کے کئی فتاویٰ ملاحظہ کئے۔ مجھے ان کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ میں نے ان کے فتاویٰ میں آداب افتا کی بھرپور رعایت پائی۔ انہوں نے مذہب حنفی کے اقوال راجحہ کو اختیار کیا ہے۔ قول ظاہر الروایۃ ان کا مختار ہے۔

میں نے ان کے جتنے فتاویٰ ملاحظہ کئے انہیں مذہب حنفی کی معتمد کتابوں کے حوالہ جات سے مزین پایا۔ میرا ملاحظہ کیا ہوا ان کا ہر فتویٰ مذہب حنفی کے مفتی بہ قول پر صادر ہے۔ ان فتاویٰ میں ملک العلما کاسانی کی بدائع الصنائع، علامہ ابراہیم حلبی کی غنیۃ المستملی، علامہ زیلعی کی تبیین الحقائق، علامہ ابن عابدین کی ردالمحتار ایسی کتابوں کے حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ میں نے اس امر کا عادی پایا کہ وہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کے قول سے اپنے فتویٰ کو مؤید کرتے ہیں، اور کہیں کہیں باب تفقہ میں آپ کے مدح کئے ہوئے تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے قول کو اپنے فتویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ برسوں پہلے کا دوانی مسجد (معروف بہ ہانڈی والی مسجد) سیفی جوبلی اسٹریٹ ممبئی میں ایک صاحب سے متعلق یہ سن کر کہ "وہ فتاویٰ رضویہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب گورکھپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "جو اہلیت رکھتے ہوئے فتاویٰ رضویہ سے چمٹا رہے گا۔ وہ مفتی ہو جائے گا۔" انجمن جامعہ حبیبیہ الہ آباد کے ۱۴۳۵ھ میں منعقد کئے ہوئے دینی سمینار کے موقع پر پیش کئے ہوئے اپنے خطبۂ ترحیب میں میں نے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی شان میں یہ کہا تھا کہ "الذی کان فقیھا محققا و متکلما ملفقا و ادم بین الماء والطین." مفتی محمد اختر حسین سلمہٗ فتاویٰ رضویہ سے چمٹے ہوئے ہیں، یہی ان کے تفقہ بالغ کا ضامن ہے۔

ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے صحیح العقیدہ حضرات کو نفع کثیر حاصل ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان کے درجے کو بلند فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہٖ و صحبہ اجمعین۔

(الفقیر محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی غفرلہ)

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

تائید جلیل

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ دام فیضہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد اللہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا متوالیا، واصلی واسلم علی سید البشر وآلہ صلوۃ لاقاطع لاتصالھا:

یہ کتاب مستطاب ضخیم الجثہ عظیم الشان "مجموعۃ الفتاوی مسمّیٰ باسم "العطایا الالھیۃ فی الفتاوی العلیمیہ" جو اس قلیل البضاعت فی العلم ناچیز ہیچ مدان کے پیش نظر ہے اس کے اوائل واواخر اور بعض مقامات اواسط کو ملاحظہ کیا تو کلمۂ تمدیح وتحسین، تسبیح وتعجیب، سبحان اللہ بار بار بموافقت قلب زبان پہ جاری رہا۔ واہ کیا خوب مسائل فقہیہ کی تنقیح وتوقیع اور تحقیق انیق ہے اور کلمات وعبارات کی حسین تنظیم وترصیع ہے۔ الحاصل مجموعہ مدونہ، معتمد علیہ، موثوق بہ، قابل استفادہ واستفاضہ اور مفتین ومستفتین سب کے لیے نعمت مشکورہ غیر مترقبہ ہے مشک آں ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید (قران حکیم)

اسال اللہ ان ینفع بہ انہ خیر مسئول۔

مصنف کی عظمت مصنف کی عظمت وجلالت علمی کی مرہون ہوتی ہے۔ لہذا ان کی علمی وفقہی جلال وجمال کو حاضر قلب وذہن کیجئے۔ مجموعہ مستحسنہ، تصنیف لطیف کے جامع ومصنف خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر ہیں۔ زینہ اللہ بکل زین وطھرہ من کل شین وجعلہ کاسمہ یعنی کوکب الحسنین۔

مولائی الکریم انھیں آسمان علم وفقہ کا ایسا اختر درخشاں اور نیر تاباں بنائے کہ جس کی ضیاء کے مقابل بزعم خویش دنیاوی کواکب ونجوم کی روشنی اور ان کا جمال مضمحل ومتضائل ہو جائے۔

مولانا موصوف ملک کی مایۂ ناز درسگاہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے قابل افتخار استاذ اور دار الافتاء کے

متمرن ومشاق مفتی ہیں، عظیم الشان فقہی سیمناروں میں شریک ہو کر مقالات فقہیہ اور مسائل اجتہادیہ کے جواہر و درر بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں جہاں سربرآوردہ مرجع الفتاویٰ قاضیان اسلام اور مفتیان اعلام کی جلوہ گری اور جلوہ آرائی رہتی ہے۔ یہ کوئی امر مخفی نہیں ہے بلکہ شمس والامس کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

رب تعالیٰ منعم حقیقی نے آپ کو محاسن کثیرہ اور مکارم وافرہ سے نوازہ ہے، آں جناب پختہ کار مصنف، درسگاہ کے نکتہ سنج مدرس، درس نظامی کے جملہ علوم وفنون پہ حاوی، شیریں زبان، واعظ و ناصح، صاحب الدلائل مقرر، عمدہ خطیب البراہین، نفیس قلم کار، تنقیدی مقالہ نگار اور حاضر جواب مناظر و مباحث ہیں یہ ہے ان کی شخصیت جامع الصفات جو یقیناً قابل رشک ہے، ان تمام صفات ستودہ میں صفت فتویٰ نویسی اور فقہی بصیرت سب پر ظاہر و غالب ہے کہ یہ حسن واحد نہیں بلکہ مجموعۂ محاسن کثیرہ ہے۔

من یرد اللّٰہ به خیرا یفقهه فی الدین (صحیحین) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ارادۂ خیر فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنادیتا ہے، اسے دین میں فہم وبصیرت عطا کردیتا ہے بتقاضاء حدیث شریف آپ کا جوہر عالی صاحب خیور وسعادات ہے اللّٰھم فقهنا فی الدین۔

حضرت مفتی صاحب زیدحبہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی کے ساختہ پرداختہ تعلیم گرفتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ اور طالب علمی میں مابین الطلبہ فطانت وذکاوت میں ممتاز تھے بلکہ ان کی شان فائقانہ تھی، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، باربار راقم النقوش کہا کرتا تھا، برسرش زہوش مندی، می تابد ستارۂ بلندی۔ فی الحال تذکرتا کہتا ہوں، می تافت ستارۂ بلندی، مقصود بیان ہرگز یہ نہیں کہ انہوں نے میری درسگاہ میں زانوئے تلمذتہ کیا ہے، یہ جملہ تو ان کے قدجلیل اور قامت طویل کی تقصیر چاہتا ہے بلکہ انہوں نے اپنی سماعت مع الشہود سے شرف بخشا ہے یعنی حقیقت حال یہ ہے، استفدت منه مالم یستفد منی۔

آخرالامر التماس ادعیہ وافرہ کے ساتھ دعا گو ہوں کہ پروردگار مجیب الدعوات تصنیف ومصنف دونوں کو مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔ اور حضرت مولانا بالفضل اولانا کو مزید تصنیفات کی توفیق بخشے، اللّٰھم ارحم عبدک ھذا ذالخطر العظم ومصنف الفتاوی العلیمیه والمسلمین کلھم اجمعین و اجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین والمحسنین ﷺ و علیھم و علینا اجمعین۔

الفقیر الی الغنی محمد بخش اللہ القادری، عطاہ اللہ ما یتمناہ

تاثر گرامی

قمر العلماء حضرت علامہ الحاج محمد قمر عالم قادری صاحب قبلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

زیر مطالعہ فتاویٰ محب گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دامت برکاتہم کی سعی پیہم اور جہد مسلسل کا حسین نتیجہ اور فقہی گلدستہ ہے جس میں قوم وملت کی جانب سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات بڑی ہی متانت وسنجیدگی سے فقہ حنفی کے مطابق دیئے گئے ہیں فتویٰ نویسی ایک امر مہم ہے جو بڑی ذمہ داری سے انجام پذیر ہوتا ہے اس کی اہمیت وافادیت سے کما حقہ وہی واقف ہوتے ہیں جو اس کام پر مامور ہیں سائل کے سوال کس قدر آزادانہ ہوتے ہیں اہل علم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ لیکن ایک مفتی کا قلم محتاط وذمہ دار اور شرعی حدود وقیود کا پابند ہوتا ہے۔ قرآن کریم واحادیث رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی سے منور فقہ، اصول فقہ ورسم افتا کی حد میں مقید رہتا ہے۔

میں نے مفتی صاحب کے فتاویٰ کو دیکھا اور پڑھا ماشاء اللہ خوب سے خوب تر پایا۔ اطمینان ووثوق کے ساتھ اکثر کی میں نے تصدیق بھی کی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل مفتی صاحب کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے اور ہر خاص وعام کو مجموعہ فتاوی سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد قمر عالم قادری

دعائے گرامی

استاذ العلما معمار قوم و ملت حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ و کریم کے کچھ ایسے مخصوص و محبوب بندے ہر دور میں رہے اور رہتی دنیا تک رہیں گے جنھیں وہ اپنے خاص فضل و کرم اور علم و حکمت سے نواز دیتا ہے۔ اسی کریم ذات نے اعلان بھی فرمادیا ہے

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً. (سورۃ بقرۃ آیت ۲۶۹)

اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی

دنیا میں بسنے والے تمام بے علم انسانوں کو بھی یہ حکم دے دیا ہے۔

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۃ نساء آیت ۷)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ان اہل علم کے درجات کو بھی بلند فرمادیتا ہے کہ دولت و وقار و عزت و آبرو، مال و اولاد اور سامان آسائش وغیرہ اپنی کثیر نعمتیں عطا فرما کر انھیں سرخرو فرمادیتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسی قدریں بھی عطا فرمادیتا ہے جس سے وہ اہل باطن میں بھی چمکتا ہے اور وہ دنیائے روحانیت کا نقیب بن کر سلسلۃ الذھب میں آبدار موتی کی طرح پرو اٹھتا ہے اور تبلیغ و اشاعت علم دین متین میں ہمہ تن مشغول ہوجاتا ہے بلکہ اسی کا ہوکر رہ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ایسوں پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما کر اپنی خشیت بھی عطا فرماتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء (سورۃ الفاطر آیت ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں۔

مخدوم سید علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کی زبان میں، یہی علم نافع ہے اللہ رب العزت انھیں اہل علم سے ایسے نمایاں کام لیتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے اور وہ اپنا کام کرگذرتے ہیں۔

فاضل علوم شرقیہ، ماہر فنون درسیہ عقلیہ ونقلیہ، نازش افتاء حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب مدظلہ کا ذکر جمیل ہے جو فضل الٰہی سے گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی سے سند ودستار فضیلت ملنے سے پہلے بھی ایسے تھے کی بحث وتکرار اور مشقت کثیرہ کی بنیاد پر پوری جماعت رواں رواں رہتی تھی اور فراغت کے بعد جب دارالعلوم علیمیہ میں بحیثیت مدرس تشریف لائے تو بھی الحمد للہ مہ ونجوم کے مثل جگمگاتے رہے اور آج بھی علوم وفنون کی موتیاں بکھیر رہے ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ کے شعبۂ افتاء کا بھی بار اٹھانے کے بعد تو ماشاء اللہ ''چار چاند لگ گئے'' اور مثل آفتاب روشن اور روشن کنندہ بنکر خدا کے فضل وکرم سے خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنی کرنوں سے ایک عالم کو منور کررہے ہیں۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت مفتی صاحب کا کردار تو ماشاء اللہ قابل ستائش ہے، خوش خلق، خوش گفتار، ملنساز، مہمان نواز ہیں راقم السطور نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مہمانوں کی آمد پر مختلف طرح کے اشیائے خورد ونوش کا باضابطہ اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اِن پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کا دروازہ اسطرح کھول رکھا ہے کہ جو ان سے ایک بار ملاقات کرتا ہے وہ مسخر ہوکر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا اپنے مخصوص بندے پر کرم بے پایاں ہے۔ **فالحمد للہ حمداً کثیرا۔**

اب اگر کسی کے ذہن میں شیطان ایسا فتور ڈال دے جو غیر محمود ہو تو راقم السطور اسے عصری چپقلش یا حسد پر محمول کرتے ہوئے عرض کرے گا۔

عن عبداللہ بن مسعود قال قال النبی ﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها. (صحیح البخاری، ج۱، ص۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد صرف دو چیزوں میں ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے دے اور راہ حق میں خرچ کرنے کی اسے توفیق دے دیا دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حکمت دیدے اور وہ اسی حکمت کے ذریعہ فیصلہ کرے اور حکمت ہی کی تعلیم دے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب قادری رضوی خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری رضوی الازہری دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ سے دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے اور موصوف کو ارضی وسماوی تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ ومامون فرمائے۔ اور ہر روز روز عید ہو ہر شب شب برات، **استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ آمین۔ آمین۔ آمین**

بجاہ حبیبہ النبی الامین علیہ افضل الصلوات والتسلیم

محمد تفسیر القادری قیامی (صدر فیض سبحانی مشن مقام وپوسٹ گلریہا)

دُعائے جمیل

شفیق ملت استاذ العلما حضرت علامہ محمد شفیق الرحمٰن قادری رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.

امّا بعد!

راقم الحروف کوفتوی نویسی بلفظ دیگر نقل فتوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر فتاویٰ کی کتابوں کو علم دین میں اضافہ اور عام لوگوں کے آسان سوالات کے جوابات دینے کی غرض وغایت سے گاہے گاہے مطالعہ میں رکھتا ہے۔ راقم الحروف کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس زمانہ میں جو فتاویٰ دیئے جاتے ہیں وہ نقل فتویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں گو کہ ناقل فتاویٰ کو بھی عرف عام میں مفتی ہی کہا جاتا ہے۔

مگر یہ نقل بھی آسان امر نہیں کہ جو چاہے نقل احکام شرع فرمادے بلکہ اس کے لئے نہایت اہم اصول وشرائط کو ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے جو فتاویٰ نویسی کی کتابوں میں بالتفصیل منقول ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث کے لئے تو ''فتاویٰ علیمیہ'' کا تفصیلی مطالعہ ضروری تھا جس سے راقم الحروف محروم ہے۔ تاہم متعدد مقامات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس کے پیش نظر راقم کا تاثر یہ ہے کہ مناظر اہلسنّت خلیفہ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب استاد وصدر شعبۂ افتا دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی کا درجہ معتمد ناقل فتویٰ کا ہے۔

آپ نے فتاویٰ مکمل غور وفکر کے بعد تحریر فرمائے ہیں ثبوت میں قول مفتی بہ، مرجح، مختار، سے استناد کیا ہے ساتھ ہی نقل میں صحت ودیانت کا التزام کیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مقبول انام بنائے اور موصوف کے فیوض وبرکات کو مزید عام فرمائے۔

آمین ثم آمین. بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

مخلص: محمد شفیق الرحمٰن رضوی مصباحی

تاثرِ گرامی

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد شہاب الدین نوری صاحب قبلہ دام مجدہ
استاذ و مفتی دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول

نحمده ونصلى على رسوله الاكرم والاعلم

ہر دور میں سب سے زیادہ مشکل اور دشوار ترین کام دینی کام کرنا تھا اور فی زمانہ دینی کام کرنا کوئی بہت آسان نہیں ہے، جیسا کہ کام کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں، ہر زمانے میں دشمنانِ دین سے تقابل ہوتا رہا اور ان کی بیخ کنی کا کام جاری رہا۔ ہر دور میں علما و صلحا و مفتیانِ عظام اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور ذات باری تعالیٰ سے امید بھی یہی ہے کہ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ تا صبح قیامت ایسے افراد اس فرشِ گیتی پر جنم لیتے رہیں گے اور دینِ متین کا کام کرتے رہیں گے البتہ ہر دور میں طرز کام و انداز کار مختلف تھا اور رہے گا اور آج دینی کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل ترین کام کار افتا ہے، کیوں کہ افتا کے لئے بہت سارے علوم و فنون اور علوم دینیہ میں مہارت تامہ رکھنا اور اُصول و فروع سے اچھی واقفیت ہونا لازم ہے اسی لئے مفتی کے لئے بیدار مغز ہونا، ذہانت، معاملہ فہمی کے ساتھ خود اعتمادی، جواب مذہب کی کتب معتمدہ مستندہ سے اخذ کرنا مسئلہ میں اختلاف جزئیہ کی صورت میں اصحاب ترجیح کے قول کو جاننا اور اسے اپنانا اور اپنے معتمد اسلاف حضرات کے اقوال کو جاننا عبادات و معاملات میں نت نئے آنے والے مسائل کو اکابرین علما اُمت کے اقوال و افعال کی روشنی میں حل کرنا، غلطی ہو جانے پر آگاہ کرنے سے ہوشیار ہو جانا اور حق کو مان لینا، عزت نفس کو آڑے نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا، خوش اخلاق ہونا، نرمی سے کلام کرنا اور مسائل دینیہ پر سختی سے کار بند رہنا اور مسائل شرعیہ کے بیان کرنے میں حق ہی کا لحاظ کرنا وغیرہ وغیرہ درکار اور ضروری ہے اس کے علاوہ اور بہت ساری شرطیں ہیں۔

کار افتا در حقیقت فضل ربانی اور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم ہی سے آسان ہو سکتا ہے ورنہ دشوار ترین کام ہے، اور جب اس تناظر میں دیکھا گیا تو ہماری جماعت اہلسنّت کے ایک نہایت منفرد و متدین صاحب تصانیف کثیرہ، دشمنانِ دین کا دندان شکن جواب دینے والا بے باک اور نڈر مناظر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دام ظلہ کی بھی ایک ذات ہے، فضل ربانی و کرم آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبوبان بارگاہ کی عنایتوں سے بہت ساری خوبیوں کے حامل ہیں، ان کے علمی سرمایوں میں ایک عظیم سرمایہ و تحفہ ''فتاویٰ علیمیہ'' ہے جس کو انہوں نے تصنیف کر کے اہلسنّت و جماعت کو ایک عظیم نعمت حاصل کرایا۔ مولیٰ کریم کی بارگاہ اقدس میں دُعا ہے کہ اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ''فتاویٰ علیمیہ'' کو مقبول انام بنائے اور موصوف کو کونین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اور تصانیف کی مزید توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاه حبيبه سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم

محمد شہاب الدین نوری
خادم دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم
بر
فتاویٰ علیمیہ

از

جامع معقول ومنقول استاذ العلما

حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

تقدیم

جامع معقول ومنقول ماہر درسیات استاذ العلما غواص بحر علم وحکمت آشنائے رموز کتب اعلیٰ حضرت

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک بندۂ مومن کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت مندی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو علم دین جیسی بیش بہا دولت میسر آجائے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ اگر اس کو علم فقہ وفتاویٰ عطا فرمادے تو زہے نصیب، علم فقہ وفتاویٰ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے) تو جس کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی آجائے اس کی دنیا بھی روشن وتابناک ہو جاتی ہے اور یقینی طور پر آخرت بھی سنور جاتی ہے ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمّہ و رزقہ من حیث لا یحتسبُ" (جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کا فقیہ بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے غم اور اس کی روزی کے لیے کافی ہو گیا جہاں وہ گمان نہیں کرے گا)۔

علم فقہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہوئی ہیں جن سے اس علم کی فضیلت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ عیاں ہے اس علم کے اٹھنے کو قرب قیامت کی نشانیوں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجھّالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلّوا واضلّوا" (اللہ تعالیٰ لوگوں سے یک دم علم نہ اٹھائے گا لیکن علما کے فوت کرنے سے علم اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے)

فقہ کا لغوی معنی

کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا ہے، مگر صوفیائے کرام نے علم فقہ کی تعریف یوں کی ہے "وہ احکام شریعت کو عمل میں

لاتا ہے'' اسی لیے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) نے فرمایا: "من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق " یعنی جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ، ساتھ طریقہ صوفیا کی پیروی نہ کی وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور علم شریعت سے بے بہرہ رہا اس کے ایمان کا کوئی بھروسہ نہیں۔

اور علماے اصول فقہ کے نزدیک علم فقہ'' وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے'' اسی لیے ان حضرات کے نزدیک فقیہ و مفتی حقیقت میں مجتہد ہی ہوسکتا ہے۔ صاحب فتح القدیر نے باب القضایا میں فرمایا: اصولین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد کو حاصل ہوتا ہے جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطور نقل و حکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہیے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علما فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مفتی کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ مستفتی اس پر عمل کرے مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں: اول یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی سند سے پہنچا ہو دوم یہ کہ اس نے مجتہد کا قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علما کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے: امام محمد بن حسن کی کتابیں اور ایسے ہی دیگر کتب فقہیہ جو اپنی روایت و اسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجے میں ہیں۔ (عمدۃ الرعایہ، ص:۱۱)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الباری اپنے رسالہ مبارکہ: "اجلى الاعلام ان الفتوى مطلقا على قول الامام،، میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوتھا مقدمہ فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عرفی اور حقیقی تو حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، کہتے ہیں یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابو اللیث اور ان کے امثال نے۔ اور عرفی فتویٰ یہ ہے کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتادے وہ دلیل کو نہ جانتا ہو محض تقلید کے طور پر ایسا کرے جیسے کہا جاتا ہے فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزی، فتاویٰ طوری اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ اور بعد کے زمانے میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱، ص:۱۰۹)

افتا کا لغوی معنی

مطلقا جواب دینا یا کسی مشکل حکم کا جواب دینا اور اصطلاح شرع میں افتا کے معنی: حکم شرعی بیان کرنا اور فیصلہ سنانا ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں: "الافتاء فانه افادة

الحکم الشرعی" "فتویٰ دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

علامت سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الباری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

"انما الافتاء ان تعتمد علی شیء وتبین لسائلک ان ھذا حکم شرعی" (فتاویٰ رضویہ جلد اول، ص ۱۰۲) یعنی فتویٰ دینے کا معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

قرآن حکیم میں لفظ افتا اور استفتا مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ (النساء ۱۲۷) اے رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے ایک مقام پر ہے ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء ۱۷۶) اے محبوب اتم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ ﴿قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي﴾ (النمل ۳۲) وہ بولی اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔ ایک جگہ ہے ﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا﴾ (یوسف)

ان آیات میں لفظ افتا اور استفتا حکم دینے، تحقیق چاہنے، خواب کی تعبیر بتانے، جواب مانگنے اور مشورہ دینے کے معنی میں آیا ہے اوپر کی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فتویٰ کی نسبت اپنی طرف فرمائی جس سے افتا کی عظمت ورفعت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑا عظیم وبابرکت کام ہے مگر افتا اور اس کے وہ اصول وقواعد جو فقہائے کرام کی کتابوں میں مرقوم ہیں ان سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ کام انتہائی دشوار ومشکل اور ذمہ داری کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ سے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں ہر عربی بدوی فقیہ ہوتا ہے کہ اس کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، ضابطہ محررہ، وجوہ تکلم، طرق تفاہم، تنقیح مناط و لحاظ انضباط، مواضع سیر، احتیاط وتجنب، تفریط وافراط، فرق روایت ظاہرہ ونادرہ، وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل، وقول بعض وجمہور، مرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتیین وسِر مراتب ناقلین، عرف عام وخاص، عادت بلاد واشخاص، وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد ومفسدین، ومشارع قصود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، ونقد مرام، فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام، اطلاع عام، نظر دقیق وفکر عمیق، طول خدمت، وعلم وممارست فن، وتیقظ وافی، وذہن صافی، معتاد تحقیق مقید بتوفیق کا کام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ)

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فتویٰ لکھنے میں یہ چند چیزیں ضروری ہیں:

(۱) سوال کا کما حقہ سمجھنا۔ (۲) سوال کے لب ولہجہ سیاق وسباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا منشا کیا ہے یہ سب سے اہم کام ہے جو شخص بہت دقیق تنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس کو شاید ہی جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔ (۳)

مفتی مخلص ہو۔ (۴) انتہائی ذہین وفطین ہو۔ (۵) زبان عربی کا پورا پورا ماہر ہو عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ (۶) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیے ہوئے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔ (۷) کسی سے مرعوب نہ ہو۔ (۸) اتنا جری ہو کہ بلا خوف لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لینت (نرمی)۔ (۹) سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمینان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ کرے۔ (۱۰) جو بھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کر لے۔ (۱۱) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ" (فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۳-۱۴)۔

انہیں سب باریکیوں کے پیش نظر زمانۂ رسالت میں فتویٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا جاتا تھا پھر آفتاب رسالت کے روپوش ہونے کے بعد ہر صحابی فتویٰ نہیں دیتا تھا بلکہ خلفاے راشدین اور دیگر اجلہ صحابہ کرام اس فریضہ کو انجام دیتے تھے اور اگر کسی غیر مجتہد صحابی سے فتویٰ پوچھا بھی جاتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیج دیتے اور وہ اسی طرح تیسرے کے پاس۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس ایسے انصاری صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں کہ جب ان میں سے کسی سے فتویٰ مانگا جاتا تو وہ استفتا کو اپنے دوسرے ساتھی کی طرف تفویض کر دیتے اور وہ دوسرے کی طرف یہاں تک کی گھوم پھر کر پہلے والے شخص کے پاس پہونچ جاتا تھا۔ ان حضرات کے فتویٰ نہ دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ حضرات مسائل شرعیہ سے آگاہ نہیں تھے بلکہ یہ لوگ اس میں مجتہدانہ شان نہیں رکھتے تھے اس لیے یہ لوگ ان لوگوں کی طرف استفتا کو روانہ کر دیتے تھے جو اس شان کے مالک تھے علاوہ ازیں ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان بھی تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اجرؤ کم علی الفتیا اجرؤ کم علی النار " یعنی تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

پھر جب خلافت راشدہ اور اس کے بعد اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا رہا اور نئی آبادیوں میں اسلام کی روشنی پہونچی تو فقہ وافتا کے مختلف جگہوں پر مراکز قائم کیے گئے جن میں سے یہ پانچ مراکز بہت مشہور ہیں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ مطہرہ، شام شریف اور یمن شریف جن میں فتویٰ دینے والے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود تھے۔

مفتیانِ مدینہ منورہ

یہ فقہ وافتا کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مرکز ہے جہاں سے پوری اسلامی دنیا میں فتویٰ پہنچتا تھا یہاں

کے مندرجہ ذیل مفتیان کرام بہت مشہور و معروف تھے خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۳ھ)، امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۲۳ھ)، جامع القرآن کامل الحیاء والایقان امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۳۵ھ)، مولائے کائنات باب العلم سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۴۰ھ) اور صاحب النعلین والوسادۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) سیدنا ابی بن کعب سیدنا زید بن ثابت، ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ (متوفی ۵۷ھ)، سیدنا عبداللہ بن عمر (متوفی ۷۳ھ)، سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تابعین میں: سیدنا سعید بن مسیب (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا عروہ بن زبیر العوام (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا ابوبکر بن عبدالرحمٰن (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا نافع (متوفی ۱۱۷ھ)، سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سلیمان بن یسار (متوفی ۱۰۷ھ)، سیدنا ابن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان مکہ مکرمہ

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۸ھ) کو کچھ وقت کے لیے یہاں کا معلم و مفتی مقرر فرمایا تھا پھر رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام یہیں بسر فرمائے یہاں کے لوگ آپ کے علم الفقہ والقرآن سے خوب مستفیض ہوئے۔

تابعین میں: سیدنا مجاہد بن جبیر (متوفی ۱۰۳ھ)، سیدنا عکرمہ مولی ابن عباس (متوفی ۱۰۷ھ)، سیدنا عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہم۔

مفتیان کوفہ

صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ)، سیدنا علی ابن ابی طالب (شہید ۴۰ھ)

تابعین میں: سیدنا علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ)، سیدنا مسروق بن اجدع (متوفی ۶۳ھ)، سیدنا عبیدہ بن عمر سلیمانی (متوفی ۹۲ھ)، سیدنا اسود بن یزید نخعی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا قاضی شریح بن حارث کندی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا سعید بن جبیر (شہید ۹۵ھ)، سیدنا عمر بن شرحبیل (متوفی ۱۰۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان بصرہ

حضرت ابوموسی اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت انس بن مالک (متوفی ۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں: حضرت ابوالعالیہ رافع بن مہران (متوفی ۹۰ھ)، حضرت ابوالشعثاء جابر بن یزید (متوفی ۹۳ھ)، حضرت امام محمد بن سیرین (متوفی ۱۳۱ھ)، حضرت قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۸ھ) رضی اللہ عنہم۔

مفتیان شام

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری (متوفی ۷۸ھ)، حضرت ابوادریس خولانی (متوفی ۸۰ھ)، حضرت قبیصہ بن ذویب (متوفی ۸۱ھ)، حضرت رجاء بن حیات کندی (متوفی ۱۱۲ھ)، حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی (متوفی ۱۰۱ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان مصر

حضرت عبداللہ بن عمرو عاص (متوفی ۶۵ھ)، حضرت ابوالخیر مرشد بن عبداللہ (متوفی ۹۰ھ)، حضرت یزید بن ابی حبیب (متوفی ۱۲۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان یمن

حضرت علی ابن طالب (شہید ۴۰ھ)، حضرت معاذ بن جبل (متوفی ۱۸ھ)، حضرت ابوموسیٰ اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت طاؤس بن کیسان جندی (متوفی ۱۰۶ھ)، حضرت وہب بن منبہ صنعانی (متوفی ۱۱۴ھ)، حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وارضاہم عنا۔

تخریج مسائل میں اختلاف اور ضرورت تدوین فقہ

دین اسلام بڑی تیزی کے ساتھ دنیائے انسانیت کو اپنے دامن امن وسلامتی میں جگہ دے رہا تھا اور ہر طرف سے ہر رنگ ونسل کے لوگ جوق در جوق اسلام کے سایہ کرم میں آ کر چین وسکون محسوس کر رہے تھے دوسری طرف اجلہ مجتہدین صحابہ کرام وتابعین عظام دنیا سے کوچ کر چکے تھے اور جو صحابہ کرام باقی تھے وہ بھی سامان سفر آخرت باندھے بس کوچ کے نقارے کی آواز کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت کچھ جا چکے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

گویا کہ وہ ایک، ایک کر کے صبح کے ستاروں کی مانند روپوش ہو رہے تھے جب کہ دیگر مسلمانوں کی جماعت بڑھنے کے ساتھ، ساتھ حوادث وواقعات کا بھی ایک نہ تھمنے والا سلسلہ بہت تیزی سے چل رہا تھا بہت سے ایسے

سوالات جن کا حل کتاب وسنت اور اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت سے مل جاتا، اور کتنے ایسے نت نئے واقعات ہوتے جن میں انہیں خود اجتہاد واستنباط کی ضرورت پیش آتی مثلاً کسی نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل چھوڑ دیا تو یہ بحث سامنے آتی کہ اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اس بحث کے پیدا ہو جانے کے بعد یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نماز میں جتنے افعال واشغال ہیں سب کو فرض قرار دے دیا جائے یا کسی کو بھی ضروری قرار نہ دیا جائے اسی لیے صحابہ کرام اور تلامذہ صحابہ کرام کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز کے یہ امور فرض ہیں جن کے چھوٹنے سے نماز ہی جاتی رہتی ہے یہ امور واجبات نماز سے ہیں جن کے بھول کر چھوٹنے پر سجدہ سہو سے تلافی ہوسکتی ہے اور یہ امور سنن ومستحبات سے ہیں جن کے ترک پر نفس نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا البتہ بلا عذر چھوڑنے یا عادت بنا لینے کی صورت میں کمال نماز جاتا رہتا ہے اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دیگر اعمال اسلام مثلاً: روزہ، زکاۃ، حج، جہاد، نکاح وطلاق اور بیع وشرا وغیرہ کا معاملہ تھا جن کے مسائل آئے دن پوچھے جاتے تھے۔

تفریق امور کے لئے جنھیں اصول قرار دیا جاسکتا تھا ان پر صحابۂ کرام اور تلامذہ صحابۂ کرام کا اتفاق بھی ناممکن امر تھا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کبھی رکن کے ترک پر کسی کے عمل کی نکیر فرمائی، تو کبھی شرط و واجب، سنن ومستحبات کے چھوٹنے پر اس عمل کی نفی فرمادی جس پر وہ یہی سمجھا کہ یہ امر اس فعل میں ضروری تھا جس کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی، اس وجہ سے بھی اختلاف واقع ہوا۔

اور کچھ ایسے مسائل تھے جن کا زمانہ رسالت پناہی اور دور صحابۂ کرام میں کچھ پتہ ہی نہ تھا تو ان میں اہل علم حضرات کو حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا اور ان میں بھی ان کے اصول یکساں نہیں تھے اس لیے بھی ان کے درمیان اختلاف ہوا، اس کے علاوہ بعض مسائل میں اہل علم صحابہ کا مخصوص علم بھی مختلف تھا کیوں کہ پورے ۲۳ رسال میں دین کی تکمیل ہوئی جن میں حسب مواقع احکام دین میں تغیر وتبدل ہوتا رہا اور خدمت نبوی میں تمام صحابۂ کرام کا ہمیشہ موجود رہنا بھی ممکن نہیں تھا اس لیے تمام صحابہ کو ہر امر کا علم ہو یہ بھی ممکن نہیں تھا یہ بھی وجہ اختلاف کی وجہ ہوئی، نیز احادیث کریمہ میں کثرت کی وجہ سے ان میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف، اور اوامر ونواہی کے صیغوں سے احکام کی کیفیت وحیثیت کے معلوم کرنے میں اختلاف۔

الغرض دوسری صدی ہجری کا ربع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول میں کثرت سے اختلافات واقع ہوئے جن سے بعض دنیادار امرا اور حکام فائدہ اٹھا کر قاضیوں سے اپنی منشا کے مطابق فیصلے کروا لیتے تھے جن سے عوام مسلمین کو کافی بے چینی اور بے اطمنانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تمدنی مسائل کی وسعت الگ تدوین احکام کی متقاضی تھی کہ تحفظ احکام اسلامی کی غرض سے فقہ اور اصول فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے جن کو اپنا کر اس وقت کے تمام

مسائل اور آنے والے زمانے کے تمام مسائل کو حل کیا جا سکے اور وہ تمام بلاد و امصار میں نافذ ہو سکیں۔ اس کار خیر کی طرف جس شخصیت نے پہل فرمائی عالم اسلام اسے امام الائمہ، کاشف الغمہ سراج الامہ، شیخ الاسلام والمسلمین، امام المجتہدین، مجتہد علی الاطلاق امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (۸۰ھ۔ ۱۵۰ھ) رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے یاد کرتا ہے آپ نے اپنے ارشد تلامذہ کی جماعت کو لے کر اس عظیم کام کا آغاز کیا اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، پہلے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

پھر آپ کے بعد دوسرے ائمہ مجتہدین نے اپنے، اپنے علاقوں میں اس کام کی طرف توجہ مبذول فرما کر فقہ کی تدوین کی، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ۔ ۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت امام شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔ ۲۴۱ھ)، کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، مصر میں حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، بغداد میں امام ثوری (متوفی ۲۴۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔

لیکن آگے چل کر بہت سارے فقہی مذاہب غروب ہو گئے صرف چار مسلک کو فروغ حاصل ہوا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان ہی مذاہب کے مطابق عوام وخواص نے اسلامی احکام پر عمل شروع کر دیا۔ انھیں کی روشنی میں اسلامی عدالتوں میں فیصلے ہونے لگے، شروع میں تو کسی ایک امام کی پیروی ضروری نہیں قرار دی گئی تھی ایک شخص ایک وقت ایک امام کی فقہ کے مطابق اسلامی کام کو انجام دے لیتا اور دوسرے وقت میں دوسرے امام کی پیروی کر لیتا تھا مگر زمانے کے گزرنے کے ساتھ، ساتھ خواہشات نفس غالب ہوئیں اور احکام شرع کی پابندیوں میں کمیاں آنا شروع ہوئیں نفس کی پیروی ہونے لگی تو حالات کو دیکھتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ایک امام کی پیروی کو ضروری قرار دے دیا یہاں تک کہ اپنے علم و عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے براہ راست اصول اسلام قرآن، حدیث، اجماع، اور قیاس سے مسائل کے استنباط سے منع کر دیا اور مسلمانان اہل سنت کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں منحصر فرما دیا: اور فرمایا: جو ان مذاہب اربعہ کی اتباع سے باہر ہوگا اس کو اہل سنت و جماعت سے خارج مانا جائے گا جیسا کہ حضرت علامہ احمد بن محمد خلوتی صاوی، مصری مالکی (متوفی ۱۲۴۱ھ) حاشیہ صاوی علی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

"ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والآية فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل و ربما اداه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر،، (ج:۴، ص:۱۵) یعنی چاروں مذاہب کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہوگی اگر چہ وہ قول صحابہ اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو اور جو ان چاروں مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

فقہ حنفی کے چار ستون

ان چاروں فقہی مذاہب میں سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت فقہ حنفی کو ملی اور اس کے پیروکار بہ نسبت تینوں مذہبوں کے زیادہ ہوئے کیوں کہ اس کو بام شہرت تک پہونچانے اور اس کو آراستہ وپیراستہ کرنے میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی انتھک کوششیں شامل رہیں یہ اور بات ہے کہ ان میں آپ کے چار شاگردوں کو ان سب پر فوقیت وبرتری حاصل ہے۔

(۱) حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ) (۲) حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ) (۳) حضرت امام زفر بن ہذیل بن قیس کوفی (۱۱۰ھ۔۱۵۸ھ) (۴) حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ) یہ چاروں ائمہ حنفیہ فقہ حنفی میں چار ستون اور چار عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں اگر چہ حنفی مذہب امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ان کی مجتہدانہ عظمت وشان کے پیش نظر منسوب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں حضرات اور ان کے شیخ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قیاس واجتہادات کے مجموعہ کا نام فقہ حنفی ہے۔

ماہرین فقہ نے فقہائے کرام کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) مجتہد فی الشرع۔ (۲) مجتہد فی المذہب۔ (۳) مجتہد فی المسائل۔ (۴) اصحاب تخریج۔ (۵) اصحاب ترجیح۔ (۶) اصحاب تمیز۔ (۷) مقلد محض۔

(۱) مجتہد فی الشرع

اس طبقہ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فقہا آتے ہیں جو مجتہد مطلق کہلاتے ہیں جیسے: امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ)، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)، حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ۔۱۷۹ھ)، حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ)، حضرت امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، حضرت امام ابوثور (متوفی ۲۴۰ھ)، حضرت امام عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی اوزاعی (۸۸ھ۔۱۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲) مجتہد فی المذہب

اس طبقہ میں بھی مجتہدین ہی آتے ہیں مگر یہ مجتہدین درجے میں مجتہد فی الشرع سے کم ہوتے ہیں اصول فقہ میں یہ مجتہد فی الشرع کے تابع ہوتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے اصول کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں گویا کہ یہ اصول میں مقلد اور فروع میں مجتہدانہ شان کے مالک ہوتے ہیں جیسے حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)، حضرت امام زفر بن ہذیل بن قیس کوفی (۱۱۰ھ۔۱۵۸ھ)، حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ)، حضرت امام عبد اللہ بن مبارک (متوفی

۱۸۱ھ) وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل میں متفق ہیں فتویٰ یقیناً انھیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علما کا اتفاق نہیں ہے تو اصح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں کوئی روایت آپ سے نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا بھی قول نہ ملے تو پھر امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی کوئی روایت منقول نہیں تو پھر امام زفر کے قول پر اور پھر حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا علامہ شامی فرماتے ہیں علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ عبادات میں مطلقاً فتویٰ قول امام اعظم پر ہے مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے۔

(۳) مجتہد فی المسائل

یہ فقہائے کرام اصول وفروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع وپیروکار ہوتے ہیں یہ لوگ ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب مذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے وضع کردہ اصول وقواعد کے مطابق کرتے ہیں جیسے: حضرت امام ابو بکر خصاف (متوفی ۲۶۱ھ)، حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)، حضرت امام ابو الحسن کرخی (متوفی ۳۴۰)، حضرت امام شمس الائمہ حلوانی (متوفی ۴۵۶ھ)، حضرت امام شمس الائمہ سرخسی (متوفی ۵۰۰ھ)، حضرت امام فخر الاسلام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ)، حضرت امام فخر الدین قاضی خاں (متوفی ۵۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

(۴) اصحاب تخریج

اس طبقہ میں وہ فقہائے کرام آتے ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہیں ہاں ائمہ کرام میں سے یہ کسی کے مجمل قول کی تفصیل کرنے کی ضرور صلاحیت رکھتے ہیں جیسے: حضرت امام ابو بکر احمد بن علی رازی (متوفی ۳۷۰ھ) ہیں جو اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اصحاب ترجیح

وہ فقہائے کرام کہلاتے ہیں جو امام اعظم علیہ الرحمہ کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام سے چند قول مروی ہیں ان میں سے کس کو ترجیح دیں وہ یہ حضرات کر سکتے ہیں اسی طرح جہاں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف واقع ہے تو یہ ان میں سے ”ھذا اولیٰ، ھذا اصح، ھذا اوضح اور ھذا اوفق للقیاس جیسے صیغے

استعمال کرکے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں اس گروہ میں صاحب قدوری علامہ ابو الحسین قدوری (متوفی ۴۲۸ھ)، صاحب ھدایہ علامہ ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغینانی مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) شمار ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمیز

یہ وہ فقہائے کرام ہیں جو ظاہر مذہب اور روایاتِ نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقوی میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کرکے صحیح روایت اور قول معتبر کو لے لیں اصحاب تمیز میں صاحب کنز الدقائق علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اور دیگر اصحاب المتون ہیں۔

(۷) مقلد محض

جن علمائے کرام میں ان مذکورہ اوصاف میں سے کوئی بھی وصف نہ ہو جیسے ہمارے زمانے کے فقہائے کرام ان کا صرف یہی کام ہے کہ یہ کتب متداولہ معتبرہ سے مسائل کو دیکھ کر مستفتی کو بتا دیں۔

درجات کتب فقہ

فقہائے کرام نے ائمۂ فقہ کی کتب کی بھی درجہ بندی کی تو ان کے تین درجے کیے (۱) کتب اصول (۲) کتب نوادر (۳) کتب واقعات جن کی قدرے تفصیل یہ ہے:

(۱) کتب اصول

کتب اصول ہی کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جو اصحاب المسائل سے مروی ہیں جیسے حسن بن زیاد وغیرہ اور وہ حضرات جنھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ)، حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)، حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے روایت کی لیکن مشہور اغلب ظاہر روایت کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد بن فرقد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال ہی کو کہتے ہیں ظاہر الروایہ کا اطلاق محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔ ۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی ان چھ کتابوں پر ہوتا ہے (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ کتابیں آپ سے بہ تواتر ثابت و مشہور ہیں۔

(۲) کتب نوادر

حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔ ۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی کتابیں (۱) کیسانیات (۲) ہارونیات (۳) جرجانیات (۴) رقیات ہیں یہ آپ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مسائل کے راوی تو مذکورہ بالا حضرات ہی ہیں مگر یہ مسائل ان کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے آپ کی ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے ان کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام محمد علیہ الرحمہ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسے کہ پہلی چھ کتابیں ہیں۔

(۳) کتب واقعات

ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے جمع کیا ہے جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے تلامذہ ہیں یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ایسے مجتہدین کی تعداد بہت زیادہ ہے کیوں کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے بیس سال کی عمر میں، درس دینا شروع کر دیا تھا اور آپ کے درس کا شہرہ سن کر ہزاروں تشنگان علوم نبویہ آپ کے درس میں شریک ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے آپ کے مشہور تلامذہ میں مجتہد علی الاطلاق حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ)، حضرت امام محمد بن سماعۃ (۱۳۰ھ۔ ۲۳۱ھ)، حضرت امام ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جرجانی (متوفی ۲۰۱ھ) علیہم الرحمہ جیسے لوگ شامل ہیں، ان حضرات نے اپنے قوی دلائل و براہین کی بنا پر اصحاب مذہب کے خلاف کئی مسائل ثابت کیا ہے کتب واقعات یہ فتاویٰ کے مجموعہ ہیں، فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کی ''کتاب النوازل'' ہے ان کے بعد دیگر مفتیان کرام کے فتویٰ کے مجموعہ معرض وجود میں آئے جیسے مجموع النوازل، واقعات الناطفی اور واقعات صدر شہید وغیرہ۔

درمیانی، فقہائے کرام نے کتب فقہ حنفی کی ایک دوسری طرح سے تقسیم کی ہے (۱) متون، (۲) شروح، (۳) فتاویٰ، اس تقسیم میں متون کو سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے ان کو ظاہر الروایہ کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اسی بنا پر مشہور ہے کہ "ان المتون کالنصوص "یعنی متون نصوص واصول کی طرح ہیں متون میں یہ متون بہت معروف و مستند ہیں (۱) مختصر امام طحاوی، (۲) مختصر امام کرخی، (۳) مختصر قدوری، (۴) کنز الدقائق، (۵) وافی، (۶) مختار، (۷) وقایہ، (۸) مجموع البحرین، (۹) منتقی، (۱۰) مواہب الرحمٰن۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

''شروحات'' تو ان کو دوسرا مقام حاصل ہے اور یہ کتب فتاویٰ سے اولیٰ ہیں چند مشہور و مستند شروح درج ذیل ہیں (۱) شروحات اصول ستہ (۲) بدائع الصنائع۔ (۳) تبیین الحقائق۔ (۴) فتح القدیر۔ (۵) غنیۃ المستملی۔ (۶) غایۃ البیان۔ (۷) درایہ۔ (۸) نہایہ۔ (۹) کفایہ۔ (۱۰) درر الاحکام وغیرہ۔

کتب فتاویٰ

تیسرے مقام پر ہیں مجموعہ فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں یہ چند مستند و مشہور ہیں: (۱) فتاویٰ قاضی خاں۔ (۲) بزازیہ۔ (۳) ولوالجیۃ۔ (۴) ظہیریہ۔ (۵) واقعات صدر شہید۔ (۶) نوازل فقیہ۔ (۷) فصول عمادی۔ (۸) جامع صغار۔ (۹) فتاویٰ کبریٰ۔ (۱۰) فتاویٰ تاتارخانیہ۔ (۱۱) ذخیرہ۔ (۱۲) فتاویٰ عالمگیری۔ (۱۳) العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ (۱۴) فتاویٰ امجدیہ۔ (۱۵) فتاویٰ فیض الرسول۔ (۱۶) فتاویٰ عزیزیہ۔ (۱۷) فتاویٰ فرنگی محل۔ (۱۸) فتاویٰ مفتی اعظم ہند۔ (۱۹) فتاویٰ بحر العلوم۔ (۲۰) فتاویٰ اجملیہ۔ (۲۱) فتاویٰ حامدیہ (۲۲) فتاویٰ شارح بخاری وغیرہ۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک دلکش اور حسین کڑی ''فتاویٰ علیمیہ'' ہے جو عقائد اور فقہ کے اکثر ابواب نماز، روزہ، زکاۃ، حج، طلاق، بیع وشراء، وقف وہبہ اور وراثت وفرائض وغیرہ پر مشتمل ہے اس مجموعہ فتاویٰ میں دور جدید میں پیدا ہونے والے شرعی مسائل مثلاً واشنگ مشین میں دھلے کپڑوں کا حکم، ٹیشو پیپر کا استعمال، بے وضو قرآن بھرے ہوئے موبائل کا استعمال، بینک میں جمع شدہ رقم کی زکاۃ، بینک میں جمع شدہ رقم سے حاصل ہونے والا نفع، فوٹو، فلمی دنیا میں مزدوری کا شرعی حکم، دور جدید میں قدیم اوزان اور پیمانوں کی کلو اور گرام میں تبدیلی ان جیسے دیگر بہت سے مسائل جدیدہ موجود ہیں۔

''فتاویٰ علیمیہ'' عزیز گرامی حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی کے فتووں کا مجموعہ ہے جو مشرقی یوپی کی مرکزی درسگاہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے لائق وفائق ماہر درسیات استاذ ہونے کے ساتھ، ساتھ ادارہ کے شعبہ افتا کی صدارت کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

چوں کہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی اپنی دینی، ملی اور تعلیمی خدمات میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اس لیے یہاں کے دار الافتا میں ملک وبیرون ملک کے گوشے، گوشے سے استفتے آتے ہیں اور یہاں سے ''مسلک اہل سنت'' معروف بہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے مطابق قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کرام کی روشنی میں نہایت وثوق و اعتماد کے ساتھ فتوے دیے جاتے ہیں اس اہم اور ذمہ دارانہ کام کے لیے ادارہ نے آپ کا انتخاب کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ منتظمین ادارہ اپنے اس انتخاب میں صد فیصد کامیاب وکامران ہیں کیوں کہ آپ ہر اعتبار سے اس ذمہ داری کے لائق اور اہل ہیں اور اس زمانہ میں ایک مفتی کے اندر جتنے اوصاف اور خوبیاں ہونی چاہیے بحمدہ تعالیٰ آپ میں موجود ہیں فتاویٰ دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسائل شرعیہ کے ساتھ، ساتھ ان کے دلائل وبراہین پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور طرز استفتا ہی سے مستفتی کی منشا کو بھانپ لیتے ہیں۔ آپ ایک عظیم مفتی ہونے کے ساتھ، ساتھ عصر حاضر کے ایک متکلم اور مناظر بھی ہیں یوں تو آپ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں مگر ان خوبیوں میں سب سے اہم خوبی

احقاق حق اور ابطال باطل ہے آپ بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرقہ ہائے باطلہ خصوصاً گروہ صلح کلیت و مداہنت میں ملعون ہیں اس کے باوجود آپ اپنے کام میں ہمہ تن معروف رہتے ہیں اس معاملہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی اس روش پر گامزن ہیں:

نہ مرا نوش زتحسیں، نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے

یا بقول قلندر لاہوری:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

یا بقول مجروح سلطان پوری:

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

حق کہتے ہیں، حق سنتے ہیں اور حق لکھتے ہیں نہ ناحق کہتے ہیں اور نہ ناحق سنتے ہیں اور نہ ناحق لکھتے ہیں اس معاملہ میں کسی کی ناراضگی اور خوشی کا قطعاً خیال نہیں کرتے انھیں ساری خوبیوں کو دیکھ کر فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ آپ پر بڑا بھروسہ اور اعتماد فرماتے تھے اور وہ اعتماد بحمدہ تعالیٰ فقیہ ملت کے دنیا سے رخصت ہونے تک باقی رہا موجودہ دور میں بھی آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری متعنا اللہ بفیوضہ و برکاتہ اور ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ گھوسی کے مقرب و معتمد خاص ہیں اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو عمر خضر عطا فرما کر مزید دین کا کام لے اور مسلمانوں کو آپ کی دینی خدمات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم | زانکہ من بندۂ گنہ گارم
الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را | نویسندہ خوانندہ بینندہ را

دُعا گو
محمد شبیر حسن رضوی غفرلہٗ

۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب فتاویٰ محقق عصر جامع معقول ومنقول حضرت علامہ الحاج
الشاہ **مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب**
مدظلہ العالی کی حیات مبارک کی
تدریسی، تصنیفی، دعوتی، تبلیغی، فقہی اور مسلکی خدمات کے چند گوشے مسمی بہ

تجلیات

تاج الفقہاء

مدظلہ العالی

از

مولانا محمد قمر الدین رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلیات تاج الفقہاء مدظلہ العالی

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اما بعد!

شمالی ہند کا ایک مردم خیز خطہ "ضلع بستی" کے نام سے مشہور انام ہے۔اس علاقے میں بے شمار علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور روحانی افراد واشخاص پیدا ہوئے جن کے فضل و کمال حکمت و دانائی اور تبحر علمی کا زمانہ معترف ہے۔

اسی زرخیز خطے میں شہر "خلیل آباد" واقع ہے جسے "سنت کبیر نگر" کے نام سے بحیثیت ضلع اور صدر مقام جانا جاتا ہے۔حامل علوم مشرقیہ فاضل با کمال تاج الفقہاء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی "محمد اختر حسین قادری" صاحب قبلہ استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی و قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر اسی شہر کے محلہ بدھیانی میں بمطابق سند یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

خاندانی حالات

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو جس خاندان میں پیدا فرمایا وہ آبادی میں ایک متوسط الحال سنجیدہ اور شریف الطبع خاندان مانا جاتا ہے۔موصوف کے والد ماجد محترم "محمد ادریس مرحوم" اور ان کے برادر اکبر جناب "محمد فاروق مرحوم" پیشۂ تجارت اور زراعت دونوں سے منسلک تھے۔کھیتی کسانی کے ذریعہ اچھا خاصا غلہ پیدا ہوتا، ساتھ ہی کپڑے کی تجارت بھی شاندار طریقے سے کرتے تھے۔ایک وقت تھا کہ گھر پر آٹھ آٹھ مزدور کپڑا تیار کرنے پر مامور رہتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کے والد مرحوم کی شرافت و سنجیدگی کی بنا پر آبادی کے لوگ ان کو "صوفی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے۔علماء و مشائخ کی تعظیم و توقیر اور ان کی خدمت کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے خوب بخشا تھا۔چنانچہ سادات جھونسی شریف الہ آباد میں سے حضرت بابرکت عزتماب سید شاہ عالم علیہ الرحمہ جب بھی اس علاقے کا دورہ کرنے تشریف لاتے تو ہفتوں حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ہی گھر پر قیام فرماتے اور اہل خانہ خوب خوش دلی سے ان کی ضیافت کرتے۔غالباً انہیں بزرگوں کی آمد و رفت کی برکت ہے کہ اس خاندان میں مفتی صاحب جیسی شخصیت نے جنم

لیا اور یہ بھی انہی بزرگوں کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج تک محلہ بدھیانی میں مذہب حق اہلسنت و جماعت "مسلک اعلیٰ حضرت" کا پرچم لہرا رہا ہے۔ فللہ الحمد

تعلیم وتربیت

محترم موصوف کے محلہ میں قائم ادارہ 'مدرسہ مصباح العلوم' برسہا برس سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔
موصوف نے درجہ پرائمری کی تعلیم اسی ادارہ میں محترم حافظ محمد اسحٰق صاحب دام ظلہ کے زیرِ نگرانی مکمل فرمائی اور پھر درس نظامی کی ابتدائی کتب کا آغاز بھی وہیں فرمایا۔ آغازِ تعلیم کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ:

"جب میں درجۂ پرائمری میں "قانون شریعت" پڑھ رہا تھا تو اساتذہ کرام کے حکم سے میں نے کتاب مذکور سے ایک سبق زبانی یاد کیا اور انہیں کے حکم پر محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے بیان کیا یہ زندگی میں پہلا خطاب تھا جسے والد بزرگوار نے سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بعد نماز ایک روپیہ بطور انعام عطا فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔
اساتذہ کے مشورہ سے شوال المکرم ۱۴۰۰ھ میں فارسی کی پہلی اور آمدنامہ وغیرہ شروع کیا اس طرح درجہ مولویت میں قدم رکھ دیا۔
محلہ کے میرے ساتھیوں میں محمد حسین بن جناب الحاج سعید اللہ، محمد بشیر بن بیت اللہ، عبدالرؤف بن نبی محمد، محمد احمد بن محمد سمیع، شرف الدین بن احسان اللہ وغیرہم تھے۔ یہ سب تھک ہار کر دوسری ڈگر پر چل پڑے مگر فقیر کو رب تعالیٰ نے اس منزل پر پہنچایا جسے آپ دیکھ رہے ہیں"۔

حضرت مفتی صاحب نے کچھ دنوں "مصباح العلوم" میں پڑھنے کے بعد اپنے بعض ہم سبق احباب کے اصرار پر "مدرسہ ستاریہ معین الاسلام" لوہرسن بازار ضلع سدھارتھ نگر جانے کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر حضرت مولانا "عبدالخالق" صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے زیر عاطفت رہ کر اعدادیہ اور جماعت اولی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا "عبدالخالق" صاحب ایک صاحب کردار، جفاکش، محنتی، فرض شناس اور مخلص فی الدین ذات کا نام ہے۔ نماز کا اہتمام کرنے اور طلبہ کی کردار سازی میں بڑی توجہ فرماتے۔ چنانچہ آپ کی تعلیم وتربیت نے مفتی صاحب کو ابتدا سے ہی نماز کی پابندی کا شوق اور پڑھنے پڑھانے کی دلچسپی میں اضافہ سے نواز دیا تھا۔ برسوں گزرنے کے بعد آج بھی مفتی صاحب اپنے اس شفیق اور کرم فرما استاذ سے ایک متعلم کی ہی حیثیت سے پیش آتے ہیں اور فضل و کمال اور عزت وشہرت کی ایسی منزل پر پہنچنے کے باوجود کہیں بھی ملتے ہیں تو تعظیم وتوقیر کا وہی قدیم انداز ہوتا ہے اور استاذ محترم بھی اپنے اس قابل فخر شاگرد کے لئے وہی نگاہ عنایت رکھتے اور دست دعا دراز کئے دکھائی دیتے ہیں۔
حضرت والا نے کچھ دن "مدرسہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی" میں بھی گزارا جہاں حضرت علامہ "سید احمد"

صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سے خصوصی عنایت پائی۔ ادارہ کا سالانہ امتحان لینے کے لئے شیخ المعقولات ماہر درسیات یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی ''محمد شبیر حسن رضوی'' صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ روناہی کی تشریف آوری ہوئی، حضرت والا نے اس جوہر آبدار کی پیشانی پر ستارہ بلندی کی چمک دیکھ لی اور شوال المکرّم میں جامعہ روناہی میں پڑھنے کا حکم دیا۔ تعمیل حکم کرتے ہوئے موصوف مکرم نے ۱۴۰۴ھ مطابق سن ۱۹۸۳ء میں مایہ ناز درس گاہ 'الجامعۃ الاسلامیہ روناہی' میں داخلہ لیا اور مکمل چھ برس تک اساتذہ کرام کے علمی فیضان سے دامن مراد کو پر کیا۔

کرشمۂ قدرت دیکھئے کہ سال فضیلت میں ادارہ کے بعض طلبہ کا آبادی کے کچھ نوجوانوں سے اختلاف ہوگیا۔ حالات خراب ہوگئے اور تمام طلبہ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مفتی صاحب بھی وہاں سے 'دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی' میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں شیخ القرآن علامہ ''عبداللہ خاں عزیزی'' علیہ الرحمہ نے بساط درس و تدریس بچھا رکھی تھی اور مایہ ناز اساتذہ کا نورانی قافلہ اس کوردہ جگہ میں اتار رکھا تھا۔

مفتی صاحب نے ششماہی امتحان میں فرسٹ ڈویژن پاس کیا اور اساتذہ کرام خصوصا شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے منظور نظر بن گئے۔ دارالعلوم علیمیہ میں سالانہ امتحان لینے کے لئے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ''محمد شفیع'' صاحب علیہ الرحمہ مبارک پوری قاضی شریعت اعظم گڑھ کا ورود مسعود ہوا۔ آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف اور مسلم الثبوت کا بزبان عربی امتحان لیا جس میں مفتی صاحب اور آپ کے ہم درس حضرت مولانا ''شاہ عالم'' نورانی صاحب کو سو سو نمبر عطا فرمایا۔

۲۴ر شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۰ر مئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار ادارہ کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں ختم بخاری شریف کی رسم مبارک ادا کرنے کی غرض سے اشرف العلماء ''سید حامد اشرف'' کچھوچھوی اور شارح بخاری حضرت مفتی ''محمد شریف الحق امجدی'' علیہ الرحمہ رونق افروز ہوئے۔ بے شمار علما و مشائخ کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب کو جبہ و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ ؏

اختر حسین کو ملی دستار فضیلت
اپنے اساتذہ کی دعاؤں کی بدولت

اساتذۂ کرام

حافظ محمد اسحٰق صاحب، حضرت مولانا عبدالخالق سبحانی صاحب، حضرت مولانا رضا علی صاحب، حضرت مولانا سید احمد صاحب، حضرت مولانا فصیح اللہ اعظمی صاحب، حضرت علامہ شاکر علی عزیزی صاحب، حضرت علامہ محمد ایوب رضوی صاحب، حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب، حضرت علامہ بخش اللہ قادری صاحب استاذ العلما

حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی، اساتذۂ جامعہ رونا ہی فیض آباد۔ حضرت علامہ محمد مسیح الدین صاحب، حضرت علامہ محمد اقبال احمد قادری صاحب، شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی صاحب اساتذہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

تین اور اہم اساتذہ

حضرت مفتی صاحب نے مندرجہ بالا اصحاب فضل وکمال کے علاوہ چند اور اہم شخصیتوں سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ استاد الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ سے فن تصنیف وتالیف اور کچھ افتا کا ہنر لیا ساتھ ہی بخاری شریف کی پہلی حدیث پاک بھی تیمنا وتبرکا پڑھی۔ اس سبق میں آپ کے خاص ہم سبق خطیب ذیشان حضرت علامہ مولانا کمال اختر قادری برہانی صاحب دام ظلہ العالی شیخ الادب جرہ محمد پور فیض آباد بھی تھے۔
اور فن افتا کے کچھ اصول جانشین مفتی اعظم ہند وارث علوم امام احمد رضا تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے حاصل کیا۔
اور فن افتا کے ساتھ فن مناظرہ جانشین صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان المناظرین محدث کبیر علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ سے سیکھا۔

شرف بیعت

آپ جس وقت رونا ہی زیر تعلیم تھے آپ کے شفیق وکریم استاذ جامع کمالات صوریہ ومعنویہ صاحب خلق حسن حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی اپنے ہمراہ عرس رضوی میں شرکت کے لئے بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اور ۲۵ رصفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۰ راکتوبر ۱۹۸۷ء بروز منگل وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر شرف بیعت پا کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

خلافت واجازت

حضرت مفتی صاحب کی دینی خدمات اور آپ کی علمی وفکری بصیرت ولیاقت دیکھ کر کئی اہم شخصیات نے خلعت خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔
چنانچہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی

خلافت یہ کہتے ہوئے عطا کی۔ لیجئے مولانا! آپ بہت کام کے ہیں یہ سند ابھی نہیں آئندہ کام دے گی۔ فقیہ ملت قدس سرہ نے آپ کو ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء منگل کو سند خلافت بخشی۔

اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری دام ظلہ العالی نے ۱۵؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰؍اگست ۲۰۰۵ء میں خلعت خلافت سے شاد کام کیا۔

اور وارث علوم صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے عرس صدر الشریعہ کے موقع پر ۱۴۳۴ھ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی تلاوت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔

اور بتاریخ ۴؍جون ۲۰۱۳ء شہزادۂ کالپی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت عزت مآب حضرت سید غیاث الدین ترمذی قادری دام ظلہ العالی نے موضع بسڈیلہ میں منبر پر خلافت سے نوازا۔

اسناد اور ڈگریاں

فاضل علوم اسلامیہ از دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، ضلع بستی
منشی، مولوی، کامل، فاضل طب از الہ آباد عربی فارسی بورڈ
کامل اردو، معلم اردو از جامعہ اردو علی گڑھ
بی اے از ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ
ایم اے از لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ
سند فقہ حنفی از محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ
سند حدیث نبوی از محدث کبیر صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

شادی خانہ آبادی

عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ (وصال ۱۴۲۱ھ) کی بارگاہ میں حضرت مفتی صاحب دور طالب علمی سے ہی حاضر ہوتے رہتے تھے جس کی تفصیل 'انوار فقیہ ملت' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غالباً اس مرد حق آگاہ نے اپنی دور رس نگاہ سے اس قیمتی ہیرے کو دیکھ لیا تھا یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب کی فراغت کے بعد حضور فقیہ ملت قدس سرہ نے جامع معقول و منقول حضرت علامہ نور محمد قادری عرف 'براؤنی صاحب' کے

ذریعہ پیغام نکاح بھیجا اور بالآخر وہ وقت سعید آیا جب حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی دختر پاکیزہ خصال کا عقد مسعود آپ سے طے فرمایا۔

اور ۱۶رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۷رمئی ۱۹۹۵ء بروز بدھ بے شمار جلیل القدر علما و مشائخ بالخصوص حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی اور اساتذہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف و اساتذہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے علاوہ بہت سے ارباب علم و دانش کی موجودگی میں پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ براؤں شریف نے رسم نکاح خوانی ادا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو دو صاحبزادے عزیزم محمد ابوقحافہ امجدی، عزیزم محمد ابوقتادہ رضوی امجدی اور ایک صاحبزادی عزیزہ جویریہ خاتون رضوی امجدی کی نعمت سے نوازا ہے یہ سب ابھی دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ رب تعالیٰ ان کو علم نافع بخشے (آمین) ٥

میدان تدریس میں

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے فارغ التحصیل ہونے کے وقت حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے حکم پر دارالعلوم علیمیہ میں ہی تخصص فی التفسیر کے ساتھ بحیثیت معین المدرسین درس وتدریس اور تعلیم وتعلم میں منہمک ہو گئے۔

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ آپ پر کس درجہ اعتماد فرماتے اور کس قدر شفقت کا برتاؤ کرتے اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو جب دارالعلوم میں بحیثیت معین المدرسین مقرر کیا گیا تو بروقت کسی نشست گاہ کا انتظام نہ ہو سکا جس پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''مولانا! آپ میری درس گاہ میں بیٹھ کر پڑھائیں میں باہر کرسی پر بیٹھ کر آپ کا طریقہ تدریس دیکھوں گا۔ چنانچہ کئی ماہ تک مفتی صاحب نے شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی درس گاہ میں بیٹھ کر درس دیا اور جب درس دے کر باہر نکلتے تو حضرت شیخ القرآن بہت ساری دعاؤں سے نوازتے۔''

ایک موقع پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے تفسیر کے لئے طریقۂ درس بتاتے ہوئے بہت سارے نکات قلمبند کرائے اور تدریسی کامیابی کے رازہائے سربستہ وا کیے۔ اس سے حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی خصوصی عنایت وکرم نوازی صاف ظاہر ہے۔

دار العلوم ربانیہ باندہ میں آمد

نیرنگیٔ حالات کہئے یا مشیت ایزدی کہ جن دنوں آپ دار العلوم علیمیہ میں بحیثیت معین المدرسین مصروف کار تھے اسی اثنا میں بندیل کھنڈ کی مرکزی درس گاہ 'دار العلوم ربانیہ شہر باندہ' سے پیر طریقت تلمیذ صدر الشریعہ علامہ سید مظہر ربانی قادری صاحب نے درس نظامی کے لئے ایک معیاری استاذ کی فرمائش کی اور سخت ضرورت کا احساس دلایا۔

جس پر شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے استاذ القراء قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمہ کے مشورہ سے حضرت مفتی صاحب کو دار العلوم ربانیہ شہر باندہ میں درس وتدریس کے منصب پر مامور فرمادیا۔

مفتی صاحب ۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء دار العلوم ربانیہ میں رونق افروز ہوئے اور مسلسل ۷ سال ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء تک نہایت اخلاص ولگن محنت و دیانتداری اور مکمل ذمہ داری سے اپنا فرض منصبی ادا فرمایا۔ آپ کی انتھک کوشش اور جدوجہد سے دار العلوم کا معیار تعلیم بہت بلند ہوا اور درجہ فضیلت تک کے طلبہ آگئے اور دور دور تک تعلیم کا شہرہ ہوا۔

درس وتدریس کے ساتھ قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کے لئے جانا۔ آپ کا معمول بن گیا جس کے نتیجہ میں بے شمار حضرات سنیت میں مستحکم ہوئے اور انگنت لوگوں نے بدعقیدگی سے توبہ کی۔

حضرت والا کے اخلاق کریمانہ کی خوشبو سے پورا علاقہ معطر ہوگیا۔ بندیل کھنڈ کے سنی حضرات کے قلوب میں ایسی عظمت ڈالی کہ آج بھی آپ کے ذکر جمیل کی خوشبو محسوس کی جارہی ہے۔

نوشتہ تقدیر نے کروٹ بدلی اور پھر آپ کو مادر علمی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی خدمت پر مقرر ہونا مقدر ہوا۔

اس سلسلہ میں آپ نے دار العلوم ربانیہ کے مہتمم اعلیٰ پیر طریقت حضرت علامہ سید مظہر ربانی صاحب علیہ الرحمہ سے حالات بیان کیا اور وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت چاہی۔

حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کسی صورت میں وہاں سے جانے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فرمایا:

"تعلیم وتعلم کے معیار کو جس طرح بلند کرنا چاہیں آپ کو اختیار ہے جو کتابیں پڑھانا چاہیں پڑھائیں جو سہولت چاہیں لیں ہم آپ کے مشاہرہ میں بھی اضافہ کردیتے ہیں مگر آپ کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

حضرت والا کی ان دلنواز باتوں کے سامنے مفتی صاحب جیسا خلیق وباکردار شخص کیسے انکار کرسکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے باندہ سے منتقل ہونے کا خیال ترک فرمادیا اور پھر شوال المکرم میں ادارہ پہنچ کر اسی شان سے درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، خدمت خلق اور اشاعت سنیت میں مشغول ہوگئے مگر ع

ہونا ہوتا ہے جب کوئی کار
غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

چونکہ تقدیر نے دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں آپ کی خدمت کا فیصلہ کردیا تھا تو بھلا اسے کون ٹال سکتا تھا اس لئے شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ تک باندہ رہنے کے بعد تعطیل کلاں میں گھر آنا ہوا اور پھر بسلسلۂ تعلیم باندہ واپسی نہ ہوئی۔

دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں تشریف آوری

حضرت مفتی صاحب کی درسی لیاقت، کردار وعمل کی پاکیزگی، درس وتدریس کی لگن، اور نرالے طرز تفہیم کی شہرت اہل علم تک پہنچ چکی تھی۔ اسی لئے بہت سارے مدارس کے ذمہ داروں نے اپنے مدرسوں میں آپ کی خدمت حاصل کرنی چاہی جن میں دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ، دارالعلوم عزیز العلوم نچولِ مہراج گنج، دارالعلوم اشاعت الاسلام پرتاول، دارالعلوم اہلسنت بحرالعلوم خلیل آباد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر آپ نے دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی کو زینت بخشی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی ابتدا سے یہ خواہش رہی کہ آپ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں ہی مصروف خدمت رہیں مگر بعض حالات کے تحت آپ باندہ تشریف لے گئے جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۹ رشوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۷ رفروری ۱۹۹۸ء بروز سنیچر دارالعلوم علیمیہ کی مجلس منتظمہ کے ارکان سے شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے مفتی صاحب کی تقرری کے لئے مکمل گفتگو کی اور پھر باضابطہ آپ نے دارالعلوم میں تشریف ارزانی فرما کر مسند تدریس کو زینت بخشی۔

مسند افتا پر جلوہ فرمائی

اسی سال ایک مجلس میں حضرت علامہ مولانا محمد تفسیر القادری صاحب قبلہ سابق نائب صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ نے آپ کو دارالافتاء میں آئے شرعی سوالات اور استفتوں کے جوابات کے لئے منتخب فرما کر ''رضا جامع مسجد'' میں اعلان کیا جس سے لوگوں نے اپنے مسائل دینیہ میں آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کردیا۔ اس وقت سے اب تک حضرت والا درس وتدریس اور کار افتا کو بحسن وخوبی انجام دینے میں مشغول ہیں اور ادارہ کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی سعی بلیغ میں لگے رہتے ہیں۔

آپ کا مذاق علمی

ہر شاگرد پر اپنے خصوصی استاذ کی فکر ونظر اور مسلک ومشرب کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب بھی اس فطری تقاضے سے متاثر رہے۔

چنانچہ آپ کے خصوصی استاذ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی کا معقولی رنگ آپ پر نمایاں ہے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ سے معقولات میں قطبی، میر قطبی، ملاحسن، شرح ہدایت الحکمت اور صدرا وغیرہ کا خصوصی درس لیا اسی لئے تدریس کے ابتدائی دور میں معقولات کی کتابیں بہت دلچسپی اور دلجمعی سے پڑھاتے مگر حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی صحبت وتربیت نے علم قرآن اور تفسیر کی طرف متوجہ کردیا اور پھر تائید ایزدی نے ایک فقیہ ومفتی کی شکل میں ابھرنے کا موقع عطا فرمایا تو اب خصوصاً تفسیر وفقہ اور معقولات کا درس دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

طریقۂ تدریس

حضرت والا سبق پڑھانے سے قبل ابتدائی درجے کے طلبہ سے سوال وجواب کا سلسلہ قائم فرماتے ہیں۔ صحیح جواب نہ دینے پر زجر وتوبیخ اور غصہ وعتاب کا منظر بھی دیدنی بلکہ لائق تقلید ہوتا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کے بعد محبت بھری نگاہ سے طلبہ کا دل موہ لیتے ہیں اور یہ احساس دلادیتے ہیں کہ میرا غصہ کسی جذبۂ انتقام کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کا محرک تمہاری اصلاح وتربیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غضبناک مار پیٹ اور سخت تنبیہ پر بھی آج تک کوئی طالب علم آپ سے شاکی نہیں ملتا ہے۔

سوالات وجوابات کے بعد عبارت خوانی کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلسل ایک ہی طالب علم سے عبارت خوانی کے آپ سخت مخالف ہیں۔ اسی لئے اگر کسی ایک طالب علم نے دوتین دن درس میں مستقل عبارت خوانی کردی تو حضرت مکرم پر جلال طاری ہوجاتا ہے اور پھر کرخت لہجے میں ارشاد ہوتا ہے کہ

”کیاتم نے عبارت پڑھنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے“

”اے فلاں چلوتم پڑھو“

غلط عبارت خوانی پر دوسرے طلبہ سے بھی سوال وجواب کی نوبت آجاتی ہے اور پھر کبھی کبھی دیر تک اس عبارت پر تحقیق وتفتیش کا کام چلتا رہتا ہے۔

عبارت خوانی کا مرحلہ طے ہونے کے بعد سبق پڑھانے کی منزل آتی ہے۔ اولاً گزشتہ سبق کی اہم باتوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کرکے آج کے سبق سے ربط ذہنی پیدا کرتے ہیں اور عبارت کا مفہوم اپنے لاجواب اور دلنشین طرز تفہیم سے طلبہ کے دل ودماغ پر نقش فرماتے چلے جاتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے تفنن کلام اور تفنن حال وقال کا وہ جوہر بخشا ہے کہ غبی سے غبی اور حد درجہ کمزور وکند ذہن طالب علم بھی آپ کے درس میں بصد شوق شرکت کرکے سکون محسوس کرتا ہے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو ذہن میں

بآسانی اتار دینے میں آپ 'شہنشاہ تدریس' اور 'ملک التفہیم' کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر جماعت کے طلبہ کی خواہش رہتی ہے کہ ہماری اہم کتاب کا درس حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی کے پاس ہو۔

فقہی درس کے دوران جدید مسائل پر سیر حاصل بحث، فقہ حنفی کی آفاقیت اور اہمیت کا بیان، ائمہ مجتہدین کی کدوکاوش کا ذکر جمیل اور غیر مقلدین کی خوبصورت تردید کے جلوے قابل دید ہوتے ہیں۔

درمیان درس موقع ومحل کی مناسبت سے اپنے اکابرین خصوصاً مجدد اعظم اعلیٰحضرت سیدنا امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات جلیلہ سے طلبہ کا دامن علم وحکمت بھرتے رہتے ہیں۔

تفسیری درس میں عقائد اہلسنت کا اثبات بدعقیدوں کی بخیہ دری خاص کر عصر حاضر کے فتنوں میں صلح کلیت وفکری آوارگی کی تردید ضرور فرماتے ہیں اور نت نئے جنم لینے والے بہروپیوں کا تعاقب اور ان کی سرکوبی کا فریضہ بہت حسین و دلکش اور موثر انداز میں انجام دیتے ہیں۔ جس کسی فن کی کتاب کو پڑھاتے ہیں تو اس جذبہ اور دلجمعی سے پڑھاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے حضور والا کا یہی خاص فن ہے۔ دوران تدریس ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بسا اوقات طالب علم بے تکے اور بے معنی سوال بھی کر دیتے ہیں مگر آپ ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ مکمل اطمینان وسکون اور تحمل سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ انہی خوبیوں نے آج آپ کو دنیائے درس وتدریس کا عظیم الشان شہوار بنادیا ہے۔ بلکہ میں آپ کو "ملک التفہیمات" کے لقب سے یاد کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

فتویٰ نویسی کا آغاز

فتویٰ نویسی کے حوالہ سے دریافت کرنے پر حضور والا نے بتایا کہ:

"فقہ وفتاویٰ کی طرف رجحان 'دار العلوم ربانیہ باندہ' میں پیدا ہوا جس کا پس منظر یہ کہ:

جب میں باندہ درس وتدریس کے لئے پہنچا تو وہاں کا ماحول اور بود وباش، شہر کے باشندے اور ان کی زبان، علاقے کے لوگ اور ان کا رہن سہن سب کچھ میرے لئے اجنبی تھا جس سے میں بہت کبیدہ خاطر رہتا نماز عصر کے بعد دار العلوم کے استاذ محب مکرم حضرت مولانا نسیم محمد قادری باندوی صاحب کرم فرماتے اور کبھی کبھی تفریح کے لئے شہر یا باغوں کی طرف لے جاتے جس سے کچھ دل بہلتا مگر درسی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی کافی وقت بچتا ان وقتوں کو کام میں لانے کے لئے دل میں خیال آیا کہ حضرت استاذ محترم مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کبھی کبھی "فتاویٰ رضویہ" پڑھ پڑھ کر بعض اہم مسائل سناتے اور سمجھاتے تھے کیوں نہ "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ جاری کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر میری تنہائی، اجنبیت اور بے کاری کو دور کرنے کے لئے رب تعالیٰ نے مجھے بہترین ساتھی بشکل "فتاویٰ رضویہ" عطا فرما دیا۔ دار العلوم ربانیہ کے دار الافتا کی ذمہ داری کرم گستر حضرت مولانا مفتی نذر محمد

گونڈوی صاحب صدر المدرسین دارالعلوم کے سر تھی مگر کبھی کبھار میں بھی جواب لکھ دیتا اس طرح شوق وذوق کا قافلہ آگے بڑھتا رہا اور فقہی اسرار ورموز کے باب وا ہوتے رہے حتیٰ کہ ''دارالعلوم علیمیہ'' جمدا شاہی میں تدریسی خدمت پر مامور ہونے کے بعد یہاں کے ''دارالافتا'' کی مکمل ذمہ داری بھی میرے حصہ میں آگئی اور مسلسل ۱۴۱۸ھ سے اب تک بحمدہ تعالیٰ یہ کام انجام دے رہا ہوں۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی فقہ وافتا کی دولت فتاویٰ رضویہ کی رہین منت اور آپ کی ذہنی کدوکاوش اور دلچسپی کا نتیجہ ہے گو کہ آپ نے اس جادہ پیائی میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ، حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر دامت برکاتہم سے رہنمائی حاصل کی مگر اصل سرمایہ فتاویٰ رضویہ کی عطا ہے۔

تصنیف وتالیف

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ کسی کے پاس زبان ہے تو قلم نہیں کسی کے پاس قلم ہے تو زبان نہیں مگر تنہا میں ہی نہیں آج دنیا اس حقیقت کا اعتراف کر رہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالمنن نے صرف زبانی وقلم ہی نہیں بخشا ہے بلکہ بہت سارے علمی اوصاف وکمالات سے نوازا ہے۔ چنانچہ آپ بیک وقت مدرس، مصنف، مقرر، مناظر، مصلح اور ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت کی حیثیت سے شہرہ آفاق ہیں میں نے آپ کی تصنیف وتالیف کی ابتدا کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''دارالعلوم ربانیہ'' میں وقت کو کام میں لانے کے لئے مختلف علمی خدمت انجام دیتا اسی میں مضمون نگاری کا آغاز بھی ہے میں نے بہت سارے لوگوں کی بدخلقی کجروی تندمزاجی اور تلخ نوائی دیکھی تو ایک مختصر مضمون بعنوان 'اسلام میں اخلاق کا مقام' لکھا اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوا۔ اسی دوران ایک مضمون بعنوان 'علامہ ارشد القادری کی نثر نگاری' تحریر کیا جو ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف میں اشاعت پذیر ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے دوران ایک کتاب بعنوان 'عرس کی شرعی حیثیت' لکھی جس پر حضور فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ نے دعائے جمیل سے نوازا اور کتب خانہ امجدیہ نے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا۔ اس طرح تصنیف وتالیف کی طرف توجہ بڑھتی گئی اور قوم مسلم کے لئے جس طرح کی ضرورت محسوس کی اپنی استطاعت کے مطابق لکھتا رہتا ہوں۔''

حضرت مفتی صاحب نے اصلاح عقائد واعمال کے حوالہ سے چند اہم تصانیف امت کو عطا فرمائی ہیں جن میں ہر ایک اپنی افادیت واہمیت کے لحاظ سے منفرد ہے بعض تصانیف درج ذیل ہیں:

۱- عرس کی شرعی حیثیت

۲- جدید مسائل زکاۃ

۳- راہ عمل

۴- ازالۂ فریب بجواب تقلید شخصی کے آسیب

۵- تحقیقی جوابات

۶- مصطفیٰ جان رحمت اور آپ کی عائلی زندگی

۷- انوار فقیہ ملت

۸- تذکرہ علامہ اعجاز احمد ادروی

۹- طاہر القادری عقائد و نظریات

۱۰- تذکرہ علامہ عبد العلیم میرٹھی

۱۱- پائی اور تحقیقات رضویہ

۱۲- مسلک اعلیٰ حضرت کہنا کیسا؟

۱۳- حاشیہ تفسیر نعیمی اوّل

تقریر و خطابت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موصوف مکرم کو خطابت کا وہ جوہر بخشا ہے کہ بے ساختہ زبان پکار اٹھتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تقریباً پچیس سال پہلے باندہ قیام کے دوران آپ نے خطابت کی دنیا میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ ہند و بیرون ہند آپ کی شیریں بیانی اور اثر انگیزی کا شہرہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، تلنگانہ، کرناٹک، کیرلا، مہاراشٹر، گوا، دہلی، ہریانہ، راجستھان، ہماچل پردیش اور کشمیر کے علاوہ نیپال عمان، دبئی، اور افریقہ تک وعظ و تبلیغ اور تقریر و خطابت کے لئے مدعو ہوئے اور چھوٹی بڑی بے شمار نیشنل اور انٹر نیشنل کانفرنسوں میں شریک ہو کر محفل کو فیضیاب فرمایا۔

آپ کا تبلیغی سفر خالصاً لوجہ اللہ اور اسلام و سنیت کی نشر و اشاعت کے جذبہ کے تحت ہوتا ہے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں مذہب حق اہلسنت و جماعت مسلک اعلیحضرت کی بے باک ترجمانی فرماتے ہیں۔ بیان قرآن و حدیث اور اسلاف کی تعلیمات سے مکمل مزین اور بہت سنجیدہ اور باوزن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام

وخواص، علما اور دنیاوی تعلیم یافتہ سبھی حضرات آپ کے مداح ومدحت سرا اور آپ کی جادو بیانی کے معترف ہیں۔

میرے نزدیک آپ کی حیرت انگیز کامیابی اور عوام وخواص میں آپ کی حد درجہ پذیرائی آپ کے اخلاص و للّٰہیت کی برکت ہے۔

راقم السطور نے آج تک کسی بھی شخص کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ حضرت مفتی صاحب نے بھی کبھی کسی سے نذرانہ کا مطالبہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ زادِ راہ کی بھی از خود فرمائش نہیں کرتے بلکہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مقامات پر آپ نے سفر فرمایا تو نذرانہ الگ رہا مکمل کرایہ بھی لوگوں نے پیش نہیں کیا مگر حضرت مکرم نے داعی حضرات سے کچھ بھی شکوہ نہ کیا۔ رب تعالیٰ آپ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا تحفہ عطا فرمائے۔ آمین

سیرت وکردار

حضرت تاج الفقہا صاحب قبلہ کی تعلیم وتربیت جن پاکان امت اور نفوس قدسیہ کے زیر سایہ ہوئی زمانہ ان کی عظمت وسطوت اور پاکیزگی کردار کا معترف ہے۔ ان اصحاب فضل وکمال کی بابرکت صحبت نے حضرت مفتی صاحب کی سیرت وکردار کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

آپ کے اندر تواضع وانکساری، حلم وبردباری، جرأت وہمت، صبر وتحمل، حق گوئی وبے باکی، استقامت علی الدین، مسلکی تصلب، احترام علما، عقیدت اسلاف، احترام اکابر اور عوام وخواص سے جذبۂ محبت کا حصہ قابل فخر حیثیت سے موجود ہے۔ انہیں اوصاف وکمالات نے آپ کی شخصیت کو اتنا جاذب نظر بنا دیا ہے کہ عصر حاضر کے اکابرین اہلسنت کے نور نظر اور ان کے معتمد ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت اہلسنت کے حلقہ میں بے پناہ مقبولیت و محبوبیت کا مقام پا چکے ہیں۔ ع

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

شفقت ومحبت اور اخلاق کریمانہ

حضور مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالجلال نے جس شفقت و پیار بھرے دل سے نوازا ہے وہ قابل رشک ہے۔ آپ کی خدمت میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کی شفقت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ محفل میں بیٹھنے والے سبھی حضرات سے پیار بھرے انداز میں مخاطب ہونا ان کی بات سننا اور حسب ضرورت ان کے کام آنا حضرت والا کی عادت کریمہ ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا شہرہ عالمگیر ہے۔

بالخصوص طلبہ پر شفقت کا معاملہ تو بہت ہی نرالا ہے ان کی نگرانی، تربیت اور دیکھ بھال کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی

بیمار ہوجائے تو معلوم ہونے پر اس کی خبر گیری کرنا، دوا علاج کا انتظام کرنا، اس کے آرام کا خیال کرنا، اور تمام طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملنا، ان کی خیریت دریافت کرنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہمارے ممدوح کے کریمانہ عادات وسے اطوار میں شامل ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو بلا کر میدان عمل کے مصائب و آلام اور حالات وکوائف کے نشیب وفراز سے آگاہ فرماتے ہیں اور عملی زندگی کے وہ رہنما اصول بتاتے ہیں کہ آدمی ان پر عمل پیرا ہو کر کبھی ناکام نہیں ہوسکتا ہے۔

فارغ ہونے والے ان طلبہ کو ڈبڈبائی آنکھوں سے رخصت کرتے ہیں اور اپنی خطاؤں سے درگذر کرنے کے لئے طلبہ سے خود گزارش کرتے ہیں کردار کی یہ بلندی بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

احباب واقربا سے حسن سلوک

حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنے تمام احباب و متعلقین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مخلصین اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے خود تشریف لے جاتے ہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا یہ نتیجہ ہے کہ آج تک ان کا کوئی پڑوسی نالاں نظر نہیں آیا۔ آبادگی کے لوگوں کے گھروں پر جاکر ان کی خیریت لینا اپنا فرض محبت سمجھتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت، انتقال کر جانے والوں کے گھر تعزیت پیش کرنے کے لئے جانا اپنا اخلاقی منصب تصور فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محلہ اور شہر کے مسلمان خصوصاً نوجوان حضرات آپ سے بے پناہ محبت کرتے اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

عشق رسول

حضرت تاج الفقہاء دام ظلہ العالی عشق رسول کی دولت سے خوب خوب مالا مال ہیں۔ اپنی محفل میں محبت رسول کے فوائد و برکات کا خوب تذکرہ فرماتے ہیں۔ ذکر محبوب کائنات علیہ التحیۃ والثنا کے وقت کبھی کبھی آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے وقت ایک کیف طاری رہتا ہے۔ نعت حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سماعت کا بہت ذوق رکھتے ہیں اہل محفل نے بارہا دیکھا ہے کہ نعت خوانی کے دوران آپ پر رقت طاری ہوجاتی ہے اور آنکھیں گوہر اشک لٹانے لگتی ہیں۔

عاشق رسول مجدد دین وملت اعلیحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی لکھی نعتیں نہایت

شوق واہتمام سے سنتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول شریف کے دن 'عید میلا د النبی' کی مناسبت سے قریب رہنے والے طلبہ کو 'عیدی' کے نام پر نذرانہ عطافرماتے ہیں اور یوں گنگناتے ہیں۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حق گوئی و بے باکی

آج عموماً دیکھا جارہا ہے کہ تملق اور چاپلوسی کا ہر طرف بازار گرم ہے خوشامد کو عصر جدید کا بہترین فن اور آرٹ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ عہدہ اور جاہ ومنصب کے حصول کے لئے اخلاق کی تمام حدیں توڑ کر وہ مداہنت اور چاپلوسی کرتے ہیں کہ

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

چاپلوسی کا یہ عالم ہے کہ پڑھے لکھے کہے جانے والے بھی حق وصداقت کے بجائے ناحق اور نور کی جگہ ظلمت وتاریکی کا ساتھ محض اس بنا پر دے رہے ہیں کہ کچھ حطام دنیا ہاتھ آجائے۔

ان حالات میں حق کی آواز بلند کرنا یقیناً جہاد سے کم نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں رب کائنات نے حق گوئی کی دولت بے بہا سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضور مفتی صاحب بھی بحمدہ تعالیٰ انہیں بندگان خدا میں ہیں جو شرعی معاملات میں تملق و مداہنت کو کوئی راہ نہیں دیتے بلکہ برملا اظہار حق فرما کر اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مگر کوئی چیز آپ کو حق بات کہنے سے نہیں روکتی ہے۔ جب حاسدین اور فتنہ پروروں کی طرف سے کوئی مشکل ڈالنے کی سازش ہوتی ہے تو آپ امام اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر گنگنا کر سکون قلب حاصل کر لیتے ہیں۔ ع

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

اسلام وسنت کی اشاعت کا جذبہ

حضور تاج الفقہا صاحب اکثر فرماتے ہیں کہ

''فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ کسی کا نائب حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو اصل

کے کاموں کی انجام دہی میں لگا رہے، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری زندگی بھر لوگوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت میں لگے رہے تو آپ کا نائب حقیقت میں وہی عالم ہے جو ہمیشہ اسلام و سنیت کو پھیلانے کی فکر اور لوگوں کے ایمان اور عقیدے کی حفاظت میں مصروف رہے۔''

اس اعتبار سے جب ہم اپنے ممدوح پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے قول کے مکمل مصداق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے درمند دل کی کیفیت کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو آپ کی حاشیہ نشینی کا شرف رکھتے ہیں۔

اپنی آبادی کے لئے تو فکر مند رہتے ہی ہیں قرب و جوار ہی نہیں بلکہ اب تو عالمگیر پیمانے پر دعوت و تبلیغ اور اشاعت سنیت کے حوالہ سے آپ کی شخصیت بڑی جانی پہچانی ہوگئی ہے۔

ہندوستان بھر میں کہیں بھی مسلکی معاملات درپیش ہوتے ہیں اگر وہاں مفتی صاحب کو یاد کیا گیا تو بلا فکر سود وزیاں اور بلا خوف لومۃ لائم ہر ممکن کوشش کر کے وہاں تشریف لے جاتے ہیں اور احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لوگوں کے مذہبی و اعتقادی سوالات کے تسلی بخش جوابات بڑی خندہ پیشانی سے آسان لب و لہجہ میں عطا فرما کر قلوب و اذہان میں یقین و ایمان کا نور بھر دیتے ہیں۔

ایم پی، کیرلا، کرناٹک، اڑیسہ اور یوپی کے علاقے میں آپ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہزاروں لوگ مذہب و مسلک میں پختہ ہوئے وہابیت و نجدیت سے محفوظ ہوئے صلح کلیت و آزاد خیالی کے طوفان سے بچ گئے اور مذہب حق اہلسنت و جماعت مسلک اعلیحضرت پر سختی سے کاربند ہوگئے۔

آپ جہاں بھی رہتے ہیں دنیاوی امور کی طرف دلچسپی کم، مدارس عربیہ میں ہونے والی وحشت ناک سیاست سے دور، لوگوں کی ذاتیات کی ٹوہ سے متنفر اپنی محفل کو 'مذہبی بزم' اور 'دینی نشست' بنانے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔

مسلم نوجوانوں کے عقائد کے تحفظ کے لئے ان سے رابطہ قائم کر کے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی تعلیمات سے ان کو مزین فرماتے ہیں۔

آپ کی ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج عصری و دینی تعلیم گاہوں، یونیورسٹیز اور آفیسز میں کام کرنے والوں، تجارت پیشہ اور عام نوجوانوں کا بڑا طبقہ آپ کا گرویدہ اور شیدائی ہے۔

ہندو بیرون ہند لاکھوں لوگ آپ کی شیریں مقالی اور سچے خلوص کے نتیجہ میں آپ پر عاشق و وارفتہ نظر آتے ہیں۔ سچ کہا ہے شاعر نے

ہجوم بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبر کرے تو کوئی کمال پیدا

اولیاے کرام سے محبت والفت

ہمارے ممدوح حضرت تاج الفقہا صاحب قبلہ کو سلف صالحین اور اولیائے کرام کی عقیدت ومحبت اور ان کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ بحمدہ تعالیٰ خوب حاصل ہے۔ چنانچہ آج تک کسی کان میں یہ آواز نہ پہنچی ہوگی کہ حضرت والا فلاں بزرگ کے متعلق ایسا ویسا کہتے ہیں بلکہ محفل درس وتدریس ہو یا بزم وعظ وتبلیغ موقع ومحل کی مناسبت سے بزرگان دین کے ذکر جمیل سے مجلس کو لالہ زار بنائے رہتے ہیں۔

البتہ بعض بزرگوں سے حد درجہ عقیدت ومحبت اور الفت و پیار کرتے ہیں۔ ان نفوس قدسیہ میں میر میراں پیر پیراں غوث الاغواث قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا تارک السلطنت حضور مخدوم پاک کچھوچھوی رضی اللہ عنہ، حضور سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں۔ اور ماضی قریب کے بزرگوں میں حضور صدر الافاضل، حضور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، حضور مبلغ اسلام، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت اور حضور شعیب الاولیاء علیہم الرحمہ سے خصوصی محبت فرماتے ہیں۔

فاتحہ خوانی میں مذکورہ بزرگان دین کے اسمائے مبارکہ کو بالالتزام ذکر فرماتے ہیں اور ان کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔

میرا وجدان بول رہا ہے کہ ان بزرگوں کی عقیدت ومحبت کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ آج مفتی صاحب اپنے معاصرین میں منفرد و یگانہ ہیں اور اس کم عمری میں ہی آسمان کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ حضرت مفتی صاحب ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ

"میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ایک اہم پروگرام میں مدعو کیا گیا۔ کینیڈی ہال میں پروگرام ہونا تھا اور میرا یہ پہلا اتفاق تھا کہ خالص علمی اور وہ بھی دنیوی ماحول میں خطاب کرنا تھا۔ علی گڑھ جانے سے قبل میں مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد اساتذہ کرام سے دعا لینے پہنچا استاذ گرامی حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب قبلہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت نے فرمایا مولانا! آپ بتایئے کہ انسان دنیا میں کن چیزوں کی زیادہ خواہش رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی حضرت ہی فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا! تین چیز کی (۱) عزت (۲) دولت (۳) شہرت اور پھر تھوڑا توقف کرکے فرمایا کہ "اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سب اسی عمر میں بخش دیا۔ میں نے کہا! حضرت یہ آپ سب کی دعاؤں کا ثمرہ ہے ورنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"۔

وقت کی قدر و قیمت

آج عام طور پر یہ مشاہدہ ہے کہ خواص وعوام علما وطلبہ اور پڑھے بے پڑھے سب ضیاع وقت میں لگے رہتے ہیں۔ مدارس کی دنیا کا جو حال ہے اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے گھنٹوں 'مجلس تضیع اوقات' جمانا کوئی بات نہیں ہے۔

مگر ہمارے ممدوح حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کی جس طرح قدر فرماتے ہیں وہ لائق تقلید ہے۔

صبح نماز فجر کے بعد مختصر اوراد و وظائف اور سیر سے فارغ ہو کر درس کا وقت ہونے تک مطالعہ کتب اور فتویٰ نویسی میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی درمیان چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر درس گاہ میں جلوہ فرما ہو جاتے ہیں اور پورے جوش و جذبہ اور دلچسپی سے درس دیتے ہیں۔

ادارہ کی منصبی ذمہ داری سے فارغ ہو کر نماز ظہر اور پھر کھانا تناول فرما کر نماز عصر تک آرام کر کے نماز اور دیگر علمی مشاغل میں لگ جاتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ رات دیر تک جاری رہتا ہے۔

آپ اپنا وقت فضول اور بے کار کاموں میں لگانے کو بہت بڑا جرم مانتے ہیں یہ وقت کی قدر دانی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج چار دانگ عالم میں آپ کے علم و فضل، تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف اور دینی خدمات کا شہرہ ہے اور اکابرین ملت کی بارگاہوں میں درجۂ اعتماد حاصل ہے۔ وقت کی قدر دانی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کار افتا کی مکمل ذمہ داری آپ کے سر ہے مگر اتنا اہم اور عظیم الشان کام آپ اوقات تعلیم کے علاوہ وقت میں کرتے ہیں ادارہ کی طرف سے نہ تو اس کے لئے کوئی وقت کی سہولت ہے اور نہ ہی کوئی اضافی خدمت وصلہ، مزید دعوت و تبلیغ کا کام اس کے علاوہ ہے سچی بات یہ ہے کہ وقت کی وقعت واہمیت کا ہنر آپ سے سیکھا جائے۔

ایمانی غیرت وحمیت

اگر مذہب و مسلک کے خلاف کوئی سر ابھارتا ہے تو حضور تاج الفقہا صاحب بلا تاخیر اس کی سرکوبی کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے بے شمار واقعات ہیں مگر یہاں دو چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

آج سے تقریباً بائیس سال قبل شہر خلیل آباد کی عیدگاہ پر دیوبندیوں نے ناجائز قبضے کا منصوبہ تیار کیا اور پھر سخت بادل ہوتے ہوئے بغیر رویت ہلال ۲۹ رمضان المبارک کو یہ اعلان کر دیا کہ کل عیدگاہ میں ہم لوگ نماز ادا کریں گے۔

۳۰ رمضان المبارک کو دیوبندیوں کے علاوہ پورا علاقہ روزہ دار تھا علی الصباح شہر کے لوگوں نے مفتی صاحب کو دیوبندیوں کی حرکت اور ان کی سازش سے آگاہ کیا۔

آپ یہ خبر سنتے ہی بے چین ہوگئے اور فوراً دیوبندیوں کی کتابوں کا بنڈل تیار کیا اور اپنے محلہ کے چند حضرات کو لے کر عیدگاہ پہنچ گئے۔ رفتہ رفتہ کچھ دوسرے محلہ کے مسلمان بھی جمع ہوگئے فورس بھی آچکی تھی۔ مفتی صاحب نے مجمع عام میں کھڑے ہوکر دیوبندیوں کے کفری عقائد بیان کرنا شروع کر دیا اور شہر کے دیوبندیوں کا نام لے لے کر للکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے کہ:

”نماز مسلمانوں کے لئے ہے دیوبندیو! آؤ تم پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو پھر عیدگاہ میں نماز پڑھنا“

تقریباً گیارہ بجے دن تک مفتی صاحب اپنے ساتھیوں کو لے کر ’عیدگاہ‘ پر کھڑے دیوبندیوں کو للکارتے رہے مگر کسی بھی دیوبندی میں حق کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نماز پڑھنا تو دور کی بات عیدگاہ کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

سچ ہے!

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

دوسرا واقعہ

چھ سال قبل شہر خلیل آباد کے مضافات میں واقع موضع پٹھ کھولی کے متعلق محترم حافظ وقاری محمد شکیل صاحب ساکن محلہ بدھیانی نے بتایا کہ وہاں کوئی دیوبندی لوگوں کے عقیدے کو خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ گاؤں بحمدہ تعالیٰ اہلسنت کی آبادی پر مشتمل ہے اگر توجہ نہ کی گئی تو لوگ بدعقیدہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے فوراً وہاں سے رابطہ کر کے چند لوگوں کو اپنے دولت خانے پر بلایا اور فرمایا میں فلاں دن آپ کے گاؤں آرہا ہوں صرف روشنی مائک اور بیٹھنے کا انتظام کرلیں۔ چنانچہ

آپ وقت متعینہ پر دیوبندی عقائد کی کتابیں اور چند نوجوانوں کو لے کر پہنچ گئے۔ گاؤں کے تمام مسلمان حضرت والا کا ایمان افروز باطل سوز خطاب کو سننے کے لئے سیلاب کی مانند امنڈ پڑے۔ تلاوت ونعت کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ’عظمت رسول خدا‘ پر خطاب شروع فرمایا اور پھر درمیان میں دیوبندیوں کے کفری عقائد ان کی کتابوں سے پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کیا دو گھنٹہ سے زیادہ یہ سلسلہ جاری رہا اور خرمن باطل پر حق کی برق باری ہوتی رہی جس کے نتیجہ میں اہلسنت کی حقانیت کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ آج تک چمک رہا ہے ورنہ نجدیت کی زہریلی فضا سب کو موت کی نیند سلا سکتی تھی۔

تیسرا واقعہ

ابھی دو سال قبل کی بات ہے شہر خلیل آباد کے محلہ مڑیا خاص میں کوئی ندوی مولوی آیا اور شب برأت کے حوالہ سے کچھ بکواس کی اور حسب روایت وہابیت معمولات اہلسنت پر شرک و بدعت اور ناجائز و حرام کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو ورغلایا اور اہلسنت کی تحقیر و تذلیل کی۔

محلہ کے لوگ خاص کر جناب محمد شمشیر رضوی اور محمد عارف رضوی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہابی مولوی کی خرافات سے آگاہ کیا۔

پھر کیا تھا حضرت والا مضطرب و پریشان ہو گئے اور دو روز کے اندر علمائے کرام و ائمہ مساجد خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد عالمگیر رضوی صاحب استاذ دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، حافظ ماجد علی صاحب، قاری محمد رفیع الدین صاحب اساتذۂ بحرالعلوم خلیل آباد، مولانا نوشاد احمد، مولانا توفیق احمد صاحبان کا نورانی قافلہ لے کر مڑیا پہنچ گئے اور معمولات اہلسنت کی صداقت وحقانیت کے حوالے سے ایسے بیانات ہوئے کہ وہابیت کا جنازہ نکل گیا اور سنیت کا چہرہ روشن ومنور ہو گیا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن کو قلمبند کرنے کے لئے دفتر کا دفتر درکار ہے مگر انہیں واقعات سے اہل علم پر یہ حقیقت مثل آفتاب روشن ہو جائے گی کہ حضرت موصوف مکرم کو رب تعالیٰ نے کیسی غیرت وحمیت بخشی ہے اور کس درجہ ایمانی حرارت اور جوش وجذبہ سے شاد کام کیا ہے۔

قوت فیصلہ اور تدبیری صلاحیت

کسی اہم اور حساس مسئلہ میں حیران و پریشان ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ نازک حالات میں اضطرابی کیفیت سے دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ مگر ان حالات میں دامن صبر وتحمل چھوڑ دینا اور صرف آہ وزاری کرنا معاملہ کا حل ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔

اختلاف وانتشار کے ماحول میں یا کسی اہم موڑ پر بروقت کوئی نتیجہ خیز فیصلہ کرنا ایک اہم بات ہے اور ایسی لیاقت کے افراد کم پائے جاتے ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ حضرت تاج الفقہا صاحب کو رب تعالیٰ نے بہترین قوت فیصلہ بخشی ہے اور فکر وتدبیر کی اعلیٰ صلاحیت سے نوازا ہے۔ نازک سے نازک معاملہ کو بروقت اپنے ناخن تدبر سے ایسا سلجھاتے ہیں کہ لوگوں کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔

محترم ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب ساکن بدھیانی سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ
ایک مرتبہ آبادی میں واقع تالاب کی مچھلیوں کو لے کر دو فریق میں سخت اختلاف ہو گیا نوبت جنگ و جدال اور لڑائی تک پہنچ گئی۔

حضرت والا نے جب یہ حالات دیکھے تو دونوں فریق کے اہم اور ذمہ دار لوگوں کو اپنے گھر بلایا جن میں پردھان علی حسن خان، الحاج سیٹھ مقبول احمد، ماسٹر حبیب اللہ، محمد حسن مرحوم خاص کر موجود تھے۔
آپ نے قرآن کریم کی تلاوت اور نعت پاک سے مجلس کا آغاز کیا اور پھر نہایت درد بھرے انداز میں دونوں فریق کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا ان حضرات نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ایسا فیصلہ تحریر فرمایا کہ دونوں فریق نے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسی دن سارا باہمی نزاع رفع دفع ہو گیا اور آبادی کے لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ ہو گئے۔

محترم صدام حسین سابق صدر عراق کی پھانسی عید الاضحیٰ سے غالباً چند روز قبل عمل میں آئی، اس ظالمانہ کردار کی وجہ سے امریکہ کے خلاف مسلمان بالخصوص نوجوانوں میں غم و غصہ کی ایسی لہر تھی کہ ہر طرف جوش و جذبہ کا منظر دیکھا جا رہا تھا۔

مسلمانوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر مشرکین جل بھن کر امریکہ کی حمایت میں آنے لگے تھے۔
خلیل آباد میں بھی حالات دگرگوں ہو رہے تھے اگر مسلمان جذبات میں امریکہ کے خلاف احتجاج کے لئے روڈ پر آتے تو بہت ممکن تھا کہ اعداء دین مسلمانوں کی مخالفت میں اتر پڑتے اور معاملہ سنگین صورت اختیار کر جاتا۔
مفتی صاحب نے حالات کا جائزہ لیا اور فوراً معززین شہر کی مشاورتی نشست محترم الحاج محمد عمر صاحب کپڑے والے کی دوکان پر قائم فرمائی۔

گفتگو اور مشورہ میں لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ آخر میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ
"ظلم کے خلاف آواز اٹھے مگر اپنے حالات کو قابو میں رکھنا بھی لازم ہے۔ جذبات کے تحت کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے کہ اپنا ہی نقصان ہو، ساتھ ہی غیرت و حمیت اسلامی اور جذبہ قومیت بھی برقرار رہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ کے موقع پر تمام عیدگاہوں میں امریکہ کے ظلم و تشدد کی مذمت ہو اور عراق کے لئے دعا ہو۔ لوگ بعد نماز عیدگاہ سے اجتماعی طور پر نکلیں اور اپنے اپنے قریب کے چوراہے پر مذمتی بیان کے بعد امن و امان اور اسلام و مسلمین کی حفاظت و بقا کے لئے دعا کر کے گھروں کو واپس چلے جائیں"۔
موجودین نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے اسے آخری شکل دے دی۔ چنانچہ تمام عیدگاہوں کے ذمہ دار حضرات نے ایسا ہی کیا جس سے احتجاجی آواز بھی بلند ہو گئی اور امن و امان بھی بحال رہا۔

ان واقعات سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے کہ رب کائنات نے مفتی صاحب کو جہاں بینی و جہاں بانی کے ساتھ قومی قیادت اور مذہبی رہنمائی کرنے کی خوبیوں سے کس طرح نوازا ہے اور حساس معاملات کو حسن تدبیر کے ذریعہ حل کرنے کی کیسی لیاقت عطا فرمائی ہے۔

جذبۂ مہمان نوازی اور دریا دلی

حضرت تاج الفقہا صاحب کے دردولت پر جانے والا یہ تاثر ضرور لے کر آتا ہے کہ یہ شخصیت بخل اور کنجوسی سے دور جود و سخا، خلق حسن اور دریا دلی کا پیکر ہے۔ رب کائنات نے کشادہ دست، کشادہ ظرف اور کشادہ قلب سے ایسا سرفراز کیا ہے کہ کم حضرات اس درجہ کے حامل نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''بزرگوں کا فرمان ہے طمع مت کر، منع مت کر، جمع مت کر اور میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

اہم شخصیات کے آنے پر فراخ دلی کا مظاہرہ تو ہوتا ہی ہے۔ عام لوگ بھی مختلف انواع و اقسام کے سامان خورد و نوش سے شاد کام ہوتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی فیاضی کا جلوہ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ ؏

تاحشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

فقہی بصیرت

اب آخر میں آپ کی فقہی ژرف نگاہی اور علمی تیقظ و بیدار مغزی کے حوالہ سے کچھ عرض کرنے اور فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں آپ کی تحقیق و تدقیق کی بکھری خوشبو سے قارئین کے مشام علم و حکمت کو مشکبار کرنے کے لئے راقم چند سطریں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت تاج الفقہا صاحب نے اپنی عنان توجہ کو فقہ و فتاویٰ کی طرف دارالعلوم ربانیہ شہر باندہ کے دوران قیام میں ہی مبذول فرمادی تھی اور گاہے بگاہے فتویٰ نویسی کا کام انجام دے دیتے تھے مگر دارالعلوم علیمیہ میں تشریف آوری کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر آپ نے سنبھال لی اور آج ہندوستان کے صف اوّل کے محققین اور مشاہیر فقہ و فتاویٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں 'ازالہ فریب' کے اندر بکھرے فقہی مباحث اور رسالہ 'جدید مسائل زکاۃ' اور 'پیام حرم' میں شائع فتاوی آپ کی اعلیٰ فقہی لیاقت اور خداداد صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور درجنوں جدید عنوانات پر لکھے گئے تحقیقی فقہی مقالات آپ کی فنی مہارت و بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔

ان سب کے علاوہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ مسمی بہ 'فتاویٰ علیمیہ' علم و حکمت اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایک شاندار

اضافہ نئے مسائل و معاملات میں شرعی اور دینی رہنمائی کے لئے عظیم تحفہ، عوام و خواص اور اہل دانش و بینش کے لئے بہترین سوغات اور اہل دولت و ارباب تجارت کے لئے بیش بہا فقہی سرمایہ ہے۔ اسی بنا پر میں اپنے ممدوح گرامی کو ''تاج الفقہا'' کے لقب سے یاد کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں یہ خطاب بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ حضور تاج الفقہا صاحب قبلہ کا سایۂ کرم اور ظل ہمایون تادیر صحت و عافیت کے ساتھ امت مسلمہ کے سروں پر قائم رہے اور آپ کی علمی کدو کاوش سے دنیا فیضیاب ہوتی رہے۔

مرکز تربیت افتا اوجھا گنج کی نگرانی

حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے اچانک وصال سے دنیائے فقہ و فتاویٰ میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا تھا۔ بے شمار مسائل و مشکلات کے ساتھ ایک اہم مشکل یہ بھی سامنے کھڑی ہو گئی تھی کہ آپ کے قائم کردہ مفتی ساز ادارہ بنام 'مرکز تربیت افتا' میں موجود تربیت افتا لینے والے طلبہ کرام کے جوابات کی تصحیح اور ان حضرات کی نگرانی کا فریضہ کون انجام دے گا۔ ارکان ادارہ اور احباب اہلسنت اس مشکل سے دو چار تھے مگر رب تعالیٰ نے اس گلستان کی سرسبزی و شادابی کے لئے گھر کا ایک باغبان اور مالی عطا فرما دیا۔

چنانچہ ۵؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۰۱ء کو قل شریف کی محفل میں علمائے کرام نے بالاتفاق آپ کو ادارہ کا نگراں مقرر کیا آپ مستقل انتظام ہونے تک برابر جمد اشاہی سے اوجھا گنج تشریف لے جاتے اور اپنا فریضہ ادا فرماتے رہے۔

فقہی سمیناروں میں شرکت

امت مسلمہ کے سامنے نت نئے مسائل آتے رہتے ہیں ان مسائل کا شرعی حل نکالنے کے لئے ارباب علم و حکمت اور اصحاب فقہ و فتاویٰ سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور قوم کی صحیح رہنمائی کے لئے پوری جدو جہد کرتے ہیں۔ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء سے حضرت تاج الفقہا صاحب اہل حکمت کی ایسی اہم مجلسوں میں صرف بحیثیت سامع و ناظر نہیں بلکہ بحیثیت باحث و مناظر شریک ہوتے ہیں اور فقہی مسائل پر اپنی بالغ نظری کا جلوہ دکھاتے ہیں۔ برسہا برس سے یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ اب تو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے سمیناروں میں اکابرین کی نگاہ کرم سے روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے تیسرے فقہی سیمینار کی رپورٹ میں ہے۔

''یہاں ان چند مندوبین کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں جن کے وسعت مطالعہ، کثرت تفحص و فقہی مذاکرات

نے ان مسائل کے شرعی حل کو قریب سے قریب تر کردیا وہ ہیں حضرت ممتاز الفقہا محدث کبیر و مفتی معراج القادری و مفتی ناظم علی رضوی و مفتی اختر حسین (قادری) علیمی و مفتی قاضی شہید عالم صاحب، خدائے قدیر ان کی فقہی بصیرتوں میں اضعافاً مضاعفۃً روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۶ء ص:۳۲)

ابھی چند ماہ قبل وارث علوم اعلیٰحضرت شیخ الاسلام والمسلمین آقائے نعمت حضور تاج الشریعہ علامہ و مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ

"اہلسنت کے لوگ اس وقت فیوض و برکات لینے اور مسائل شرعیہ جاننے کے لئے کن علمائے کرام کی طرف رجوع کریں تو آپ نے فرمایا"۔

"محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی، مفتی محمد اختر حسین علیمی قادری، مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی محمود اختر صاحب ممبئی، حضور تاج الشریعہ نے جن علمائے حق کی طرف مسلمانوں کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا ان میں حضرت مفتی صاحب کا ذکر کر کے یہ واضح فرمادیا کہ بحمدہ تعالیٰ حضرت والا مسائل شرعیہ کے حوالہ سے ایک معتبر و مستند ذات ہے اور ان کے بیان کردہ فتاویٰ اور مسائل لائق عمل اور قابل اعتبار ہیں۔

آپ کی شخصیت کا نقشہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی، صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے یوں کھینچا ہے "محب مکرم جناب مولانا محمد اختر حسین قادری صاحب دام مجدہم نوجوان علما میں اچھی صلاحیت کے مالک، ذہین و فطین، اخاذ، نکتہ رس، دین کا درد رکھنے والے با اخلاق عالم دین ہیں فقہ کا بھی اچھا ذوق ہے کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔" (پانی اور تحقیقات رضویہ، ص:۴)

قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر

اسلامی احکام و مسائل میں بہت سے امور ایسے ہیں جن میں قاضی شریعت کے بغیر عمل دشوار ہے۔ امت مسلمہ کی پریشانیوں کو دور کرنے اور ان کے الجھے مسائل کو حل کرنے کے لئے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ بریلی شریف اور نائب قاضی القضاۃ حضور محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی گھوسی شریف نے مختلف اضلاع کے لئے قاضی شریعت کا تقرر فرمایا ہے جو اپنے اپنے حدود میں مصروف کار ہیں۔

"ضلع سنت کبیر نگر" کے منصب قضا کو تفویض کرنے کے لئے ان اکابرین ملت اور اساطین امت کی نگہ انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی۔ چنانچہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے مورخہ ۱۳/۱۴/۱۵/ رجب

المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۴ تا ۲۶ جون ۲۰۱۳ء کو منعقد فقہی سیمنار کی محفل علماء ومشائخ میں حضرت مفتی صاحب کو بحیثیت 'قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر' منتخب ومقرر کیا گیا فللہ الحمد۔

حضرت والا اس وقت سے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اس منصب کے کاموں کو بھی انجام دے رہے ہیں اور قوم کے مسائل حل فرمارہے ہیں۔

بیرون ہند اسفار

حضرت مفتی صاحب نے ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں پہلی بار ماہ رمضان المبارک میں گرامی قدر حافظ محمد مومن خان رضوی ساکن جھانسی کے ہمراہ حرمین طیبین کا مقدس سفر بہ نیت عمرہ کیا اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء ماہ ربیع الاول شریف میں دوبارہ عمرہ کے لئے محب محترم جناب آس محمد خان رضوی صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں حج فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حاضری دی۔

دعوت وتبلیغ کے لئے ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں 'ملاوی' افریقہ کا سفر فرمایا۔ ایک ہفتہ 'لیلانگوے' اور ایک ہفتہ 'برنٹائل' اور 'لمبی' میں ایمان افروز خطابات سے نوازا۔

۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء سے 'متحدہ عرب امارات' کا سفر فرمارہے ہیں جہاں بے شمار حضرات آپ کے فیوض وبرکات اور علمی وفقہی کلمات سے مستفیض ہورہے ہیں۔

پڑوسی ملک 'نیپال' بھی تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت ممدوح کا علمی فیضان عرب وعجم میں جاری ہے۔

تحریر کے اختتام پر مجھے یہ لکھتے ہوئے مسرت ہورہی ہے کہ عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت کے حوالہ سے کچھ تحریر کرنے کی سعادت احقر کے حصہ میں آئی اور اپنے انداز واسلوب میں حضرت تاج الفقہا صاحب کی زندگی کے چند پہلو نہایت اختصار کے ساتھ قوم کے سامنے رکھنے کا موقع میسر آیا ابھی اس ہشت پہلو ذات کے نامعلوم کتنے تابناک گوشے اوراجاگر ہوں گے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں بصد خلوص دعا ہے کہ ملت کی اس عظیم امانت کی حفاظت فرمائے۔ حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے اور عرب وعجم کو آپ کی تدریسی، تصنیفی، تعلیمی، فقہی، تنظیمی اور سماجی خدمات سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

طالب دعا

(مولانا) محمد قمر الدین رضوی

خادم دار العلوم مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف، یوپی

۱۷ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

منظوم

تاثر گرامی اور مادۂ تاریخ

از: حضرت علامہ عبدالقدوس سالک بستوی صاحب

(۱) حمد الٰہی مونس و ہمدم نعت رسالت دافع ہر غم
(۲) لاکھوں درودوں کے نذرانے ہیں پیش سلطان دو عالم
(۳) اصحاب سرکار مدینہ پر رب کی رحمت ہو دائم
(۴) پیارے نبی کی آل پہ بھی ہو جو ہیں رموز دیں کے محرم
(۵) فقہائے احناف خصوصا مذہب حق کے فقیہ اعلم
(۶) یعنی حضرت ابو حنیفہ کا نوری فیضان ہے ہردم
(۷) عجز سراپا مفتی صاحب کہتے ہیں یہ با چشم نم
(۸) صرف خدا کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اور یہ کارِ معظم
(۹) کر فیضِ رضا سے ہیں یہ فتاوی زخمِ دلِ سائل کے مرہم
(۱۰) سال طبع فتاوی بھر کیا کب یہ چھپا ہے صحیفۂ محکم
(۱۱) تاریخ ہجری کی خاطر کی جب ہم نے کوشش پیہم
(۱۲) آئی ندا اے سالک لکھ دو فقہ، تقیع، امام اعظم

۱۴۳۸ھ

تہنیت بر ''فتاویٰ علیمیہ''

نتیجۂ فکر

از

حضرت علامہ عبدالقدوس سالک مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد، مولیٰ کی فقہ اکبر (۱) ہے

نعت سرکار فضلِ داور ہے

ان پہ لاکھوں درود لاکھوں سلام — ملکیت جن کی حوضِ کوثر ہے

ان کے اصحاب وآل پر بھی ہو — جن کی عزت پہ سب نچھاور ہے

جو ہیں غوّاصِ ملتقی الابحر، (۲) — جن کا ہر فردِ حق کا پیکر ہے

خامۂ حق رقم تو چلتا رہ — طبعِ سالک بھی آج بہتر ہے

کام لیتا ہے حق بیانی سے — خاندانی جو اپنا جوہر ہے

اے مبارک قلم، مرا ممدوح — بحرِ افتا کا اک شناور ہے

وہ مناظر، فقیہ و متکلم — جس کی عظمت کا چرچا گھر گھر ہے

مشغلہ جس کا ردِّ گمراہاں — عشقِ سرکار جس کا محور ہے

فیض کہئے فقیہِ ملت (۳) کا — جا بجا جن کا رنگ اجاگر ہے

کیوں ڈرے وہ یزیدیوں سے بھلا — دستِ شبیر (۴) جس کے سر پر ہے

دورِ حاضر کے مرجعِ فقہا — مصطفےٰ کی ضیا (۵) کا مظہر ہے

جو ہے تاج الشریعہ (۶) کی چاہت — اللہ اللہ کیا مقدر ہے

جانشینِ رضا (۷) کا ہے ہمنام — یعنی اسمِ گرامی اختر (۸) ہے

ہے کرم صاحبین (۹) کا بے حد — بو حنیفہ (۱۰) کا فیضِ انور ہے

یہ، فتاوی علیمیہ ،بے شک — فقہ حنفی کا ایک دفتر ہے

قابل رشک کارناموں میں — واقعی بے بہا ،یہ گوہر ہے

دیکھ کر اس کا زور استدلال — فکر، حیران ،عقل ،ششدر ہے

مرحبا اس کی خوشبوئے تحقیق — سے مشام جہاں معطر ہے

''درِ مختار''(۱۱) حرف حرف اس کے — ''رد محتار''(۱۲) اس کا زیور ہے

پیاس اپنی بجھائیں تشنہ لب — ''بحرِ رائق''(۱۳) سا،حسنِ منظر ہے

مفتیانِ زمانہ کہتے ہیں — گویا کوزے میں اک سمندر ہے

''ایں سعادت بزورِ بازو نیست'' — بس عطائے خدائے برتر ہے

اپنے مرشد کا ہے کرم سالک(۱۴)

دل کی دنیا بڑی منور ہے

---

(۱) سیدنا امام اعظم کی مشہور تصنیف کی طرف اشارہ ہے اور یہاں لغوی معنی مراد ہے یعنی حمد الٰہی کرنا ہی سب سے بڑی دانشمندی ہے

(۲) فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہے مگر یہاں کتاب ومصنف مراد ہے

(۳) صاحب ''فتاوی علیمیہ'' کے خسر محترم صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ ، بانی دار العلوم اہلسنت ارشد العلوم اوجھا گنج بستی ، یوپی

(۴) مصنف محترم کے استاذ خاص جامع معقول ومنقول استاذ العلماء علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ،فیض آباد، یوپی

(۵) شہزادہ صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفےٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ نائب قاضی القضاۃ فی الہند بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔

(۶) جانشین مفتی اعظم ہند مرشد برحق آقائے نعمت تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قاضی القضاۃ فی الہند بریلی شریف

(۷) حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ

(۸) مصنف ''فتاوی علیمیہ''

(۹) سیدنا امام ابو یوسف اور سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۱۰) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد چنیدہ موتی

(۱۲) فقہ حنفی کا مایہ ناز سرمایہ

(۱۳) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد خوشگوار سمندر ہے

(۱۴) شاعر محترم مولانا عبد القدوس سالک بستوی صاحب ،زید مجدہ۔۔۔ شکر اللہ قادری علیمی

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

فتاویٰ علیمیہ (جلداوّل)

از

کتاب الطہارت

تا

کتاب الحج

فہرست مسائل فتاویٰ علیمیہ جلد اوّل

كتاب الطهارة

وضو وغسل کا بیان

كتاب الصلاة

آذان واقامت کا بیان

جماعت کابیان

نفل و تراویح کا بیان

قضا نماز کا بیان

سجدہ سہو کا بیان

مسافر کی نماز

جمعہ کا بیان

عیدین کا بیان

جنازہ کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا بیان

صدقۂ فطر کا بیان

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

اعتکاف کا بیان

کتاب الحج

حج کا بیان

فہرست جدید مسائل

کتاب الطھارۃ

وضو وغسل کا بیان

کتاب الصلاۃ

اذان واقامت کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا بیان

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

کتاب الحج

حج کا بیان

هو العليم

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ رَبِّ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِهٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطهارة

قال اللّٰہ تعالیٰ

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ﴾

(المائدہ/٦)

یعنی

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھلو۔

از ص: ۹۵	تا	ص: ۱۰۸

کل فتاویٰ: ۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الطھارۃ

طہارت کا بیان

واشنگ مشین میں دھلے کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کپڑا دھونے کی مشین سائنس کی ایجاد ہے، اس میں ایک ساتھ کئی کپڑے دھونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ناپاک و پاک کپڑے ایک ساتھ اس میں ڈال کر دھولیا جاتا ہے۔ نیز دھوبی کے یہاں بھی پاک و ناپاک کپڑے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں۔ پھر انہیں دھویا جاتا ہے، پاکی کی کیفیت کا علم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں مشین اور دھوبی کے ہاتھ دھوئے کپڑے کو پاک مانا جائے یا نہیں؟ کیا اس کپڑے میں نماز جائز ہے؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب :

فقہائے کرام نے ناپاک اشیاء کے پاک کرنے کا جو طریقہ ارشاد فرمایا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے طہارت عین نجاست کے زائل ہو جانے سے ہوگی، خواہ ایک بار دھونے سے، یا متعدد بار سے، اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہے، تو جس چیز پر وہ لگی ہے اگر نچوڑنے کے قابل ہے، تو تین بار دھوئے، اور ہر بار نچوڑے اس طرح وہ پاک ہو جائے گی۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"وازالتھا ان کانت مرئیۃ بازالۃ عینھا، واثرھا ان کانت شیئا یزول اثرہ، ولایعتبر فیہ العدد کذا فی المحیط" فلوزالت عینھا بمرۃ اکتفی بھا." (۱)

اسی میں ہے:

"وان کانت غیر مرئیۃ یغلسھا ثلاث مرات کذا فی المحیط، ویشترط العصر فی کل

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطھارۃ، ج: ۱، ص ۴۱

مرة فيما ينعصر اهـ"(۱)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ واشنگ مشین میں دھوئے جانے والے کپڑوں پر اگر نجاست مرئیہ لگی تھی، اور وہ دھونے سے زائل ہوگئی تو کپڑے پاک ہوگئے۔ ان کا پہننا جائز اور ان میں نماز درست، اور اگر نجاست زائل نہیں ہوئی تو ان میں نماز ناجائز ہے۔ اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگی تھی، تو ان کو واشنگ مشین یا اس جیسے کسی چھوٹے ٹب وغیرہ میں دھونے کی صورت میں تین بار دھونا اور نچوڑنا ضروری ہے۔ اس بات کو عمدة المحققين علامہ ''مسعود کاسانی'' علیہ الرحمہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"واختلف فی انه هل يطهر بالغسل فی الاوانی، بان غسل الثوب النجس، او البدن فی ثلث اجانات، قال ابو حنيفة ومحمد يطهر حتى يخرج من الاجانة الثالثة طاهراً" (۲)

اور ''درمختار'' میں ہے "وقدر بغسل وعصر ثلاثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر." (۳)

البتہ واشنگ مشین میں پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کپڑوں کو دھونے کے بعد مشین میں لگے نیچے کا پائپ کھول دیں پھر دیر تک اوپر سے پانی بہاتا رہے اور مشین چلتی رہے یہاں تک کہ گمان غالب ہوجائے کہ نجاست دُور ہوگئی۔ بدائع الصنائع میں ہے:

"واما طريق التطهير بالغسل فلا خلاف ان النجس يطهر بالغسل فی الماء الجاری وكذا يطهر بالغسل بصب الماء عليه." (۴)

اور یہی تفصیل دھوبی کے یہاں سے دھل کر آئے ہوئے کپڑوں میں بھی ہے کہ اگر نجاست مرئیہ تھی، اور اس کا ازالہ ہوگیا ہے تو پاک ہے، ورنہ ناپاک، اور اگر نجاست غیر مرئیہ تھی تو دھوبی کے دھلنے سے پاکی کا ہی حکم ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پاک کرکے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''بہتر تو یہی ہے کہ پاک کرکے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں، اور ناپاک کپڑا دیا تو دھل کر پاک ہوجائے گا۔ مگر جب کہ نجاست مرئیہ قابل زوال تھی اور زائل نہ ہوئی کہ یوں اگر خود بھی دھوتا تو پاک نہ ہوتا'' (۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص ۴۱

(۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار باب الانجاس، ج: ۱، ص: ۵۴

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۵) فتاویٰ امجدیہ، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۱

کپڑے پر تری پائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالوحید، ابابلڈنگ، چندی گلی، بلڈنگ نمبر:۱۱، روم نمبر۱۰، ممبئی-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ درج ذیل میں کہ: زید کبھی روزانہ کبھی ایک آدھ دن بغیر بدخوابی کے اپنے کپڑوں میں تری پاتا ہے، یہ شکایت کبھی لگاتار ایک ہفتہ رہتی ہے، پھر ایک آدھ ہفتہ بعد وہی شکایت رہتی ہے، اور یہ شکایت کمزوری یا بیماری کی وجہ سے رہتی ہے تو جب وہ تری پائے تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر حالت بیداری میں بغیر دفق وشہوت کے منی پایا ہے تو اس سے غسل واجب نہیں، چنانچہ "شرح وقایہ" میں ہے: "حتی لو انزل بلا شهوة لا يجب الغسل عندنا" (۱) اور اگر نیند سے بیدار ہونے پر کپڑوں میں تری پاتا ہے تو چوں کہ نیند میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دفق وشہوت کے ساتھ خروج ہوا کہ بغیر دفق وشہوت، اور وہ منی ہے یا مذی اس لیے ایسی حالت میں احتیاطاً غسل کا حکم ہے۔ ایسا ہی "فتاوی رضویہ" (۲) میں ہے:

اور "الاشباہ والنظائر" میں ہے "شک فی الخارج امنی او مذی و کان فی النوم فان تذکر احتلاما وجب الغسل اتفاقا والا لم یجب عند ابی یوسف عملا بالا قل وهو المذی ووجب عندهما احتیاطا." (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

کیا حائضہ درس قرآن لے سکتی ہے؟

مسئلہ از: دارالعلوم علیمیہ نسواں، جمدا شاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ حائضہ لڑکی درس قرآن مجید پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ نوٹ: پڑھنے یا نہ پڑھنے کی علت بالتفصیل عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حائضہ عورت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت خواہ دیکھ کر یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا حاشیہ کو

(۱) شرح الوقایة، کتاب الطهارات، ج: ۱، ص: ۵۷
(۲) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب الطهارة، ج: ۲، ص: ۱۹۱
(۳) الاشباه والنظائر مع الحموی، ج: ۱، ص ۱۹۷

ہاتھ یا انگلی یا بدن کے کسی حصے سے ناجائز وحرام ہے۔ یوں ہی کسی ایسے کپڑے سے جسے پہنے یا اوڑھے ہوئے ہے چھونا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' اور ''بہار شریعت'' میں تفصیل موجود ہے۔
اور علت ممانعت ارشاد خداوند قدس اور فرمان رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا
﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (۱) یعنی اسے نہ چھوئیں مگر پاک لوگ۔
اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لا یمسّ المصحف إلاّ طاهر'' (۲) یعنی مصحف کریم صرف پاک آدمی چھوئے۔
ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا:
''لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن'' (۳) یعنی حائضہ اور جنب قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔
لیکن قرآن پاک کی تعلیم دینے والی عورتوں کو حالت حیض میں قرآن کو ایک ایک کلمہ یا ہجے کرا کر پڑھنے کی بوجہ عذر اجازت ہے۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:
''عَلَّم القرآن حرفاً حرفاً فلا باس به بالاتفاق لا جل العذر'' (۴) اگر قرآن ایک ایک کلمہ پڑھائے تو بوجہ عذر باتفاق ائمہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یونہی اس کا حلقۂ علم وذکر میں حاضر ہونا بھی درست ہے چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔
''فيه استحباب حضور مجامع الخير ودعاء المسلمين وحلق الذكر والعلم ونحو ذلك.'' (۵)
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں صرف تلاوت قرآن اور اس کا چھونا ناجائز ہے۔ لہٰذا اگر معلمہ حائضہ ہو تو درس قرآن میں اس طور پر شرکت کر سکتی ہے کہ نہ خود قرآن پاک کی تلاوت کرے نہ چھوئے بلکہ ہم سبقوں کے ساتھ صرف آیات کریمہ کے معانی ومطالب کو سنے اور سمجھے اور اگر معلمہ ہو تو وہ بھی اسی طرح سمجھائے، اور اگر چھونے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے پہنے اوڑھے ہوئے کپڑے کے علاوہ کسی دوسری چیز سے چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

(۱) سورۃ الواقعہ، آیت: ۷۹
(۲) تبیین الحقائق: ج: ۱، ص: ۱۶۵
(۳) جامع الترمذی، باب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۹
(۴) تبیین الحقائق کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۶۵
(۵) شرح الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۹۱

حالت حیض میں مجامعت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل الدین کنڈکٹر گاندھی نگر کالونی، ڈچپلی، ضلع نظام آباد، اے پی-۵۰۳۱۷۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہوئی۔ اتفاق ایسا کہ شب زفاف کو زید کی بیوی کو حیض آنا شروع ہوا۔ زید نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں مجامعت کیا زید کیا کرے۔ زید کی اس غلطی کی تلافی کیسے ہو؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید سخت مجرم وگنہ گار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار فرض ہے، اور ایک دینار یعنی ۴ گرام ۶۶۵ ملی گرام سونا یا اس کی قیمت کسی فقیر کو صدقہ کرے۔ حدیث پاک ہے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: الذی یاتی امراتہ وھی حائض قال: یتصدق بدینار"(۱)

"بہار شریعت" میں ہے کہ "ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے، اور حرام سمجھ کر کیا تو سخت گنہ گار ہوا، اس پر توبہ فرض ہے، اور آمد کے زمانے میں کیا، تو ایک دینار، اور قریب ختم کے کیا، تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔"(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۱/ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

معذور کیسے استنجا کرے؟

مسئلہ از: عین الحق، غازی پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بالغ مجبور شوہر، بیوی میں سے کوئی ایک باحیات ہو، جس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں، یا کام نہ کرتے ہوں، تو اس کی شرمگاہ (پیشاب پاخانہ کے مقام) کو کون صاف کر سکتے ہیں؟ اور کس طرح؟ بالتفصیل مکمل جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ فقط والسلام مع الاحترام

---

(۱) سنن ابن ماجہ، ج:۱، ص:۴۷

(۲) بہار شریعت، کتاب الطھارۃ، ج:۲، ص:۹۰، ۹۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی "امجد علی اعظمی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مرد نجھا ہوتو اس کی بیوی استنجا کرادے، اور عورت ایسی ہو تو اس کا شوہر، اور بی بی نہ ہو، یا شوہر نہ ہو تو اور کوئی رشتہ دار بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن سے استنجا نہیں کرا سکتے، بلکہ معاف ہے۔(۱)

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"الرجل المريض اذا لم يكن له امرأة ولا امة وله ابن أوأخ وهو لا يقدر على الوضوء فانه يؤضيه ابنه أواخوه غير الاستنجاء، فانه لا يمس فرجه، وسقط عنه الاستنجاء، كذا في "المحيط" (۲)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ بالغ مجبور مرد یا عورت سے مذکورہ صورت میں استنجا معاف ہے۔ ہاں اس مقام کی صفائی کے لیے جو بھی طریقہ ممکن ہو عمل میں لائے۔ مثلاً تالاب، ندی میں غسل کرے، یا واٹر سپلائی کا انتظام ہو تو ٹونٹی چلا کر نیچے بیٹھ جائے، یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت اپنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری | کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ / ربیع الاول شریف ۱۴۲۴ھ

استنجا کا معنی کیا ہے؟

مسئلہ از: لعل جان سنی حنفی رضوی، بالم بیٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے علم وادب دریں مسئلہ کہ استنجا کا لغوی معنی، اور اصطلاح شرع میں کیا معنی ہے؟ **بینوا بالکتاب توجروا عند الوھاب،** نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

استنجا کا لغوی معنی ہے بلند جگہ کو تلاش کرنا۔ "المعجم الوسیط میں ہے۔" استنجا طلب نجوة" (۳)

چونکہ آدمی پیشاب یا پاخانہ کے لئے اونچی جگہ تلاش کرتا ہے تاکہ اس کی آڑ میں قضائے حاجت کرے اسی لئے اس فعل کو استنجا کہتے ہیں اور ایک معنی جائے نجاست کو صاف کرنا ہے عمدۃ الرعایہ میں ہے۔

"الاستنجاء وهو لغة عبارة عن مسح موضع النجو وهوما يخرج عن البطن." (۴)

---

(۱) بهار شريعت ، كتاب الطهارة، ج: ۲، ص: ۱۵۵

(۲) الفتاوى العالمگيرية كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۴۹

(۳) المعجم الوسيط، ماده: ن ج و

(۴) عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية، ج: ۱، ص: ۱

اور اصطلاح شرع میں سبیلین پر سے نجاست حقیقیہ کو دور کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔علامہ "ابن ہمام" فرماتے ہیں:

"هو ازالة ماعلى سبيل من النجاسة" (۱)

درمختار میں ہے:"ازالة نجس عن سبيل" (۲) والله تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالوحید رضوی عرف پپو خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

ٹیشو پیپر کے لفظ سے ہی واضح ہے کہ وہ کاغذ ہے اور کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگر چہ سادہ ہو اور لکھا ہو تو بدرجۂ اولیٰ، اور کسی بھی قابل تعظیم اور قیمت والی چیز سے استنجا مکروہ وممنوع ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"كره تحريما بشئى محترم"(۳)

یعنی کسی قابل تعظیم چیز سے استنجا مکروہ تحریمی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"يدخل فيه الورق قال في السراج قيل انه ورق الكتابة وقيل ورق الشجرو ايهما كان فانه مكروه، اھ واقره في البحر و غيره والعلة في ورق الشجر كو نه علفا للدواب ونعومته فيكون ملوثاغير مزيل و كذا ورق الكتابة لصقالته و تقومه وله احترام ايضا لكونه آلة لكتابة العلم ولذا علله في التاتر خانيه بان تعظيمه من ادب الدين ."اھ(۴)

یعنی اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہ وہ کتابت کا ورق ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق مراد ہے جو بھی ہو بہر حال مکروہ ہے اھ بحر وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتے (مکروہ ہونے کی علت) اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دور کرنے

(۱)فتح القدير للعاجز الفقير، كتاب الطهارة، ج: ۱ ،ص:۱۸۷

(۲)الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، ج: ۱ ،ص:۲۲۳

(۳)الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص ۵۵۱

(۴)ردالمحتار، ج: ۱ ،ص ۵۵۲

والا نہیں اسی طرح کاغذ چکنا اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز قابل احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا ذریعہ ہے اسی لیے تاتارخانیہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے۔

اسی میں ہے:

"واذا كانت العلة كونه الة للكتابة يوخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها اذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمنا من جوازه بالخرق البوالي."(۱)

یعنی جب علت اس کا آلۂ کتابت ہونا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کاغذ میں تحریر کی صلاحیت نہ ہو اور نجاست زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کا جواز بیان کیا ہے۔

ان عبارات میں غور کرنے سے مثل آفتاب ظاہر ہے کہ کاغذ سے استنجا کی ممانعت متعدد وجوہ سے ہے اول اس کی چکناہٹ دوم قابل قیمت ہونا سوم آلۂ کتابت ہونا۔ ٹیشو پیپر میں اگر چہ چکناہٹ نہیں ہوتی تاہم اس میں تحریر کی صلاحیت ضرور ہوتی ہے چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ پریس والے بہت سے مواد اور میٹرس اسی کاغذ پر چھاپتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی اسے آلۂ کتابت نہ مانے تو بہر حال وہ قیمت والا تو ہوتا ہی ہے اور شی متقوم سے بھی استنجا کی کراہت مصرح ہے علاوہ ازیں کاغذ سے استنجا طریقۂ نصاریٰ ہے لہٰذا ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
یکم ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

خون نکلوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ ماجد علی رضوی صاحب دار العلوم بحر العلوم خلیل آباد، سنت کبیر نگر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں کبھی کبھار ڈاکٹر حضرات بذریعہ سرنج مریض کا خون نکال لیتے ہیں۔

اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

چیک اپ (Check up) وغیرہ کرنے کے لیے جو خون سرنج سے نکالا جاتا ہے اگر اتنا ہے کہ وہ خون خود نکلتا

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۲

تو یہ جاتا تو ناقض وضو ہے اور مشاہدہ ہے کہ عموماً اتنی مقدار میں خون نکالا ہی جاتا ہے جس میں بہنے کی صلاحیت ہوتی ہے لہٰذا اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اس کی واضح نظیر جونک کے خون چوسنے پر وضو ٹوٹنے کا مسئلہ ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے ''جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چوسا یا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا یوں ہی کھٹمل یا مچھر کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا برش کرنا مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟

مسئلہ: از محمد عارف رضوی محلہ بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کثرھم اللہ تعالیٰ در ایں مسئلہ کہ اگر کوئی شخص مسواک کے بجائے ''برش'' کا استعمال کرے تو کیا یہ مسواک کے قائم مقام ہوگا؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اجرِ عظیم کے مستحق ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب

برش، مسواک کی عدم موجودگی میں مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے کیوں کہ احادیث طیبہ اور عبارات فقہاء کرام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مقصود منھ اور دانتوں کی صفائی وستھرائی ہے نہ کہ خاص کر لکڑی کو دانت پر رگڑنا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''الأصابع تجری مجری السواک اذا لم یکن مسواک.''(۲)

اگر مسواک موجود نہ ہو تو انگلیاں اس کے قائم مقام ہیں۔

اور فتاوی عالم گیری میں ہے:

''لاتقوم الاصبع مقام الخشبۃ فان لم توجد الخشبۃ فحینئذ تقوم الاصبع من یمینہ مقام الخشبۃ.''(۳)

انگلی، لکڑی (مسواک) کے قائم مقام نہیں ہوسکتی لیکن اگر لکڑی (مسواک) موجود نہ ہو تو داہنے ہاتھ کی انگلی اس کے قائم مقام ہوجائے گی۔

اور در مختار میں ہے:

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱، ص: ۵۶

(۲) کنز العمال ج: ۹، ص: ۳۱۱

(۳) الفتاوی العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۷

"عند فقده او فقد اسنانه تقوم الخرقة الخشنة أو الا صبع مقامه كما يقوم العلك مقامه للمرأة مع القدرة عليه" (۱)

یعنی مسواک یا دانتوں کے نہ ہونے کے وقت کھردرا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہے جس طرح عورت کے لیے مسی مسواک کے قائم مقام ہے، مسواک پر قدرت کے باوجود۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انگلی یا کھردرا کپڑا مسواک کے نہ ہونے کے وقت مسواک کے قائم مقام ہیں یونہی مسواک نہ رہنے کی صورت میں برش بھی مسواک کے قائم مقام ہوگا۔ البتہ اگر مسواک بآسانی دستیاب ہوسکتی ہو تو برش کر کے سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۵/ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

ڈرائی کلین سے دھلے کپڑوں کا حکم

مسئلہ از: احمد شفیق قادری نوا نگر ضلع، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در یں مسئلہ کہ آج کل بعض کپڑوں کو پٹرول سے دھلا جاتا ہے جس کو ڈرائی کلین (Dry clean) کہا جاتا ہے تو وہ کپڑے پاک مانے جائیں گے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب

ناپاک کپڑے کو پانی اور ہر اس چیز سے پاک کیا جاسکتا ہے جو رقیق و سیال ہو اور اس سے نجاست دور ہوسکتی ہو فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ويجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه مما اذا عصر انعصر كذا في الهداية" (۲)

"یعنی نجاست کو پانی اور ہر سیال پاک چیز جس سے نجاست دور ہوسکے اس سے دور کیا جاسکتا ہے مثلاً سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ وہ چیزیں کہ نچوڑنے سے نچوڑ جائیں ایسا ہی ہدایہ میں ہے:

اب اگر نجاست دلدار ہو تو اس کو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ اسے دور کرنا ضروری ہے خواہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۳۶

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۴۱

ایک مرتبہ دھونے سے دور ہو جائے یا متعدد بار سے۔ اور اگر نجاست رقیق مثلاً پیشاب ہو تو کپڑا تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وازالتها ان كانت مرئية بازالة عينها واثرها ان كانت شيئًا يزول اثره ولا يعتبر فيه العدد كذا في المحيط"(۱)

یعنی اور نجاست مرئیہ زائل ہوگی عین نجاست اور اس کے اثر کے ختم ہونے سے اور اس میں گنتی کا اعتبار نہیں ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے:

اسی میں ہے:"وان كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات كذا في المحيط ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر" اھ(۲)

یعنی اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی ایسا ہی محیط میں ہے اور اس میں ہر مرتبہ نچوڑنے کی شرط ہے اگر وہ چیز نچوڑنے کے قابل ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نجاست کو پانی کے علاوہ دیگر اشیا سے بھی دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان میں رقت وسیلان اور ازالۂ نجاست کی صلاحیت ہو اب پٹرول کو دیکھیں تو اس میں رقت وسیلان بھی ہے وہ ایک پاک مادہ ہے اس میں ازالۂ نجاست کی صلاحیت بھی ہوتی ہے لہٰذا اگر کپڑے کو پاک کرنے کے طریقے کے مطابق پٹرول سے دھلا گیا تو وہ پاک مانا جائے گا البتہ ایسی قیمتی چیز سے بلا ضرورت کپڑا دھلنا جائز نہیں ہے کہ اس میں اضاعت مال ہے چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"صرح في الحلية في بحث الا ستنجاء بانه تكره ازالة النجاسة بالمائع المذكور لما فيها من اضاعة المال عند عدم الضرورة"(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حلیہ کے باب الاستنجا میں صراحت فرمائی کہ مائع مذکور سے ازالۂ نجاست مکروہ ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت مال کا ضائع کرنا ہے۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۴/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۴۱

(۲) ״ ״ ص: ۴۲

(۳) ردالمحتار مع الدرالمختار، ج: ۱، ص: ۵۱۰

جس موبائل یا کیسیٹ میں قرآن پاک بھرا ہو، اس کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عرفان رضوی ابن شیخ حسین اہلیہ، ضلع کاسرکوڈ، کیرالا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل موبائل اور کیسیٹ میں قرآن پاک لوڈ کرتے ہیں جب پڑھنا ہوتا ہے تو بٹن دباتے ہیں اور اسکرین یا اسپیکر پر قرآنی آیات دیکھی یا سنی جاتی ہیں، موبائل بند ہو تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس موبائل یا کیسیٹ کو بے وضو چھونا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

موبائل، کیسیٹ اور سی ڈی میں جو آواز یا حروف ونقوش محفوظ کیے جاتے ہیں وہ بعینہ موبائل وغیرہ میں محفوظ نہیں ہوتے بلکہ کچھ اعدادی کوڈ اشاراتی انداز میں اکٹھا ہوتے ہیں اور مخصوص سافٹ ویئر آواز ونقوش سے اخذ کر کے اسکرین یا اسپیکر پر اسی انداز میں ظاہر کرتا ہے جس انداز میں اسکرین یا اسپیکر میں بوقت جمع تھا اس لئے سی ڈی و میموری میں جو کچھ جمع ہوتا ہے وہ سب غیر مرسوم اور غیر مکتوب ہے تاوقتیکہ وہ اسکرین پر ظاہر نہ ہو۔

اور جب اسکرین پر بشکل مکتوب نظر آئے تو اگر وہ آیات قرآنیہ ہیں تو ان کو بے وضو چھونا جائز نہیں البتہ اسکرین پر جب وہ آیات نمایاں ہوں اگر اسکرین کو نہ چھوا جائے تو بے وضو بھی اسے پڑھنے میں حرج نہیں ہے، اس تفصیل سے واضح ہوا کہ موبائل، سی ڈی وغیرہ میں قرآنی حروف ونقوش محفوظ نہیں ہوتے تو ان کو قرآن کریم کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہٰذا جس موبائل، سی ڈی یا کیسیٹ میں قرآن پاک محفوظ ہو اسے بے وضو چھونا جائز ہے البتہ جب اسکرین پر آیات کریمہ نمایاں ہوں تو ان آیات کو بے وضو چھونا ناجائز وگناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾(۱) اور اگر کسی موبائل میں قرآنی آیات ہی محفوظ ہوں تو بھی اس موبائل کو قرآن مجید کا حکم نہ ہوگا بلکہ صندوق میں محفوظ قرآن کریم کی طرح ہے، البتہ اس کا ادب بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

بذریعہ آپریشن ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمشیر رضوی محلہ مٹریا خاص خلیل آباد، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ! اس مسئلہ میں کہ:

(۱) سورۃ الواقعۃ، آیت: ۷۹

اگر کسی عورت کا آپریشن کے ذریعے وضع حمل اور بچہ کی ولادت ہوئی اور اس سے خون آیا تو وہ نفاس کا ہے یا نہیں؟ اور عورت نفاس والی ہوگی یا نہیں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نفاس وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے بچے کی ولادت کے بعد آتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وھو دم یعقب الولادۃ کذا فی المتون." (۱)

اور رحم سے آنے کا مطلب فرج یعنی شرمگاہ سے آنا ہے البحر الرائق میں ہے:

"واراد المصنف بالدم الدم الخارج عقب والولادۃ من الفرج." (۲)

اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے پیٹ میں زخم تھا جس سے پیٹ پھٹ گیا اور بچہ ناف کے ذریعہ باہر آ گیا تو اب جو خون پیٹ پھٹنے سے ناف کے ذریعے آ رہا ہے وہ نفاس نہیں کہلائے گا اور عورت نفاس والی نہیں ہوگی چنانچہ البحر الرائق میں فرمایا:

"فانھا لو ولدت من قبل سرتھا بان کان ببطنھا جرح فانشقت وخرج الولد منھا تکون صاحبۃ جرح سائل الانفساء"(۳)

اور اگر بچہ تو بذریعہ ناف نکلا مگر خون شرمگاہ سے آیا تو وہ نفاس کا ہوگا اور عورت نفسا ہوگی اسی میں ہے:

"الا اذا سال الدم من الاسفل فانھا تصیر نفساء ولو ولدت من السرۃ لانہ وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادۃ." (۴)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اگر عورت کو بچہ کی ولادت بذریعہ آپریشن ہوئی اور خون شرمگاہ کی بجائے کہیں اور سے نکلا تو وہ نفاس نہیں ہے اور اگر شرمگاہ سے آیا تو نفاس ہے اور عورت نفاس والی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۴/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۳۷

(۲) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۳۷۸

(۳) حوالہ سابق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

قال اللہ تعالیٰ

﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ﴾

(البقرہ/٢٣٨)

یعنی

تمام نمازوں خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت کرو اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

از ص:__________	تا ص:__________

کل فتاویٰ ٢٦٤

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوٰۃ

نماز کابیان

کیاوقت مکروہ میں دُعا کرنا منع ہے؟

مسئلہ از: محمد حفیظ الرحمٰن بھیڑی منڈی، بشیر گنج، لکھنؤ

کیافرماتے ہیں علماے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے مسجد میں اجتماعی طور پر لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ مغرب کی نماز سے قبل یعنی غروب آفتاب کے وقت کوئی دعاوغیرہ مانگنا یا وظیفہ پڑھنا منع ہے، کیوں کہ یہ مکروہ وقت ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اوقات مکروہ میں دعا مانگنا یا کوئی وظیفہ کرنا جائز ہے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" صاحب قدس سرہ "فتاویٰ شامی" کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:"

"ان اوقات (مکروہہ) میں تلاوت قرآن مجید بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔"(۱) اس سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط اور شریعت پر بہتان ہے۔ وہ توبہ کرے اور غلط مسائل بتانے سے پرہیز کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ		**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۱۸ رجون ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۴ ر۳ ر۱۴۲۲ھ

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری حبیب اللہ انصاری اشرفی، مقام و پوسٹ سی بزرگ، بوھرا، کبیر نگر، یوپی

کیافرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

---

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج:۳، ص:۲۲

اگر مؤذن اذان سے پہلے درود پاک پڑھ کر اذان دے، تو اس کا اس طرح اذان دینا از روئے شرع کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص اس طرح کے اذان کو غلط بتائے اور یہ کہے کہ اذان اس صورت میں نہیں ہوگی اور قبل اذان درود شریف پڑھنا بدعت ہے، تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ارجو من حضرتکم الاجابة المستدلة بالاحادیث المبارکة والقرآن الحکیم.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بلاشبہ جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد تھوڑا ٹھہر جائے، پھر اذان پڑھے تاکہ دونوں میں امتیاز رہے۔ علمائے کرام نے صرف جائز نہیں بلکہ مستحب فرمایا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین شامی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع، یوم الجمعة، ولیلتها، وعند الاقامة، واول الدعاء، واوسطه وآخره، وعند طنین الاذان"(۱)

جو شخص یہ کہے کہ درود شریف پڑھ کر اذان دینے سے اذان نہیں ہوتی ہے، وہ اللہ جل شانہ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنے والا، جھوٹا اور جاہل ہے۔ وہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت کہہ کر ناجائز کا فتویٰ لگانے سے باز آئے۔ علمائے کرام کثرهم اللہ تعالیٰ نے صراحتاً تحریر فرمایا ہے کہ درود شریف قبل اذان مستحب ہے، اور یہ شخص اسے ناجائز و بدعت کہہ کر خود بھی گمراہ ہو رہا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

بدعقیدوں کی اذان اور ان کی مسجد کا حکم

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا پوسٹ، بھچو کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کیا بدعقیدہ مثلاً دیوبندیوں کی مسجدوں سے سنی گئی اذان پر خاموش رہنا واجب ہے؟ کیا ان کی اذان کا جواب دینا واجب ہے؟ کیا ان کی مسجدوں میں بوقت ضرورت کھانے اور سونے کے لیے اعتکاف کی نیت ضروری ہے؟

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۳۴۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی کی اذان کا نہ جواب دینا سنت، نہ اس پر خاموش رہنا سنت، ہاں "کلمۂ رسالت" سن کر دل میں درود شریف پڑھ لے۔ یوں ہی "کلمۂ جلالت" پر جل شانہ یا اس طرح کے تعظیمی کلمات کہے کہ یہ اسمائے طیبہ کسی سے ادا ہوں۔ اسم جلالت پر کلمۂ تعظیم، اور اسم رسالت پر درود پاک پڑھنا چاہیے۔ ایسا ہی "فتاویٰ رضویہ" میں ہے۔

اور دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۱)

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور جب ان کی مسجدیں شرعاً مسجد نہیں تو ان میں کھانے پینے کے لیے اعتکاف کی حاجت نہیں، لیکن اگر دیوبندیوں نے کسی سنی مسجد پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہو، تو ایسی مسجد میں اعتکاف کر کے کھائیں پئیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کلام الدین نظامی، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام ومقتدی نماز کے لیے کب کھڑے ہوں۔ تکبیر کہے جانے سے قبل یا بعد میں یا درمیان میں؟ زید ایک مسجد کا امام ہے جو اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کہتا ہے لیکن نماز کے لیے تکبیر کے ساتھ تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے کچھ دوسرے مقتدی بھی تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تو کیا ایسی صورت میں اس زید امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً درست ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ میرے والد محترم کی وصیت ہے اس لیے میں وصیت پوری کرنے کے لیے تکبیر سے پہلے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) سورۃ التوبہ، آیت:۱۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حدیث شریف کی عظیم کتاب "مؤطا امام محمد" میں محرر مذہب حنفی حضرت سیدنا "امام محمد شیبانی" قدس سرہ النورانی تحریر فرماتے ہیں:

"ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا إلیٰ الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف" (۱) یعنی تکبیر کہنے والا جب "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں، اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائماً، ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ "حی علی الفلاح" (۲)

یعنی اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آئے تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے اور جب "حی علی الفلاح" پر پہنچے، تو اس وقت کھڑا ہو۔

اور "درمختار" میں ہے "دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد" (۳)۔

اسی عبارت کے تحت علامہ "ابن عابدین شامی" قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد، ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح" (۴)

آدمی کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ایک مقام پر ہے:

"إن کان المؤذن غیر الامام، وکان القوم مع الإمام فی المسجد، فإنہ یقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن "حی علی الفلاح" عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح" (۵)

---

(۱) الموطا للامام محمد، باب تسویۃ الصفوف، ص:۸۷

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج:۱، ص:۵۴

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج:۱، ص:۲۶۸

(۴) ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، ج:۱، ص:۲۱۸

(۵) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج:۱ ص:۵۷

یعنی اگر مکبر غیر امام ہو، اور لوگ امام کے ساتھ مسجد میں موجود ہوں، تو امام ومقتدی سب اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

ان تمام ارشادات وعبازات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنی جائے۔ کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں تکبیر سے پہلے نماز کے لئے کھڑا ہو جانا اس وقت وہابیوں کی علامت وپہچان بن گئی ہے تو اس سے پرہیز کرنا اور بھی زیادہ موکد ہے۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنے اور ہٹ دھرمی سے باز آئے۔ زید کا یہ کہنا کہ یہ میرے والد کی وصیت ہے۔ اس بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ شرع کے مقابل کسی کی بھی غلط بات قابل عمل نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"لاطاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف" (۱) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ فرمانبرداری تو صرف اچھے کام میں ہے: زید کو حکم شرع بتایا جائے اگر تسلیم کر لے تو ٹھیک ورنہ ایسے ہٹ دھرم کی اقتدا نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الامارۃ، ج: ۱، ص: ۳۱۹

رسالہ

کشف الغطاء عن احکام الفجر ببریطانیة والعشاء

برطانیہ میں نماز عشاء وفجر کے مسائل کا حل

مسئلہ از: علامہ فیضان المصطفیٰ قادری ہیوسٹن امریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں

(۱) جن بلاد میں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے صبح طلوع ہو جاتی ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں کے مسلمانوں پر نماز عشاء فرض ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر فرض ہوگی تو انہیں کس وقت ادا کیا جائے شفق احمر کے غروب کے بعد یعنی شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد؟

(۳) کیا ان بلاد میں مذکورہ ایام میں صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے شفق احمر کے غروب کے بعد نماز عشاء پڑھنے کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

(۴) اگر لوگوں نے ان مخصوص ایام میں شفق احمر کے غروب کے بعد عشاء پڑھ لی تو ان کا فرض ادا ہوا یا نہیں؟

(۵) شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد عشاء پڑھی جائے تو بہ نیت ادا پڑھنی ہوگی یا بہ نیت قضا؟

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے وہاں نماز عشاء کی کیا صورت ہوگی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز اسلام کا ایک رکن عظیم ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل وبالغ بندہ مومن پر ضروری ہے، چوبیس گھنٹہ میں پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت اور ان کی ادائیگی کی کیفیات وشرائط اور ان کے اوقات کی تفصیل پوری شرح وبسط کے

ساتھ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (۱)

علامہ ابن خازن مذکورہ آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں

"یعنی مکتوبة موقتة فی اوقات محدودة فلا یجوز إخراجها عن أوقاتها علی أی حال کان" (۲)

ایک مکلّف انسان پر نماز کے وجوب کا سبب حقیقی یہی حکم خداوندی ہے البتہ سبب ظاہری وقت کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جہاں اور جب بھی جس نماز کا وقت اور اس کی علامتیں پائی جائیں گی نماز کی ادائیگی لازم ہوگی، چنانچہ علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"وسببها الأصلی خطاب الله تعالیٰ الأزلی والأوقات اسباب ظاهرة تیسیرا فالوجوب سببه الحقیقی ایجاب الله تعالیٰ فی الأجل لأن الموجب للأحکام هو الله تعالیٰ وحده لکن لما کان ایجابه تعالی غیبا عنا لانطلع علیه جعل لنا سبحانه وتعالیٰ اسبابا مجازیة ظاهرا تیسیرا علینا وهی الأوقات بدلیل تجدد الوقت بتجددها" (۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کائنات کا جو نظم فرمایا ہے اس کے تحت کرۂ ارض کے مختلف ممالک میں لیل ونہار اور طلوع وغروب شمس میں کافی تفاوت پایا جاتا ہے، کہیں صبح ہوتی ہے تو عین اسی وقت کہیں شام اور کہیں دوپہر کا وقت ہوتا ہے اسی طرح کہیں دن ورات برابر ہوتے ہیں اور کہیں دن بڑا اور رات نہایت مختصر ہوتی ہے بلکہ کہیں حقیقی رات کا وجود ہی نہیں ہو پاتا ہے ایسے مقامات پر نمازوں کے تعلق سے کیا طریقہ اپنایا جائے کہ تمام نمازوں کو ان کے متعینہ اوقات میں ادا کیا جا سکے، یہ ایک نہایت اہم اور وسیع وعریض بحث کا میدان ہے فی الحال اس کی تفصیل میں نہ جا کر جس مقام پر نماز عشاء کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

یہ امر تو تمام فقہائے اسلام کے مابین متفق علیہ ہے کہ نماز عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ حدیث کی صراحت اور مسالک اربعہ کے متون وشروح اس پر ناطق ہیں، حدیث امامت جبریل علیہ السلام میں ارشاد رسالت ہے۔

"وصلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج: ۱، ص: ۵۹۲

(۳) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۹۲/۹۳

علی الصائم" (۱)

جملہ فقہاء اسلام فرماتے ہیں:

"وقت العشاء اذا غاب الشفق" (۲)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"واول وقت العشاء حين تغيب الشفق وفي التحفة بلا خلاف"(۳)

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"وأول وقت العشاء حين تغيب الشفق لا خلاف فيه"(۴)

البتہ شفق کے سلسلے میں فقہاء کرام کا ضرور اختلاف ہے اس کو ذکر کرنے سے قبل شفق کی تعریف درج کی جاتی ہے۔ مجمع بحار الانوار میں شفق کی تعریف یہ ہے۔

"الشفق يقع على الحمرة في المغرب بعد الغروب وعلى البياض الباقي بعدها"(۵)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ شفق کا اطلاق غروب شمس کے بعد کی سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے تعیین شفق میں اختلاف کیا ہے چنانچہ امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سرخی کے بعد کی سفیدی کو شفق مانا اور ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ساتھ صاحبین نے بھی سرخی کو ہی شفق قرار دیا ہے اور اسی سرخی کے غائب ہونے پر وقت مغرب کا اختتام اور وقت عشاء کا آغاز تسلیم کیا ہے، علامہ شمس الائمہ امام سرخسی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"والشفق البياض الذي بعد الحمرة في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو قول أبي بكر و عائشة رضي الله عنهما واحدى الروايتين عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما و في قول أبي يوسف و محمد والشافعي رحمهم الله تعالىٰ الحمرة التي قبل البياض وهو قول عمر و علي وابن مسعود رضي الله عنهم واحدى الروايتين عن ابن عباس رضي الله عنهما وهكذا روى اسد بن عمر و عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ."(۶)

(۱) سنن ابو داؤد، ج: ۱، ص: ۵۲

(۲) الهداية، ج: ۱، ص: ۲۶

(۳) الفتاوىٰ التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۳

(۴) الفتاوىٰ الخانية على هامش الهندية، ج: ۱، ص: ۷۳

(۵) مجمع بحار الانوار، ج: ۳، ص: ۲۳۷

(۶) المبسوط للسرخسي، ج: ۱، ص: ۱۴۵

علامہ عبدالرحمٰن جزری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"الحنفية قالوا ان الافق الغربى يعتره بعد الغروب احوال ثلاثة متعاقبة احمرار، فبياض، فسواد فالشفق عند ابى حنيفة هو البياض وغيبة ظهور السواد بعده فمتى ظهر السواد خرج وقت المغرب، أما الصاحبان فالشفق عندهما ما ذكر اعلى الصحيفة كالأئمة الثلاثة"(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور متعدد اکابر صحابہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد ظاہر ہونے والی سفیدی کا نام ہے اور صاحبین و دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد افق پر ظاہر ہونے والی سرخی کا نام ہے۔

شفق کے متعلق احادیث کریمہ سے دونوں امر کا پتہ چلتا ہے اسی بنا پر اقوال فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے اس اختلاف کی ایک وجہ معقول اور بیان فرمائی ہے جو انہیں کے الفاظ میں حاضر ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

"ووجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من الطوالع وهو الفجر الثانى فكذالك فى الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو الحمرة فبذها بها يدخل وقت العشاء وهذا لأن فى اعتبار البياض معنى الحرج فانه لا يذهب الا قريبا من ثلث الليل (وقال) الخليل بن احمد راعيت البياض بمكة فما ذهب لا بعد نصف الليل وقيل لا يذهب البياض في ليالى الصيف اصلابل يتفرق فى الأفق ثم يجتمع عند الصبح فلد فع الحرج جعلنا الشفق الحمرة.

وابوحنيفة رحمه الله تعالىٰ قال الحمرة اثر الشمس والبياض اثر النهار فما لم يذهب كل ذلك لا يصير الى الليل مطلقا وصلاة العشاء صلاة الليل فبذها به يخرج وقت المغرب ويدخل وقت العشاء"(۲)

ماسبق کی تفصیل سے یہ بات مکمل واضح ہوگئی کہ نماز عشاء کا وقت ظاہر روایت کے مطابق شفق ابیض کے غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، اب اگر دنیا کے بعض علاقوں میں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی ہے کہ صبح صادق

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة، ج: ۱، ص: ۱۸۴

(۲) المبسوط للسرخسى، ج: ۱، ص: ۱۴۵

طلوع ہو جاتی ہے تو وہاں کے لوگوں پر عشا کی نماز واجب ہوگی کہ نہیں اور اگر وہ ادا کریں تو کس طور پر! اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حضرات وجوب صلاۃ کے لیے وقت کو سبب مانتے ہیں ان کے نزدیک نماز عشاء واجب نہیں کہ انتفاء سبب انتفاء مسبب کو مستلزم ہے۔ اور جو حضرات وقت کو محض علامت اور پہچان گردانتے ہیں ان کے نزدیک عشاء و وتر واجب ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ومن لم یوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلواني ثم وافقه وأفتى الامام البرهاني الكبير بوجوبها ولايرتاب متأمل فی ثبوت الفرق بين عدم المحل الفرض و بين سببه الجعلى الذى جعل علامة على الوجوب الخفى الثابت فی نفس الأمر وجواز تعدد المعرفات للشئى فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على شئى لا يستلزم انتفاءه لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأت اخبار الأسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوٰة خمسا بعد ما أمروا أولا بخمسين ثم استقرا لأمرعلى الخمس شرعا عاما لأهل الآفاق لا تفصيل فيه بين أهل قطر و قطر وماروى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه فی الأرض قال أربعون يوما يوم كسنة و يوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقيل يا رسول الله فذلک اليوم الذى كسنة ايكفينا صلاة يوم قال لا اقدروا له رواه مسلم فقد أوجب أكثر من ثلاث مائة عصر قبل صيرورة الظل مثلا أو مثلين وقس عليه فاستفد فا أن الواجب فی نفس الأمر خمس على العموم غيرأن توزيعها على تلک الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعدمها الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد"(۱)

غنیۃ المستملی میں ہے:

"اعلم أن الوقت كما هو شرط لأداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه ومن جملة ما بنوا على هذا مسئلة وردت فتوى فی صدر الصدر برهان الأئمة انا لا نجدوقت

(۱) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۱۹۷، ۱۹۸

العشاء فی بلدتنا هل علينا صلاته فكتب ليس عليكم صلاة العشاء وبه أفتى ظهير الدين المرغيناني ووردت هذه الفتوى ايضا فی بلدة بلغارفان الفجر يطلع فيها قبل غيبوبة الشفق فی أقصر ليالي السنة على شمس الأئمة الحلوانی فأفتی بقضاء العشاء ثم وردت بخوارزم على الشيخ الكبير سيف السنة البقالي فأفتى بعدم الوجوب فبلغ جوابه الحلوانی فارسل من يسأله فی عامة بجامع خوارزم ما تقول فيمن اسقط من الصلوٰت الخمس واحدة هل يكفر فسال و أحس الشيخ فقال ما تقول فيمن قطع يداه مع المرفقين أورجلاه مع الكعبين كم فرائض وضوءه فقال ثلاث لفوات محل الرابع قال فكذ لک الصلاة الخامسة فبلغ الحلوانی جوابه فاستحسنه ووافقه كذا ذكره نجم الدين الزاهدی فی شرح القدوری وهو الذی اختاره الشيخ حافظ الدين النسفی" (۱)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ اس موضوع پر ایک طویل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

"والحاصل انهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بأنه قال به امام مجتهد وهو الإمام الشافعی كما نقله فی الحلية عن المتولی عنه"(۲)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"وفی الظهيرة الصحيح انه ينوی القضاء لفقد وقت الأداء" (۳)

علامہ شامی نے منحة الخالق حاشيه البحر الرائق ۱/۲۴۷ پر بھی اس سلسلہ میں کلام فرمایا ہے، اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدم فرضیت نماز کے قائلین میں درج ذیل فقہاء کرام کا نام خصوصیت سے ملتا ہے۔

(۱) شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد الحلوائی (متوفی ۴۴۸ھ)

(۲) ابوالقاسم بقالی (متوفی ۵۲۶ھ)

(۳) نجم الدین مختار بن احمد الزاہدی (متوفی ۶۵۸ھ)

(۴) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ)

---

(۱) غنية المستملی، ص: ۲۲۸/۲۲۹

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۴

(۳) الفتاوی التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۴

(۵) علامہ ابراہیم حلبی (متوفی ۹۵۶ھ)

(۶) علامہ حسن شرنبلانی (متوفی ۱۰۶۹ھ)

اسی طرح فرضیت کے قائلین میں مندرجہ ذیل اصحاب فضل وکمال کا نام آتا ہے۔

(۱) صدر الشہید برہان الأئمہ عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۵۳۶ھ)

(۲) کمال الدین ابن ہمام (متوفی ۶۲۱ھ)

(۳) علامہ ابن شحنہ محمد عبداللہ (متوفی ۹۲۱ھ)

(۴) علامہ احمد بن محمد طحطاوی (متوفی ۱۲۳۱ھ)

(۵) علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)

(۷) صدر الشریعہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہم اجمعین (متوفی ۱۳۶۷ھ)

حاصل کلام یہ ہے کہ محققین فقہاء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک ایسے علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور یہی اصح ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ نماز عشاء کس وقت ادا کریں تو فقیر کی تتبع وتلاش کے مطابق قائلین وجوب عشاء نے اس کے لیے متفقہ طور پر کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے کہ ایسے مقامات کے لوگ کب نماز عشاء ادا کریں تاہم عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز طلوع صبح صادق کے بعد پڑھی جائے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

"أقول لا يخفى ان القائلين بالوجوب عند نالم يجعلوا لتلك الصلوٰة وقتا خاصًا بها بحيث يكون فعلها فيه أداء وخارجها قضاء كما هو في ايام الدجال لأن الحلواني قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبيرؒ قال لا ينوى القضاء لعدم وقت الأداء وبه صرح في "الفتح" أيضا فأين الاِلحاق دلالة مع عدم المساوات؟ فلو كان بطريق الاِلحاق أو القياس لجعلوا لها وقتاً خاصًا بها تكون فيه أداءِ، وانما قدروه موجودالايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ماقاله الشافعية كما علمت والالزم كونها فيه اداء وقد علمت قول الزيلعي انه لم يقل به أحد أى بكونها أداء لأنه لا يبقى وقت العشاء بعد الفجر."(۱)

(۱) ردالمحتار، ج:۲،ص:۲۱

(۳) ان بلاد میں مذکورہ ایام میں قول صاحبین پر عمل کرنے کے حوالہ سے عرض ہے کہ وقت عشاء کے سلسلے میں دیگر ائمہ مجتہدین کے ساتھ خود ائمہ حنفیہ میں بھی دو قول ہے جس کی تفصیل گزری مگر ان میں فتویٰ کس قول پر ہے اس کی وضاحت کے بعد تیسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ کتب فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فتویٰ دونوں کے قول پر دیا گیا ہے مگر ظاہر الروایہ قول امام ہی کا ہے اور ترجیح قول امام کو ہی حاصل ہے، علامہ شرنبلالی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"و اول وقت المغرب منه ای غروب الشمس الیٰ قبیل غروب الشفق الأحمر علی المفتی به وهو روایة عن الامام وعلیها الفتویٰ وبها قالا لقول ابن عمر الشفق الحمرة وهو مروی عن أكابر الصحابه"(۱)

اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"وقیل هو البیاض الذی بعد الحمرة (الی قوله) وصح كل من القولین وافتی به ورجح فی البحر قول الامام"(۲)

علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحقیقی بحث کرتے ہوئے حاصل کلام یوں پیش کرتے ہیں۔

"غیر أن النظر عند الترجیح افاد ترجیح انه البیاض هنا واقرب الأمر انه اذا تردد فی انه الحمرة او البیاض لا ینقضی بالشک ولان الاحتیاط فی ابقاء الوقت الی البیاض لانه لا وقت مهمل بینهما فبخروج وقت المغرب یدخل وقت العشاء اتفاقا ولاصحة لصلاة قبل الوقت فالاحتیاط فی التاخیر" (۳)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ علامہ ابن ہمام کی بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ورجحه ایضا تلمیذه قاسم فی تصحیح القدوری وقال فی آخره فثبت أن قول الامام هو الأصح اھ وبهذا ظهر انه لا یفتی ویعمل الابقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما او قول أحدهما أو غیرهما إلا لضرورة من ضعف دلیل أو تعامل بخلافه كالمزارعة فقولهما اوسع للناس وقول ابی حنیفة أحوط"(۴)

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۹۵

(۲) حوالہ سابق

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۴۶

ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ اگر چہ دونوں قول پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ اور ترجیح قول امام ہی کو ہے البتہ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوجہ ضرورت وتعامل قول صاحبین کی طرف عدول کی گنجائش بھی موجود ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

’’جس میں اختلاف فتویٰ ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے ہو جائے گا اور چونکہ اسی (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتقد ترجیح قول امام ہے اسے اجتناب چاہیے۔‘‘(۱)

اس لیے اگر کسی علاقہ میں قول صاحبین پر لوگوں کا تعامل ہوگیا ہو یا کسی حرج شدید اور حاجت صحیحہ کی بنا پر قول صاحبین پر عمل کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر خیال رہے یہ حکم خاص کران بلاد کے لئے ہے جہاں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے دیگر مقامات پر قول صاحبین پر عمل ہرگز جائز نہیں۔

(۴) قول صاحبین پر ان کی نماز ہو جائے گی اور اگر لوگ اسی کے عادی ہو گئے ہوں تو ان کو اصل مذہب حنفی بنرمی سمجھایا جائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان کو منع نہ کیا جائے اس کی نظیر دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ ہے کہ مذہب سیدنا امام اعظم قدس سرہ کے مطابق دیہات میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے مگر عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے ایک روایت کے مطابق ان کے لیے صحت کافی ہے چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

’’جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ ہے مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت ہے کما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقة الندیة وغیرها‘‘ (۲)

اور آگے فرماتے ہیں:

’’جب کہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ

---

(۱) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

تعالیٰ ارأیت الذی ینهی عبدا اذا صلی. وفیه عن امیر المومنین علی کرم الله وجهه" (۱)

(۵) اگر کوئی شخص قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے شفق ابیض کی موجودگی میں نماز عشاء پڑھتا ہو تو بہ نیت ادا پڑھے اور اگر طلوع صبح صادق کے بعد پڑھتا ہے تو اگر چہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ بہ نیت قضا نہیں پڑھی جائے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"ثم هل ینوی القضاء الصحیح أنه لا ینوی القضاء لفقد وقت الأواء" (۲)

مگر قول صحیح یہی ہے کہ بہ نیت قضاء پڑھی جائے چنانچہ فتاوی تارتارخانیہ میں مرقوم ہے۔

"وفی الظهیریة الصحیح انه ینوی القضاء لفقد وقت الأداء" (۳)

اور بہار شریعت میں ہے:

"جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے جیسے بلغاریہ ولندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشاء کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں" (۴)

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق آجاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک یا دومنٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہوجاتی ہے ان خطوں میں رہنے والوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے اور بہ نیت قضاء بعد طلوع صبح صادق پڑھیں کما سبق۔ اور اگر مطلق نیت سے پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔

(۷) جب وہ نماز بطور قضا پڑھنی ہے تو اس سلسلے میں اختیار ہونا چاہیے کہ قبل نماز فجر یا بعد نماز فجر جب چاہے پڑھے کیوں کہ قضا نمازوں کے لیے صاحب ترتیب کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"لیس للقضاء وقت معین بل جمیع أوقات العمر وقت له الاثلاثة" (۵)

مگر بہتر یہ ہے کہ نماز فجر سے پہلے پڑھی جائے تا کہ چوبیس گھنٹے میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے والوں میں یک گونہ شمولیت رہے اور اگر کوئی صاحب ترتیب ہے تو اسے بدرجہ اولی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا کہ پہلے نماز عشاء

(۱) الفتاوی الرضویه، ج:۳، ص:۷۴۵

(۲) فتح القدیر، ج:۱، ص:۲۲۶

(۳) الفتاوی التاتارخانیة، ج:۱، ص:۴۰۴

(۴) بهار شریعت، ج:۳، ص:۱۸

(۵) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۲۱

پڑھے پھر نماز فجر ادا کرے۔

ان عظیم اور اہم مسائل کے لیے ''شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف'' نے سیمینار منعقد کیا اور بعد تحقیق یہ فیصلہ صادر کیا۔

(۱) باتفاق مندوبین یہ طے پایا کہ دنیا کے جن علاقوں میں نماز عشاء کا وقت نہیں ملتا وہاں کے مسلمانوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے۔

(۲۔۳) اصل حکم یہ ہے کہ ان مقامات پر نماز عشاء کی قضا کی جائے مگر تصریحات فقہا میں اس کا ذکر نہیں کہ کب قضا کی جائے۔ مندوبین کرام نے بحث وتمحیص کے بعد یہ طے کیا کہ جو لوگ قول صاحبین کے مطابق بعد غروب شفق احمر نماز عشاء پڑھ لیتے ہوں انہیں اصل حکم یعنی در بارۂ وقت عشا قول امام اعظم بتادیا جائے اور اگر بتانے کے باوجود نہ مانیں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

(۴) اگر لوگوں نے ان مقامات پر قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے نماز عشاء پڑھ لی تو ان کے ذمہ سے قول صاحبین کے مطابق فرض ساقط ہو جائے گا۔ اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

(۵) ان مقامات پر شفق ابیض یا طلوع صبح صادق کے بعد نماز عشاء پڑھنے کے لیے قضا یا ادا کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں، مطلق نیت کافی ہے۔(۱)

هذا ما تيسر لي ان كان حقا فمن الرحمن

وان كان باطلا فمني ومن الشيطن

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) فیصلہ جات شرعی کونسل بریلی شریف ص: ۲۷۳

فاسق اور نابالغ کی اذان کا حکم

مسئلہ از: محمد صدیق، مقام ہوٹت، ضلع رام بن، صوبہ کشمیر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہ شخص جو اپنی داڑھی حد شرع نہ رکھتا ہو اور وہ بچہ جو ابھی حد بلوغت کو نہ پہنچا ہو ایسے حضرات اگر اذان دیں تو اس اذان کا کیا حکم ہے، قرآن و حدیث سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا خواہ منڈانا یا کترانا، ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔

درمختار میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیته" (۱)

اور فاسق کی اذان مکروہ ہے اگر کہہ دے تو بہتر ہے کہ اس اذان کو دہرایا جائے۔

منحۃ الخالق میں ہے:

(قولہٗ ینبغی ان لایصح اذان الفاسق اھ) کذافی النھر ایضا وظاھرہ انه یعادوقد صرح فی معراج الدرایة عن المجتبی انه یکرہ ولایعاد اھ (۲)

اور بہار شریعت میں ہے "فاسق اگرچہ عالم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل اور ناسمجھ بچے اور جنب کی اذان مکروہ ہے ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔" (۳)

اور جو بچہ اپنی حد بلوغ کو نہ پہنچا۔ اگر سمجھدار ہے جس کا معیار یہ ہے کہ لوگ اس کی اذان سن کر یہ نہ سمجھیں کہ کھیل کر رہا ہے تو اس کی اذان درست ہے۔ ردالمحتار میں ہے

"یصح اذان الکل سوی الصبی الذی لایعقل لان من سمعه لایعلم انه موذن بل یظنه یلعب بخلاف الصبی العاقل." (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص: ۲۶۱

(۲) منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۶۴

(۳) بہار شریعت، ج:۳، ص: ۳۱

(۴) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۴

اذان ثانی کہاں ہو؟

مسئلہ از: سید محمد مکرم برکاتی، مقام شاہی محبوب نگر چن پٹن، ضلع رام نگر، بنگلور کرناٹک

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسوم ورواج پر اڑا رہنا؟

(۲) علما پر لازم ہے یا نہیں کہ مردہ سنت زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۳) نئی بات یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے اندر پڑھنا سنت کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں زمانے سے یہی رواج ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے جامع مسجد میں باہر اذان ثانی ہوگی تو ہمارے یہاں بھی باہر ہوگی نہیں تو نہیں ہوگی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) حضور سرورعالم سیدنا محمد عربی علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر"(۱)

یعنی جب رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تھا۔

حدیث مذکور سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور مبارک میں بھی یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوتی تھی۔ بریں بنا ہمارے ائمہ کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ اور ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ

(۱) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۵۵

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:"لا یوذن فی المسجد" (۱) یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔
طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:"یکرہ ان یوذن فی المسجد."(۲)
یعنی مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

ان تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اذان کا مسجد کے باہر ہونا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت اور ارشادات ائمہ دین کے مطابق ہے اور مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت اور ممنوع و مکروہ ہے لہٰذا سنت کو چھوڑ کر رسم ورواج کو پکڑنا سراسر غلط ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خلاف سنت کام سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں
"احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب بھی او راس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ وتابعین تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۴)
یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (کنز الایمان)
اور فرماتا ہے ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (۵)
یعنی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (کنز الایمان)

ان آیات کریمہ سے درس ملتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیئے کیوں کہ ہر ایک کے گناہوں کا بوجھ اسی پر ہوگا۔ دوسرا ذمہ دار نہ ہوگا لہٰذا کسی شخص کا یہ کہنا کہ غلط کام سے جب فلاں رکے گا تب میں رکوں گا یہ سراسر غلط بات ہے اور شان ایمان کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کو ایسے نظریے سے توبہ کرنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رشوال المکرم ۱۴۳۲ھ

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ مع الھندیۃ، ج: ۱، ص: ۷۸
(۲) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ج: ۱، ص: ۱۰۷
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۲۱، ص: ۸۴
(۴) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۴
(۵) سورۃ النجم، آیت: ۳۸

اقامت میں کب کھڑے ہوں

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

''جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہابی لوگ تکبیر سے پہلے کھڑے ہوجاتے ہیں جب ان کو روکا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تب کھڑا ہونا چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے نماز کے لئے اس وقت باہر نکلتے تھے جب مکبر حی علی الفلاح'' پر پہنچتا تھا یہ سن کر وہابی جھگڑے پر اتر آتے ہیں اور سنیوں سے حوالہ مانگتے ہیں کہ کس کتاب میں ایسا لکھا ہوا ہے؟ کیا پہلے کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر امام ومقتدی سب موجود ہوں تو تکبیر کھڑے ہوکر سننا مکروہ وممنوع ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ سب تکبیر بیٹھ کر سنیں پھر جب مکبر ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑے ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''اذا دخل الرجل عندالاقامة یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعدثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح۔''(۱)

درمختار میں ہے:''دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد۔''(۲)

ردالمحتار میں ہے:''یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح۔''(۳)

عمدۃ الرعایہ میں ہے:''اذا دخل المسجد یکرہ له انتظار الصلاۃ قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح وبه صرح فی جامع المضمرات۔''(۴)

(۱)الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۵۳

(۲)الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۶۸

(۳)ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۶۸

(۴)عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، ج:۱، ص:۱۳۶

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:''یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة هو الصحيح.''(۱)

موطا امام محمد میں ہے:''ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلاة فَيَصُفُّوْا وَيُسَوُّوْا الصفوف۔''(۲)

ان تمام ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ امام ومقتدی کو''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہیئے۔افسوس صد افسوس ہے وہابیوں اور دیوبندیوں پر کہ اس قدر واضح اور روشن عبارات ائمہ دین وارشادات علمائے کرام کے ہوتے ہوئے لڑتے جھگڑتے اور فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں اگر انہیں ائمہ کرام اور علمائے اسلام کے ان اقوال کا اعتبار نہیں تو کم از کم اپنے دینی پیشواؤں کی سنیں ان کے ایک مولوی صاحب کی کتاب مفتاح الجنۃ ص ۳۳ پر ہے کہ جب اقامت میں''حی علی الفلاح'' کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

اور راہ نجات ص ۱۴ پر ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کے وقت امام اٹھے۔ان عبارتوں کے باوجود اگر اب بھی وہابی سنیوں سے اس مسئلہ پر لڑیں تو ان کی حد درجہ جہالت وہٹ دھرمی ہوگی۔رب قدیر انہیں ہدایت بخشے۔

اور چونکہ کراہت صرف تکبیر کھڑے ہو کر سننے میں ہے اور تکبیر داخل نماز نہیں ہے اس لئے نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

(۱)الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱،ص:۵۷

(۲)الموطا للامام محمد،ص:۸۹

باب صفة الصلاة

طریقۂ نماز کا بیان

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کی تفصیل

مسئله از: محمد ذہیب رضوی کوکن مہاراشٹر

کیا فرماتے ہے علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جاتا ہے مگر غیر مقلدین تکبیرات انتقال میں بھی رفع یدین کرنے کو کہتے ہیں احناف کا موقف حدیث سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مذہب حنفی میں نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا اس کے علاوہ رفع یدین کرنا منع ہے چنانچہ امام ترمذی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں

"عن علقمة قال قال عبدالله الااصلی بكم صلوةرسول الله ﷺ فصلی فلم يرفع يديه الا في اول مرة وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة (۱)

یعنی حضرت علقمہ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر نماز ادا کی تو پہلی بار (تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔

اس باب میں براء بن عازب سے بھی روایت ہے امام ترمذی فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے

---

(۱) جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع ج: ۱، ص: ۳۵

اور امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"عن عبد اللہ بن مسعود قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما فلم یرفعوا ایدیہم الا عند (التکبیرۃ الاولی فی)افتتاح الصلوۃ "(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

اور سیدنا امام طحاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں

"عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رای النبی ﷺ یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فقال ان کان وائل راہ مرۃ یفعل ذلک فقد راہ عبداللہ خمسین مرۃ لایفعل ذلک" (۲)

یعنی مغیرہ سے مروی ہے میں نے ابراہیم نخعی سے وائل کی حدیث کے متعلق پوچھا کہ انھوں نے نبی کریم علیہ السلام کو رفع یدین کرتے دیکھا جب کی نماز شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو ابراہیم نے فرمایا کہ اگر وائل نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے آپ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ تکبیر اولی کے وقت ہی رفع یدین کرنا سنت رسول پاک اور طریقہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے باقی تکبیرات یا ارکان کے ادا کرتے وقت رفع یدین نہیں کیا جائے گا اور جن احادیث میں تکبیر اولی کے علاوہ میں رفع یدین مذکور ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے جو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ج: ۱، ص: ۲۳۷
(۲) شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع ج: ۱، ص: ۱۶۲

کیا نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کا ثبوت ہے؟

مسئله از: محمد شاداب، مہوبا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے میں کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھا جاتا ہے کیا اس پر کوئی ثبوت ہے؟

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مذہب حنفی میں نمازی کے لئے حکم ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے یہ طریقہ احادیث و آثار صحابہ سے منقول ہے اور اس میں تعظیم و تکریم کا زیادہ اظہار ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة" (۱)

اسی میں ہے:

"عن ابي جحيفه ان عليا رضي الله تعالىٰ عنه قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوٰة تحت السرة" (۲)

الجوہر النقی میں ہے:

"عن ابي وائل قال قال ابوهريرة اخذ الاكف على الاكف في الصلوٰة تحت السرة" (۳)

ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ حالت نماز میں ہاتھ کو ناف کے نیچے رکھنا چاہئے اور یہی ائمہ احناف کا موقف ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) المصنف لابن ابی شیبة ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) المصنف لابن ابی شیبة ج: ۱، ص: ۳۹۱

(۳) الجوهر النقي في الرد على البيهقي، ج: ۲، ص: ۳۱

مسئلہ رفع یدین

مسئلہ از: ساجد علی نوری ولد فیاض احمد، بلہاڈپورہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفع یدین کرنے کا حکم کہاں سے ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا حکم ہے اس کے علاوہ نہیں ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں ان کا موقف صحیح نہیں ہے کہ وہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

"عن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود" (۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵؍ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

نماز میں جہر وسر کیوں؟

مسئلہ از: نور الزماں، مصباح العلوم، بدھیانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: چار رکعت نماز فرض میں دو رکعت کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور دو رکعت کیوں آہستہ پڑھتے ہیں، اور دو بھری اور دو خالی کیوں پڑھتے ہیں؟

---

(۱) شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین عظام سے اسی طرح منقول ہے۔ علامہ "ابن ہمام" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ثم المصلی ان کان اماماً یجھر فی الفجر، وفی الرکعتین الاولین من المغرب والعشاء، ویخفی فی الآخرین ھذا ھو الماثور المتوارث المنقول عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام والصحابۃ والتابعین" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

تکبیر تحریمہ کے وقت عورتیں کیسے اور کہاں تک ہاتھ اٹھائیں؟

مسئلہ از: محمد شاہ عالم قادری عطاری مدرسہ غریب نواز محلہ فتح نگر راویر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔

(۱) عورتوں کو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ کیسے اور کہاں تک اٹھانا چاہیے؟ ہتھیلیوں کے پیٹ کس رخ پر ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا معہ الحوالہ؟

(۲) عورتوں کو کن کن اوقات میں مردوں کی نماز با جماعت ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، اگر اول ادا کرے تو کوئی کراہت ہے کیا؟

(۳) عورتوں کے چھدے ہوئے ناک میں پانی وضو کرتے وقت پہنچانا ضروری ہے کیا؟

(۴) عورتیں اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" سننے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگا سکتی ہیں کیا؟

برائے کرم فوری طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں عورتیں کاندھوں تک ہاتھ اٹھائیں گی۔ ہاں انگوٹھوں کو شانے سے چھکنے کا حکم نہیں ہے۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں، اور ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی جانب رکھنی چاہیے، اور انگلیاں

---

(۱) فتح القدیر للعاجز الفقیر، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص ۳۳۱

پھیلا لیں۔ چنانچہ علامہ ''حلبی'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''واما المرأۃ فانھا ترفع یدیھا عند التکبیر حذاء ثدیھا، بحیث تکون رؤس اصابعھا حذاء منکبیھا لان ذلک استرلھا وامرھا مبنی علی الستر''(۱)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

''مرد و عورت میں یہی فرق ہے کہ مرد کان کی حد تک ہاتھ اٹھائے گا۔ عورت شانوں تک اس طرح کہ انگلیاں شانوں تک اٹھیں۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں۔ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ جانب کرنی چاہیے، اور انگلیاں پھیلائے، اور بلند رکھنی چاہیے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) صورت مذکورہ میں عورت اگر نماز کا وقت ہونے پر مردوں کی جماعت سے پہلے نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مردوں کی جماعت کا انتظار ان پر لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اگر سوراخ بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اور اگر تنگ ہے تو پانی ڈال کر نتھ کو حرکت دے تاکہ پانی سوراخ میں بہہ جائے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی اعظمی'' قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔''(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) اذان میں ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' سن کر انگوٹھا چومنا اظہار عقیدت و محبت اور تعظیم کے لیے ہے۔ لہٰذا اس حکم میں ہر مؤمن خواہ مرد ہو یا عورت شامل ہے۔ نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر عورت بھی انگوٹھا آنکھوں سے لگا سکتی ہے۔ حدیث شریف ہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' پر اپنے انگوٹھوں کو آنکھوں سے لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی'' (۴) یعنی جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس کو میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اس میں کلمہ 'من' عام ہے جو مرد و عورت سب کو شامل ہے۔ اس لیے عورتیں بھی نام پاک سن کر انگوٹھا آنکھوں

---

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۳۹۳

(۲) فتاویٰ مصطفویہ، ترتیب جدید، ص: ۲۱۴

(۳) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ح: ۱، ص: ۱۴

(۴) المقاصد الحسنۃ، ص: ۳۸۴

سے لگا سکتی ہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ رجب ۱۴۲۲ھ — ۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

تکبیرات انتقال کیسے کہے؟

مسئلہ از: سید محمد ضیاء الدین عارف حامدی حسینی قادری، سجادہ نشیں درگاہ حضرت سید محمد قاسم پیر مخدومی، حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیر آباد، ڈیام، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید امام اور بکر مقتدی جب زید رکوع میں پہنچے تو "اللہ اکبر" کہاں ختم کرے؟ ویسے ہی پوری نماز کی تفصیل اور بکر زید کی اقتدا میں کب رکوع میں جانا شروع کرے؟ ویسے پوری نماز میں اگر زید سے پہلے پہلے ارکان کو ادا کرے تو ایسی نماز جو بکر کی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی نماز جو زید ادا کر رہا ہے جس میں مکروہ ہونے کا احتمال ہے کیا یہ نماز لوٹائی جائے یا یہ نماز ہوگئی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید "اللہ اکبر" کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع میں پہنچ کر تکبیر ختم کرے، جیسا کہ حضور صدر الشریعہ مفتی "امجد علی اعظمی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"بہتر یہ ہے کہ "اللّٰــه اکبر" کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر سے شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے"۔ (۱)

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخرور والفراغ عند الاستواء للرکوع کذا فی المحیط" (۲)

اسی طرح تمام تکبیرات انتقالیہ میں کرے۔ مقتدی اگر امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرے اور پھر امام کے ساتھ یا امام

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۷۴

کی ادائیگی کے بعد وہ رکن ادا نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔جیسا کہ "بہار شریعت" میں "درمختار" کے حوالہ سے ہے۔
"جو چیزیں فرض ہیں ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے۔یعنی ان میں کا کوئی فعل امام سے پہلے ادا کر چکا، اور امام کے ساتھ، یا امام کے ادا کرنے کے بعد ادا نہ کیا، تو نماز نہ ہوگی۔"(۱)

اور جو نماز مکروہ شئی کے ساتھ ادا کی جائے تو اگر وہ مکروہ تنزیہی ہے تو نماز کا اعادہ بہتر ہے، اور اگر مکروہ تحریمی ہے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔چنانچہ درمختار مع الشامی، میں ہے

"کل صلوۃ ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا" (۲)

یعنی ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

نوٹ: آپ نے ۸۶/۹۲ کے بغل میں "ص" لکھا ہے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷؍ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

کیا نماز میں صرف "والتین" پڑھنا صحیح نہیں

مسئله از: محمد انتظار عالم قادری، پوسٹ گاچھپارہ، تھانہ وضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید کا کہنا ہے کہ اس نے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد صرف "سورۂ والتین" نہیں پڑھنا چاہیے۔اگر کوئی شخص پڑھ لے تو سورہ "والتین" کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے ورنہ نماز نہیں ہوگی اور کہتے ہیں کہ اس بارے میں مفتی اعظم ہند کا فتویٰ ہے۔

لہٰذا آپ مفتیان کرام عالم صاحب کے قول کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج:۳، ص:۷۴

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج ۱، ص:۷۰۳

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (۱)
یعنی قرآن سے جو میسر آئے پڑھو۔ اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ صرف سورہ "والتین" یا صرف فلاں سورت نہیں پڑھنی چاہیے محض غلط اور جہالت ہے۔ اگر زید سے واقعی کسی عالم نے کہا تو وہ عالم نہیں جاہل ہے، اور اگر زید خود اپنی طرف سے اس طرح کی بکواس کرتا ہے تو توبہ کرے اور بے تحقیق کسی حکم شرعی کو بیان کرنے سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی　　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

عورت سجدہ کیسے کرے؟

مسئلہ از: محمد حنیف راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عورت نماز ادا کرتے وقت سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پیر کھڑا رکھے گی یا مردوں کی طرح پورا پنجہ زمین سے لگا دے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن جواب عطا فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقیہ الہند شارح بخاری "مفتی شریف الحق امجدی" علیہ الرحمہ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱، ص:۸۵ کے جدید حاشیہ میں بہار شریعت حصہ سوم کی ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:
"عورتوں کو سجدہ کرنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اس کے پیش نظر حالت سجدہ میں ان کا پنجوں کا کھڑا رکھنا ممکن نہیں اس لیے وہ سجدہ کی حالت میں پیروں کو داہنی طرف نکال لیں گی۔ (۲) لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت

---

(۱) سورۃ المزمل، آیت: ۲۰

(۲) ملخصا حاشیہ جدیدہ فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۸۵

مردوں کی طرح پنجہ کھڑا نہیں رکھے گی بلکہ داہنی سمت نکال کر سجدہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴۲۱/۵/۷ھ

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت

مسئلہ از: صدر و اراکین تحفظ اہل سنت کمیٹی ضلع کاروار

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے کی جو فضیلت احادیث مبارکہ میں وارد ہے اس کے تعلق سے ارشاد فرمائیں کہ کیا صرف نماز جمعہ کے لیے عمامہ شریف باندھا جائے یا پنجگانہ نماز کے لیے بھی اور عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کا حکم شرع شریف میں صرف امام کو دیا ہے یا مقتدی حضرات بھی عمامہ باندھیں؟ اور امام عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے مگر مقتدی نہ باندھے رہیں تو مقتدی کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

حضور والا جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ عمامہ شریف کی سنت کو اس کی فضیلت بتا کر عام کرنے میں ہمیں آسانی ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جمعہ ہو خواہ دوسری کوئی نماز ہر نماز کے لیے عمامہ باندھنا سنت مستحبہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"صلوٰۃ تطوع، او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ، وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ" (۱)

بہار شریعت میں ہے:

عمامہ باندھنا سنت ہے۔ خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ (۲)

اور امام و مقتدی سب کے لیے عمامہ باندھنا مسنون ہے جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھے یا پڑھائے عمامہ کی فضیلت

---

(۱) الجامع الصغیر: ج: ۱، ص: ۳۱۴

(۲) بہار شریعت، کتاب الحظر والاباحۃ، ج: ۱۶، ص: ۵۵

اسی کو ملے گی۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِہٖ﴾ (۱) لہٰذا اگر صرف امام نے عمامہ باندھا اور مقتدیوں نے نہ باندھا تو مقتدیوں کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

کیا قراءۃ متواترہ کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

مسئلہ از: محمد ہاشم خاں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ "بِئْسَ الاِسْمُ الفُسوق" جو سورہ حجرات میں ہے، جس میں صورت نقل کے قاعدہ کی وجہ سے اسم کے ہمزۂ وصل کو قراءۃ حذف کر کے اس کا کسرہ لام تعریف کو دے کر قرأت متواترہ کے مطابق بِئسَ الاِسْمُ الفسوق پڑھا جاتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ایسا پڑھنا غلط ہے کیوں کہ اس طرح پڑھنے سے کلمہ مہمل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ "لِاسم" کا لغت میں کوئی معنی نہیں ہے تو کیا قرأت متواترہ کے مطابق پڑھنے سے کوئی کلمہ غلط یا مہمل ہو جاتا ہے؟ کیا زید کا یہ قول کلام اللہ کی قرأت متواترہ سے انکار اور اس میں تحریف کے مترادف نہیں؟ کلام اللہ کا انکار یا اس کو غلط اور مہمل کہنے والے کے متعلق شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہوگا؟ واضح فرمائیں۔ عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید بے علم اور ناواقف ہے، اور آیت مذکورہ کے متعلق اس کا اعتراض اس کی جہالت پر دال ہے۔ مخدوم القراء حضرت قاری ضیاء الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

صورت نقل پہ مثل "بِئْسَ الاسمُ الفسوق" میں ہے: اس میں نقل حقیقۃً اس وجہ سے نہیں کہ ہمزہ وصل ہے۔ اگر الاسم سے ابتداء کی جائے تو لِاسم الفسوق اور الاِسم الفسوق دونوں جائز ہیں۔ (۲)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ قرأت متواترہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم کی سات قرأتیں سب سے زیادہ مشہور ومتواتر ہیں ان میں معاذ اللہ کہیں اختلاف معنی نہیں وہ سب حق ہیں اور جس ملک میں جو قرأت رائج ہے، عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے کہ لوگ ناواقفی میں انکار کریں گے

(۱) سورۃ حم السجدہ، آیت: ۴۶

(۲) ضیاء القرأت، ص: ۱۳

اور وہ معاذ اللہ کلمہ کفر ہوگا۔"(۱) زید نے اپنی جہالت سے اس کا انکار کیا ہے۔اس لیے توبہ واستغفار لازم ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"جو اپنی ناواقفی کی وجہ سے کسی خاص قاعدے کا انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ ومتنبہ کرنا چاہیے۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

سورۂ توبہ کے آغاز میں تسمیہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: ابوبکر برکاتی، جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، گاندھی نگر، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ "سورہ توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ: سورہ "توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز ہے۔ جب کہ بکر کا حوالہ "بہار شریعت" سے ہے۔ زید کہتا ہے کہ: سورہ "توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" نازل نہیں ہوئی۔ جب نازل نہیں ہوئی تو لکھی بھی نہیں ہے۔ اس لیے پڑھنا درست نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سورہ "توبہ" اگر سورہ "انفال" سے ملا کر پڑھی جائے تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھیں گے، اور اگر سورہ "توبہ" ہی سے تلاوت کا آغاز ہوا تو ایسی صورت میں تعوذ وتسمیہ دونوں پڑھیں گے۔ چنانچہ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

"إنما ترک التسمیة فی سورة براة...... ووصلها بسورة الانفال إذا ما ابتدء ها فلیتعوذ ولیات بالتسمیة"(۳)

اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے(۴)

لہٰذا بکر کا بہار شریعت کے حوالہ سے یہ مسئلہ بتانا کہ "سورہ توبہ" کے آغاز میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ زید کا اصرار بیجا اور غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلاۃ ج:۱، ص:۱۲

(۲) الفتاوی الرضویہ، کتاب الصلاۃ، ج:۳، ص:۱۱۹

(۳) غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص:۴۹۵

(۴) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۰۳

"حریص" پر وقف کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد ہاشم، متعلم دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حالت نماز میں "لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص" پر وقف کرتا ہے جب کہ وقف کے قاعدے سے اس جگہ وقف قبیح ہے تو زید حالت نماز میں "حریص" پر وقف کرتا ہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔ مفصل طور پر اس طرح کی آیتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہر آیت پر وقف جائز ہے، اگر چہ آیت 'لا' ہو، البتہ اگر وقف کرنے میں کہیں معنی میں تغیر فاحش ہو رہا ہے تو، قبیح ہے، مگر نماز بہر حال ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"إذا وقف في غير موضع الوقف او ابتدأ في غير موضع الابتداء إن لم يتغير به تغيراً فاحشاً لا تفسد صلاته بالاجماع بين علمائنا هكذا في المحيط وان تغير به المعنى تغيراً فاحشاً لا تفسد صلاته عند علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتوىٰ عدم الفساد لكل حال هكذا في المحيط" (۱) اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے۔ (۲) زید کا "حریص" پر وقف اگر چہ بقاعدۂ قرأت قبیح ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

مساجد میں کرسیوں پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: منیر بھائی سمیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) عام طور پر مساجد میں کرسی اور ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر کرسی یا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) بہار شریعت، نماز کا بیان، ج: ۳، ص: ۱۶

ٹیبل پر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے تو فرش پر پالتھی مار کر بیٹھنا پڑے گا اور رکوع و سجود اشارے سے کرنے پڑیں گے اور کرسی ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو رکوع و قیام میں کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں کی طرح کر لیتے ہیں اور سجدے صرف اشارے سے کرتے ہیں کیا ایسے معذور حضرات کو کرسی ٹیبل پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواز کی صورتیں معتبر حوالوں کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور ناجائز ہے تو اس کی وجہ بھی تحریر فرمائیں۔

(۲) مسجد میں نمازی قرآن شریف پڑھتے ہیں اور لوگ کرسی ٹیبل پر بیٹھے ہوتے ہیں تو کیا یہ قرآن کی بے ادبی نہیں ہے؟

(۳) جس مسجد میں مقتدی کرسی ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہاں کے امام اور متولی کی شرعی ذمہ داری کیا ہے؟

(۴) جو لوگ زمین پر بیٹھ سکتے ہیں کیا وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) فرض وواجب وعیدین وسنت فجر میں قیام فرض ہے بلا عذر صحیح بیٹھ کر پڑھنے سے یہ نمازیں نہیں ہوں گی اور عذر شرعی کی تفصیل کرتے ہوئے صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ

"کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے یونہی کھڑا ہو تو سکتا ہے لیکن اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔ یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ اللہ اکبر کھڑا ہو کر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑے ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔" (۱)

ان مذکورہ حالات کے علاوہ زمین یا کرسی پر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر قیام و رکوع و سجود پر قادر نہ ہو مگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو کرسی پر بیٹھ کر نماز تو ہو جائے گی مگر ایسا ہرگز نہ کرے بلکہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور اس صورت میں رکوع و سجود اشارہ سے کرے۔ (۲)

اور اگر واقعی بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی عذر صحیح ہو تو کرسی پر نماز پڑھ سکتا ہے ایسی حالت میں ٹیبل کی ضرورت نہیں کہ سجدہ اشارہ سے کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قرآن پاک نیچے ہو اور لوگ کرسی پر بیٹھے ہوں یہ صورت یقیناً خلاف ادب و تعظیم ہے۔ سیدی اعلیٰ

(۱) بہار شریعت: ج: ۳، ص: ۵۱۱

(۲) عکس فیصلہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یا ان کے ہاتھوں میں ہے یا گود میں ہے اور یہ معلم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار نا ہنجار فساق فجار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں۔''(۱)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) حسب استطاعت امام ومتولی کو چاہئے کہ کرسی پر نماز کے مسائل اور قرآن مقدس کی تعظیم اور اس کے احترام سے متعلق مسائل بتادیں اور کرسی پر نماز پڑھنے والوں کو تاکید کریں کہ مسجد میں صرف ضرورت کی مقدار ہی کرسی پر رہیں اور کرسیاں آخری صف میں یا صفوں کے کنارے اغل بغل لگائیں تاکہ دیگر مصلی حضرات کے مابین کشادگی کم رہے اور بقدر امکان صفیں ملی رہیں اور قطع صف کی خرابی سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر کوئی ایسا معذور ہو کہ واقعی کھڑا ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو اسے بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ہے اور جس صورت میں بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے کرسی پر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز ایک عبادت ہے اور عبادت میں بندہ جتنی تواضع اور عجز وانکسار کرے بہتر ہے جبکہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے میں ایک طرح کا ترفع پایا جاتا ہے اس لئے بیٹھ کر ہی پڑھے کرسی سے بچے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸؍ جمادی الآخرہ ۱۴۳۱ھ

مزار پر بنی چھت پر نماز پڑھنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شبراتی علی قادری مسجد، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

قادری مسجد بھٹوا محلہ خلیل آباد گورکھپور باہری روڈ سے متصل شہید بابا کا مزار ہے جس پر سلیپ پڑا ہوا ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس کے اوپر نماز پڑھنا شہید بابا کی بے ادبی ہے لہٰذا نماز درست نہیں اور بکر کہتا ہے کہ مقبرہ کی چھت پہ نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی بے ادبی نہیں۔ فریقین میں کون حق پر ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب اللّٰہم ہدایۃ الحق والصواب

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا اس پر بیٹھنا، نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قبر کی چاروں طرف نیچے

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۹، ص: ۳۶۷

سے دیوار کھڑی کر کے اسپر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبر کے درمیان کچھ فاصلہ رہے تو ایسی صورت میں قبر کے اوپر بنی ہوئی چھت پر نماز جائز و صحیح ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح کہ اس کے چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں۔'' اھ ملخصاً۔(۱)

اس تفصیل سے قادری مسجد سے متصل مزار پاک کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب مزار پاک اور چھت کے درمیان فاصلہ ہے تو اس چھت پر نماز پڑھنا جائز و درست ہے اس میں صاحب مزار کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ لہٰذا زید کا قول غلط اور بکر کا قول صحیح اور حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۹۹

باب الامامة

امامت کا بیان

مشکوک شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، لالہ ڈیہہ، پیپری پوسٹ داری چورہ، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید ایک سنی مسجد کا امام ہے۔ جس پر دیوبندیت کا شبہ ہے، اور خود امام اس بات کا مقر بھی ہے کہ: میں پہلے دیوبندی تھا مگر اب اس سے تائب ہو چکا ہوں"۔ اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو بلا کسی چون چرا کے آنکھ بند کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو نماز تو پڑھ لیتے ہیں، مگر اس کے حالات کو دیکھ کر غیر سنی ہونے کا شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ (امام ہو کر غیر سنی مثلاً وہابی دیوبندی سے رسم وراہ رکھنا وغیرہ) اور سوال کرتے ہیں کہ امام صاحب آپ دیوبندی معلوم ہوتے ہیں؟ تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہوتا ہے کہ: میں توبہ کر چکا ہوں جس کی نہ کوئی شہادت ہے، نہ خبر، آیا ایسی صورت میں اس کی توبہ قابل قبول اور معتبر ہے کہ نہیں؟ ایسا شخص توبہ کر لے تو کیا اسے فوراً مسلمان وامام مان لیا جائے کہ کچھ اس کے لیے آزمائش وامتحان بھی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اپنے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے مشکوک اور مشتبہ الحال معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا سنی ہرگز ہرگز اسے امام نہ بنائیں بلکہ اسے علاحدہ کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کو متعین کریں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" (۱) یعنی شک وشبہ میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر بلا شک والی چیز کو اختیار کرو، وہابی دیوبندی وہ مکار قوم ہے جن کے یہاں تقیہ آبا واجداد سے چلا آرہا ہے، تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ زید نے اپنی دیوبندیت کو چھپانے کے لیے توبہ کا مکر کیا ہو اس لیے علمائے دیوبند کی کفریہ عبارت اور علمائے اہل سنت کے فتاویٰ زید

(۱) صحیح البخاری، ج:۱، ص:۲۴۵

کے سامنے پیش کیے جائیں گے اگر وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کر کے علمائے اہل سنت کے فتاویٰ کی تصدیق کردے اور دیوبندیوں سے راہ و رسم رکھنے سے تائب ہو کر سنی صحیح العقیدہ ہو جانے کا اعلان کردے تو اب ایک زمانہ دراز تک اسے چھوڑ دیں اور اس کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہیں جب پورا یقین ہو جائے کہ وہ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہو گیا ہے اور دیوبندیوں سے مکمل طور پر دور رہتا ہے اور تمام بدمذہبوں سے نفرت کرتا ہے تب اسے امام بنایا جاسکتا ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادته مالم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة" (۱) یعنی فاسق جب توبہ کرے تو اس کی شہادت نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اس پر ایک زمانہ نہ گزر جائے کہ اس کے توبہ کا اثر ظاہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: اعجاز احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ میں ایک سنی لڑکا ہوں یعنی اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا ہوں اور یہاں پر اکثریت وہابیوں اور دیوبندیوں کی ہے اور تقریباً تمام مساجد پر انہیں کا قبضہ بھی ہے تو ان وہابیوں اور دیوبندیوں کی اقتدا میں میری نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہوگی تو جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے"۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا (۲)۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ "ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں ہیں"۔ ان کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، کتاب الشهادة، ج:۳، ص:۴۶۸

(۲) براھین قاطعه، ص:۲

نانوتوی تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔''(۱) پھر اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔''(۲) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا ہے کہ ''بعض علم غیب میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید، عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''(۳) (معاذ اللہ رب العالمین) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے، جیسا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ ''شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے''(۴) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ رب العالمین) ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی دیوبندیوں کے کفری عقائد ہیں جن کے سبب مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندو پاک اور دنیا کے سیکڑوں علماے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندیوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔

اور کافر و مرتد پر نماز ہی نہیں وہ تو مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (۵)

اور جب خود دیوبندیوں کی نماز باطل ہے تو بھلا ان کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جہاں سب مسجدیں دیوبندیوں کے قبضے میں ہوں تو وہاں یا تو الگ جماعت قائم کریں یا تنہا پڑھیں: ''هٰكذا قال العلماء الكرام لاهل السنة والجماعة كثرهم الله تعالىٰ وهو تعالىٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) تحذیر الناس، ص: ۳

(۲) تحذیر الناس، ص: ۲۸

(۳) حفظ الایمان، ص: ۸

(۴) براهين قاطعه، ص: ۵۱

(۵) سورة النساء، آیت: ۱۰۳

صلح کلی یعنی دیوبندیوں کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: بابر علی محلہ جامع مسجد کپتان گنج یوپی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ عالم دین بتاتا ہے اور سنی مسجد کا خطیب وامام ہے لیکن اس کے بعض قول وفعل سے کچھ مسلمان تردد کے شکار ہیں مثلاً

(۱) بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے۔

(۲) عیدگاہ میں ایک ندوی عالم نے تقریر کیا تو زید نے اس کی تعریف کی قبل اس کے ایک سنی حافظ نے تقریر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے خلاف بات کی تو زید نے اس حافظ کے متعلق لوگوں کے درمیان ناراضگی کا اظہار کیا۔

(۳) ابھی چند دنوں پہلے دیوبندیوں کے مدعو کرنے پر ایک جلسہ میں مع عملہ شریک ہوا جہاں ایک دیوبندی عالم بھی موجود تھا زید نے اس سے سلام ومصافحہ کیا، غرض یہ کہ جو بھی عالم دین یا مقرر دیوبندی کے خلاف بات کرتا ہے وہ زید کی نظر میں برا ہے۔

(۴) قرآن خوانی کے تعلق سے کہتا ہے کہ جو لوگ قرآن خوانی کرواتے ہیں وہ بھی معاذ اللہ ابوجہل کے ناتی اور نتی ہیں اور عالم دین ہونے کے باوجود اپنے لڑکے کو دیوبندیوں کے مدرسہ میں تعلیم دلاتا ہے۔

(۵) خاص بات یہ کہ زید نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ مسجد کے ذمہ داران اور اکثر وبیشتر لوگوں کا مزاج ایسا بدل دیا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سنی کہنے کے باوجود دیوبندیوں کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں لیکن وہاں کے کچھ دردمند حضرات اس کے خلاف آواز اٹھانے کو تیار ہیں۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس عالم دین کے اندر یہ ساری برائیاں پائی جائیں تو اس کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ اس کو جامع مسجد کا امام بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی اقتدا میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ دار العلوم کا ذمہ دار بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ از راہ کرم دلیلوں سے مزین جواب مرحمت فرما کر اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بدمذہبوں سے میل جول رکھنا ناجائز وحرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

حدیث شریف میں ہے: "وایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (۲)

(۱) سورۃ ھود، آیت: ۱۱۳ (۲) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰

ایک اور حدیث پاک ہے: ''ولا تواکلوهم ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم واذا مرضوا فلا تعودوهم واذا ماتوا فلا تشهدوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم'' (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں

''وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم'' (۲)

ندوی عالم کی تقریر کی تعریف کرنا اسے عزت دینا اور دیوبندی کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنا صلح کلیوں کا شیوہ ہے. حضرت شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بدمذہبوں بے دینوں پر رد وطرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اھ'' (۳)

قرآن خوانی کرانے والوں کو ابوجہل کا ناتی بتانا سخت ناجائز وحرام بلکہ منجرالی الکفر ہے کہ یہ قرآن خوانی کرانے والوں سے اظہار بیزاری ہے اور یہ بیزاری قرآن خوانی سے بیزاری پر دال ہے (معاذ اللہ رب العالمین)

دیوبندی مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا حرام وگناہ ہے فتاوی رضویہ میں وہابیوں سے اپنے لڑکوں کو پڑھانے سے متعلق فرمایا ''حرام حرام حرام اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام'' (۴)

لوگوں کے مزاج کو اس طرح بدل دینا کہ وہ دیوبندیوں کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہ ہوں یہ گمراہی کی دعوت دینا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر زید کے اندر واقعی مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ عالم دین نہیں جاہل ہے، سخت فاسق وفاجر حرام کار، مستحق نار وغضب جبار ہے بلکہ اپنے قول وفعل سے صلح کلی اور بدمذہب معلوم ہوتا ہے زید کو امام بنانا یا کسی ادارہ کا ذمہ دار بنانا ناجائز ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ المستملی میں ہے: ''لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقديمه كراهة تحريمية۔اھ (۵)

اور درمختار میں ہے: ''كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها'' (۶)

(۱) کنز العمال، ج: ۱۱، ص: ۳۲۴

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴ ص: ۲۶۸

(۳) رد صلح کلیت، ص: ۱۹۱ مطبوعہ اجمیر شریف

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۲۷

(۵) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۶) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج: ۲، ص: ۱۳۰

زید پر فرض ہے کہ ان حرکات قبیحہ اور افعال شنیعہ سے صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں نادم ہو اگر وہ اصلاح کر لے اور آئندہ ان گھناؤنے کرتوتوں سے باز رہے تو اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۰ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

غیر سید اگر سید بنے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم اللہ دھیسر چیک ناکہ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید منصب امامت پر فائز ہے، منبر رسول اور اسلامی اسٹیج سے اپنے آپ کو سید کہتا ہے نیز اعلان بھی کرواتا ہے کہ میں سید ہوں، درحقیقت بکر زید کے سگے چچا کا لڑکا ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ زید سید نہیں ہے تو کیا زید کا امامت کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جو کذب بیانی کا مرتکب ہے جائز ہے کہ نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہمارے عرف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے اگر زید نسل پاک حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نہیں ہے پھر بھی اپنے آپ کو سید کہتا ہے تو سخت مجرم وگنہ گار بلکہ درحقیقت اپنی ماں پر بدکاری کی تہمت لگانے والا فاسق وفاجر اور لعنت کا طوق پہنائے جانے کا حقدار ہے، حدیث پاک ہے:

"من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا"(۱)

یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ زید اگر واقعی نسب کے اعتبار سے امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں نہیں پھر بھی اپنے کو سید کہتا ہے تو اس پر توبہ واستغفار لازم اور آئندہ خود کو سید کہنے سے اجتناب ضروری ہے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی،

(۱) جامع الترمذی ج:۲، ص:۳۳

درمختار میں ہے:

"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم الافتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۹ رجب المرجب، ۱۴۳۶ھ

امامت کیلئے حنفی سے شافعی بننے والے اور وہابی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبد القادر برکاتی مقام امبرڈے ضلع سندھودرگ، مہاراشٹر

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ایک سنی امام جس نے جان بوجھ کر ایسے شخص کا نکاح پڑھایا جس کا تعلق وہابی یا دیوبندی سے ہونا معلوم ہے، ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ لڑکا سنی ہے مگر لڑکی وہابی یا دیوبندی ہے تو اس صورت میں اس نکاح پڑھانے والے امام کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید پہلے حنفی المسلک تھا لیکن پھر اس نے بعض شوافع مصلیان کی طرف سے امامت کی پیش کش کئے جانے کے سبب شافعی مذہب اختیار کیا اور چند دنوں تک اسی مسلک کے مطابق نماز پڑھائی اور پھر بعد کو امامت ترک کر کے حنفی مذہب میں داخل ہو گیا اور دلیل میں کہتا ہے کہ چونکہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بھی بغرض امامت مسلک تبدیل فرمایا تھا تو میرا یہ فعل شریعت کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔ اب سوال یہ ہیکہ:

(۱) زید کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) کیا مسلک تبدیل کرنے کی وجہ سے جو سوال میں مذکور ہے کیا وہ مسلک کی تبدیل کے حق میں عند الشرع مقبول ہے؟

(۳) پھر اگر اس کا یہ فعل درست نہیں ہے تو اس درمیان اس کی اور دیگر شوافع مصلیان نے جو نمازیں اس کی اقتدا میں ادا کی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) کیا مسلک کی تبدیل کے جواز کی کچھ صورتیں فی زمانہ موجود ہیں؟ وہ کیا ہیں؟

(۵) پھر زید دلیل میں جو بات پیش کرتا ہے کیا وہ درست ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲، ص:۱۳۰

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی، دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔ اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط"(۱)

لہٰذا لڑکا ہو یا لڑکی کسی وہابی، دیوبندی کا نکاح کسی سنی لڑکے یا لڑکی سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے اور جو امام جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھائے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسکا بائیکاٹ کردیا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے! ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی مقلد کا دنیوی غرض اور فائدہ کے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا شرعاً ناجائز وگناہ اور قابل سزا جرم ہے کیوں کہ اس طرح مذہب لہو ولعب اور کھیل تماشہ بن کر رہ جائے گا جس کے مفاسد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی علیہ رحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں

"ینبغی ان لا یکون الانتقال للتلھی فان التلھی حرام قطعا فی المذھب کان اوفی غیرہ" (۳)

اور فرماتے ہیں "لا بد ان لا یکون اتباع الرخص للتلھی ولعل ھذا حرام بالاجماع لان التلھی حرام بالنصوص القاطعة"(۴)

درمختار میں ہے: "ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر سراجیة" (۵)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"ای اذا کان ارتحالہ لا لغرض محمود شرعاً لما فی التاتر خانیة حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفة خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوز جانی

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) سورة الانعام، آیت:۶۸

(۳) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۳۰۶

(۴) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۳۰۶

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

فابی الا ان یترک مذھبه فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیه عند الانحطاط ونحو ذالک فاجابه فزوجه فقال الشیخ بعد ماسئل عن ھذه واطرق راسه النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذھب ایمانه وقت النزع لانه استخف بمذھبه الذی ھو حق عنده وترکه لأجل جیفة منتنة"(۱)

اسی میں ہے:"فی القنیة لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب و یستوی فیه الحنفی والشافعی"(۲)

اسی میں ہے"اما انتقال غیره من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشھوتھا فھو المذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعزیر لا رتکابه المنکر فی الدین واستخفافه بدینه ومذھبه اھ"(۳)

زید نے محض امامت کے لیے مذہب حنفی چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کیا اور پھر امامت ترک کرکے مذہب حنفی میں داخل ہو گیا جس سے ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل سراسر تلہی وتفنن اور شریعت کو کھیل تماشہ بنانا ہے جو نا جائز وحرام ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) ماقبل کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ محض امامت کے لیے مذہب تبدیل کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں تبدیلی مذہب کے لیے ایسا عذر نا قابل قبول، غیر معتبر اور مردود ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۴) زید مرتکب حرام ہو کر فاسق ہو گیا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے درمختار میں ہے:"کل صلاة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا" (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کوئی شخص درجۂ اجتہاد کو پہنچ جائے اور اپنے اجتہاد کے ذریعہ دوسرے مذہب کے دلائل قوی پا کر اس مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے چنانچہ ردالمحتار میں تاتارخانیہ کے حوالہ سے ہے:
"ولوان رجلا برئ من مذھبه باجتھاد وضح له کان محمودا ماجورا"(۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) زید نے حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف غلط بات منسوب کی اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ واستغفار کرے اور بارگاہ غوثیت مآب میں معافی کا طلبگار ہو، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

(۲) حوالہ سابق ص:۹۹

(۳) حوالہ سابق، ص: ۹۸

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص:۳۳۷

(۵) ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

تھے اور پھر اور کسی مسلک کو اختیار نہ فرمایا سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اس طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یہ روایت صحیح نہیں حضور ہمیشہ حنبلی تھے اور بعد کو عین الشریعہ الکبری تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتوی دیا کہ حضور محی الدین ہیں'' (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

عورتوں کے بیچ بیٹھ کر دعا وتعویذ کرنے اور غلط قرأت کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد ظہیر رضا پرانا بس اسٹینڈ کانکیر، ایم پی

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سنی مرکزی جامع مسجد کا خطیب وامام ہے اجنبیہ عورتوں کے سامنے بیٹھ کر دعا تعویذ کا کام کرتا ہے اس کی قوت سماعت بہت کمزور ہے، قرآن پاک مجہول پڑھتا ہے۔ نماز تراویح میں کیا پڑھتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ایک حافظ قرآن نے لقمہ دیا تو نہیں لیا بلکہ حافظ قرآن اور موجود تھے انہوں نے بھی تائید کی کہ لقمہ صحیح تھا مگر نہیں مانا، مسجد کا، نمازیوں کا، حافظ قرآن کا کسی کا خیال نہیں رکھا کیا حکم ہے ایسے امام پر؟

(۲) عید الفطر کی نماز کی دوسری رکعت کی چوتھی تکبیر میں رکوع کو چھوڑ کر سجدے میں چلے گئے جب مقتدیوں نے لقمہ دیا تب واپس ہوئے رکوع کے لیے بترتیب نماز مکمل کروی سجدہ سہو نہیں کروایا مقتدیوں کی صورت حال یہ تھی کہ جب امام سجدے میں تھے تو مقتدی رکوع میں تھے اور جب امام رکوع کے لیے واپس ہوئے تو مقتدی سجدے میں چلے گئے فتنہ پیدا ہو چکا تھا انتشار ہو گیا تھا ایسے میں کیا نماز عید الفطر ہوئی؟ سوالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) کسی اجنبیہ عورت کو دیکھنے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''لا تتبع النظرة النظرة فانها لک الاولی ولیست لک الآخرة'' (۲)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱۲، ص: ۲۲۷ (۲) مسند الامام احمد بن حنبل ج ۲، ص: ۴۸۲

یعنی ایک نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری نگاہ مت ڈالو کہ اچانک پڑ جانے والی پہلی نگاہ تمہارے لیے معاف ہے اور دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور دیکھنے کے بارے میں مرد وعورت کا حکم یکساں ہے البتہ فقہاء کرام نے عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف دیکھنے کو جائز فرمایا ہے جب کہ شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر خوف ہو تو اب بلاضرورت و مجبوری اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف بھی نظر جائز نہیں ہے ہدایہ میں ہے:

"لایجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیة الا الی وجهها و كفيها لقوله تعالیٰ ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها" (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"فان كان لا یامن الشهوة لاینظر الی وجهها الا مواضع الزینة الظاهرة منهن وذالک الوجه والکف فی ظاهر الروایة کذا فی الذخیره وان غلب علی ظنه انه یشتهی فهو حرام کذا فی الینابیع" (۲)**

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے **فی الدر المختار تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجل لخوف الفتنه اھ"(۳)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کا اجنبی عورتوں کو سامنے بیٹھا کر تعویذ و دعا کرنا اگر اس طور پر ہو کہ مکمل پردہ کے ساتھ چہرہ بھی چھپا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر چہرہ کھلا رہتا ہو اور امام بوجہ ضرورت و مجبوری ان کی طرف نظر کرتا ہو یا عمر کی اس منزل میں ہو نہ خوف فتنہ نہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ صورتیں نہیں ہیں تو اب امام کا اس طرح سامنے بیٹھا کر دعا و تعویذ کرنا جائز نہیں ہے۔

قوت سماعت کا کمزور ہونا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے کہ جس پر شرعی مواخذہ ہو اور قرآن پاک کی قراءت اگر اس طرح کی جائے کہ معنی فاسد ہو جائے تو ایسے امام کی اقتدا درست نہیں ہے اسی طرح اگر تراویح میں قرآن کریم پڑھنے میں سوائے "یعلمون ، تعلمون" کے کچھ پتہ نہ چلے تو نماز نہیں ہوگی بہار شریعت میں ہے:

"آج کل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے: "یعلمون، تعلمون" کے سوا کسی لفظ کا صحیح پتہ بھی نہیں چلتا نہ صحیح حروف کی ادائیگی ہوتی بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں اور اس پر تفاخر ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد پڑھتا ہے حالانکہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام و سخت حرام ہے"(۴)

---

(۱) الهدایه کتاب الکراهیة ، ج:۴ ،ص:۴۴۲

(۲) الفتاوی العالمگیریة کتاب الکراهیة ، ج:۵، ص:۳۲۹

(۳) الفتاوی الرضویه کتاب الحظر والا باحة ، ج:۹ ،ص:۱۰۲

(۴) بهار شریعت ، ج:۳،ص:۵۴۷

فتاوی امجدیہ میں ہے: "ہر حرف کو صحیح طور پر ادا کرنا لازم ہے اور ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے میں اگر معنی فاسد ہوتے ہیں تو نماز نہیں ہوگی"(۱)

اور صحیح لقمہ دینے پر لقمہ دینے والے کا گریبان پکڑنا مسجد میں چیخنا چلانا اور صحیح لقمہ نہ لینا یہ سب ظلم و زیادتی اور ناجائز و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من آذی مسلمًا فقد اذانی ومن آذانی فقد آذی الله" (۳)

لہٰذا اگر امام مذکور میں واقعی یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ لائق امامت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اگر امام رکوع میں جانے کے بجائے سجدہ میں چلا گیا اور پھر لقمہ دینے کے بعد رکوع و سجدہ کیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کرے گا تو نماز پھر سے پڑھے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"اذا سجد فی موضع الرکوع اورکع فی موضع السجود او کرر رکنا اوقدم الرکن او اخره ففی هذه الفصول کلها یجب سجود السهو"(۴)

لیکن جمعہ وعیدین میں کثرت جماعت ہو تو سجدہ سہو نہ کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الاان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلا عن المحیط" (۵)

لہٰذا امام مذکور کی نماز ہوگئی، رہے مقتدی تو جن لوگوں نے امام کے ساتھ رکوع وسجدہ کیا یا امام کے رکوع وسجدہ کے بعد رکوع وسجدہ کرلیا تو ان سب کی بھی نماز ہوگئی رد المحتار میں ہے:

"وتکون المتابعة فرضا بمعنی ان یاتی بالفرض مع امامه او بعده کما لو رکع امامه رکع معه مقارنا او معاقبا و شارکه فیه او بعد ما رفع منه فلو لم یرکع اصلاً او رکع ورفع قبل ان یرکع امامه ولم یعده معه او بعده بطلت صلاته"(۶)

(۱) فتاوی امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۴۱

(۲) سورۃ البقرۃ آیت: ۱۹۰

(۳) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰

(۴) الفتاوی العالمگیریة باب سجود السهو، ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۵) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۲۸

(۶) رد المحتار باب صفة الصلاة، ج: ۱، ص: ۳۴۸

فتاوی رضویہ میں ہے:

''اس (مقتدی) کا فعل فعل امام کے بعد واقع ہوا گرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں''(۱)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

''امام کے سلام پھیرنے کے وقت جو لوگ رکوع وسجود میں تھے اگر انہوں نے بعد کے ارکان وواجبات نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا تو ان کی نمازیں ہو گئیں''(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی

۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری مصباحی موضع کری پوسٹ سکری، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

کہ بکر جو کہ حافظ قرآن بھی ہے قاری قرآن بھی ہے بچوں کو بھی تعلیم دیتا ہے گاؤں کے باہر جہاں پڑھاتا ہے وہاں کے حالات مخفی ہیں لیکن جب گاؤں پر آتا ہے تو ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا ہے بلکہ صرف جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے سوء اتفاق کہ اس کے چچا کا انتقال ہوا تو اس نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا ایسے شخص کا امام بننا درست ہے؟

نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جو شخص بلا عذر شرعی جان بوجھ کر ایک بھی وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے فتاوی رضویہ میں ہے

''اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے، تو فاسق ہو گیا''(۳)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ باب مفسدات الصلوۃ، ج:۳، ص:۴۰۸

(۲) فتاوی امجدیہ باب مکروھات الصلاۃ، ج:۱، ص:۱۹۲

(۳) الفتاوی الرضویہ باب الامامۃ، ج:۶، ص:۵۴۵

تو جو شخص مستقل نماز پنج وقتہ کا تارک ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق و فاجر اور سخت مجرم و گنہگار ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا جائز نہیں ہے غنیۃ المستملی میں ہے: ''لو قدموا فاسقا یأثمون'' (۱)

ردالمحتار میں ہے: ''ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا'' (۲)

لہٰذا بکر کا امام بنانا جائز ہے۔ اور نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق بادشاہ اسلام ہے وہ نہ ہو تو اس کا نائب وہ نہ ہو تو قاضی شریعت وہ نہ ہو تو امام محلہ بشرطیکہ زیادہ فضل رکھتا ہو ورنہ میت کا ولی ہے۔

درمختار میں ہے: ''ویقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان ان حضرا ونائبہ ثم القاضی ثم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والافا لولی اولی کما فی المجتبی ثم الولی اھ''(۳)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطان اسلام یا اس کا نائب، حاکم شہر یا اس کا نائب، قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا یا اس کا نائب یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں'' (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۹ رذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

---

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۳

(۲) ردالمحتار باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۴۱۴

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ، ج: ۳، ص: ۱۱۲، ۱۱۳

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۷۴

وہابیوں کا نکاح پڑھانے والے کی اقتدا کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد یونس، شیخ محلہ مدار پور شہر مندسور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں رہبران اہل سنت مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ: وہ قاضی جو صرف نکاح پڑھاتا ہے اور نکاح پڑھانے میں سنی، دیوبندی، وہابی وبدعقیدہ سب کا نکاح پڑھاتا ہے۔ کیا ایسے قاضی کی اقتدا میں نماز ہوسکتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو قاضی جان بوجھ کر وہابی، دیوبندی کا نکاح پڑھاتا ہو وہ گمراہ، بدمذہب، سخت فاسق وفاجر اور ظالم ہے۔ ایسے کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ **"لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ کما فی الغنیۃ وغیرھا" واللّٰہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ ربیع الاول شریف ۱۴۳۲ھ

بغیر اجازت نماز پڑھانا

مسئلہ از: محمد علاء الدین، رتن پور نیاسی شریف، کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو کہ عالم باعمل تھے۔ وہ تقریباً چالیس سال تک عیدین کی نماز پڑھاتے آئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں خالد جو کہ عالم دین ہیں ان کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دی۔ وہ تقریباً پندرہ سال سے عیدین کی نماز پڑھاتے آرہے ہیں۔ اسی درمیان لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ طیش میں آکر اپنے طور پر بکر جو کہ وہ بھی عالم دین ہے اسی کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک ہی عیدگاہ میں دو جماعت ہونے لگی۔ پہلی جماعت کا امام بکر ہے جو غیر ماذون ہے اور دوسری جماعت کا امام خالد ماذون ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی جماعت کی نماز ہوتی ہے یا دوسری جماعت کی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس سوال کا جواب مدلل طور پر کتابوں کے حوالہ سے مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید جو عالم باعمل ہے اور سالہا سال تک عیدین کی نماز کی امامت کرتا رہا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ خود استحقاق امامت رکھتا تھا، یا عام مسلمانوں نے اسے مقرر کیا تھا۔ بریں بنا اب اس نے خالد کو جو مقرر کیا تو اس کا تقرر درست اور خالد نماز عیدین کے لیے شرعاً ماذون ہو گیا۔ لہٰذا خالد کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز ہی صحیح اور درست ہے۔ بکر غیر ماذون کی امامت بالکل غلط اور نماز عیدین محض باطل ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ، قاری، متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون ومقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہو۔ ثانی جہاں سلطان اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علماے دین کو ہے۔ ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں۔ بہ تغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب وماذون ومقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں۔ اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی۔" (۱)

چند سطر بعد فرماتے ہیں "عوام کا تقرر بہ مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے۔ جب امام عام موجود نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بدعقیدہ کی اقتدا کا حکم؟

مسئلہ از: نثار احمد، تمل ناڈو

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے امام صاحب امسال حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے لیکن انہوں نے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص ۲۰۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۲۰۶

امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ ہمارے امام صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) تبلیغی، وہابی، دیوبندی امام کے پیچھے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) تبلیغی، وہابی، دیوبندی وغیرہ جیسا عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے۔ شرعی حکم تفصیل سے ارسال فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام وہابی عقیدہ رکھتے ہیں، اور وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں باقی دنیا بھر کے مسلمان کافر ومشرک ہیں، جیسا کہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ "محمد بن عبدالوہاب (بانی وہابیت) کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں۔" (۱) اور جو کسی ایک مومن کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو الله ولیس کذالک الاعاد علیه" (۲) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر لوٹ آئے گا۔

درمختار میں ہے "یکفر إن اعتقد المسلم کافراً به یفتی" (۳) یعنی کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

تو جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر ومشرک سمجھے اس کا حکم کتنا سخت ہوگا؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی عقیدہ رکھنے والے گمراہ اور بددین بلکہ بحکم فقہاء کافر ہیں۔

چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی، عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں، ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔" (۴)

---

(۱) الشهاب الثاقب، ص: ۵۱

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۴) نزهة القاری: ج: ۳، ص: ۳۴۵

اور گمراہ بد دین اور کافر و بد مذہب کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وان کان هوی لا یکفر صاحبه تجوز صلاة خلفه مع الكراهة والافلا" (۱) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ وہابی امام کی اقتدا ناجائز ہے۔

شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر مفضی الی الکفر ہے۔" (۲)

صورت مسئولہ میں آپ کے امام صاحب نے نجدی امام کی اقتدا نہیں کی تو انہوں نے حکم شرع پر عمل کیا اور بہت اچھا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے جیسا کہ ان کے پیشوا "مولوی اسماعیل دہلوی" نے اپنے رسالہ "یک روزہ" میں لکھا اور "مولوی خلیل احمد انبیٹھوی" نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" صفحہ:۶ پر لکھا اور "مولوی یوسف تاولی" استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا کہ

"کیا علمائے دیوبند خدا کو قادر علی الکذب مانتے ہیں؟ جواب ان اللہ علی کل شئی قدیر اور کذب وجھوٹ بھی شئی ہے۔ لاشئی نہیں ہے تو پھر قدرت ظاہر ہے۔ (۳)

اور ان کا عقیدہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (۴)

ایک عقیدہ یہ ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں، بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔" جیسا کہ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ اگر "بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔" (۵)

ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے جیسا کہ "مولوی قاسم نانوتوی" نے لکھا ہے کہ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۲) نزهة القاری، ج: ۳، ص: ۴۵۷

(۳) جواهر الفرائد شرح شرح عقائد مكتبه تهانوى، ديوبند، ص: ۲۴۱

(۴) براهین قاطعه، ص: ۵۱

(۵) حفظ الایمان، ص: ۸

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا“۔(۱) ان کے علاوہ بھی بہت سے کفری عقائد دیوبندی مولویوں کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں، جن کی بناء پر علمائے عرب وعجم نے دیوبندیوں وہابیوں کے کفر وارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں اور تبلیغی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہی ایک شاخ ہے۔

لہٰذا سوال میں مذکور تبلیغی جماعت وہابی دیوبندی امام کے پیچھے کسی سنی کو نماز پڑھنا ناجائز وحرام بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وان کان ھوی لا یکفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراھة وإلّا فلا“ (۲) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اول دوم جواب سے واضح ہے کہ مذکورہ جماعتیں بدمذہب وگمراہ اور بددین کافر ومرتد ہیں، تو یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سے رشتہ کرنا، نکاح اور شادی کرنا سب ناجائز وحرام ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا ہے، نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے“۔ عالمگیری میں ہے: ”لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة“ (۳) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸؍ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

دیوبندی کی نماز کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد ضمیر الحسن بدھیانی، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ: کوئی وہابی اگر سنی امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

”باسمه تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہوتا ہے اور صحت نماز کے لیے ایمان شرط ہے۔

(۱) تحذیر الناس، ص: ۲۸

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۳) الفتاوی الرضویة، ج: ۵، ص: ۳۶۹

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (۱)
اس لیے دیوبندی کسی کے پیچھے نماز پڑھے اس کی نماز نہیں۔ زید کا قول غلط ہے، اسے توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳؍ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

جس کا پیر صحیح نہ ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عرفان رضا ہزاری باغ، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ اور عالم دین ہے، اور بستی میں سب سے بہترین قرأت کرتا ہے مگر اس کے بائیں پیر میں پیدائشی نقص ہے، اگلا حصہ نہیں ہے، اور پیر گول ہے، اور صرف چھنگلی ہے اس کے باوجود صحیح چلتا پھرتا ہے، اور رکوع وسجود پر قادر ہے۔
بستی میں بکر کچھ لکھا پڑھا ہے جو کہتا ہے کہ زید کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے" تو کیا بکر کی بات صحیح ہے، اور واقعی زید کے پیچھے لوگوں کی نماز درست نہیں ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
صورت مستفسرہ میں بلاشبہ زید کی امامت جائز ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ودرست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو، اور اگر کوئی دوسرا عالم جامع شرائط امامت موجود ہو جب بھی زید کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے۔
سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے ایسے لنگڑے کی امامت کے متعلق سوال ہوا جو صرف پیر کی انگلی زمین میں لگا سکتا ہے۔ بس آپ نے فرمایا "اس کی امامت درست ہے" جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ لنگڑا ہونا مانع امامت نہیں تو جب صرف قدم کا آدھا حصہ نہ ہو تو یہ بھی مانع امامت نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے:
"صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا با عرج وغیرہ اولیٰ" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم واتم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸؍ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۰۳
(۲) الفتاویٰ الرضویہ ج:۳، ص:۲۲۶
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۳۹۶

وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ ۸۱: محمد شاداب رضا جعفرآباد، ہلراسپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلے ذیل میں کہ: زید پنج وقتہ نماز سنی امام کی اقتدا میں پڑھتا ہے، اور عیدین کی نماز وہابی امام کی اقتدا میں پڑھ لیتا ہے، اور اس سے اس کے بارے میں سوال کرنے پر جواب دیتا ہے کہ عیدگاہ کو ہمارے آبا واجداد نے تعمیر کرایا ہے اس لیے ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ واضح فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اگر یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں دیوبندیوں نے ہمارے آقا محبوب کائنات حضور پرنور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، وہابی امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں؛ کہ اس کے پیچھے نماز پڑھا تو اس کو مسلمان سمجھا اور حضور علیہ التحیۃ والثناء کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور اگر زید کو ان کے عقائد کفریہ کی خبر نہیں، صرف یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ بدعقیدہ ہیں پھر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو سخت گنہ گار ہے اور وہابی امام کے پیچھے پڑھی ہوئی سب نمازیں باطل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور جس کو اس کی اصلاً خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ وبدمذہب ہیں۔ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار''۔(۱)

پھر جب زید کے آبا واجداد نے عیدگاہ تعمیر کرائی ہے تو زید بشرط اہلیت اس کا متولی ہوگا۔ اس بنا پر زید کے لیے لازم ہے کہ عیدگاہ سے وہابی امام ہٹا دے اور کسی جامع شرائط امام کا انتخاب کرے، ورنہ وہ اور بھی مجرم ہوگا اور اگر کسی شرعی مجبوری کے تحت وہابی امام کو برخاست نہیں کر پاتا تو اس کی اقتدا سے باز آنا لازم اور توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۷۷

نماز فجر قضا کرنے والے کی اقتدا کا حکم

مسئله از: محمد عمر، موضع کڑری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ: زید کبھی بھی نماز فجر نہیں پڑھتا ہے۔ دیگر نماز پڑھاتا ہے کبھی کبھی وہ بھی نہیں پڑھتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ فجر بھی پڑھا کیجیے تو ان کا بہانہ ہوتا ہے کہ گردہ خراب ہے۔ میں فجر قضا پڑھ لیتا ہوں۔ کیا مسلسل نماز فجر قضا پڑھنے والے کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

جو شخص قصداً ایک وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

"اور جو قصداً چھوڑ دے اگر چہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے"(۱)

جب ایک وقت کی نماز قصداً بلا وجہ شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے تو جو ترک نماز کا عادی ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق وفاجر مجرم وگنہ گار اور مستحق غضب جبار ہے، اسے امام بنانا ناجائز ہے، اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے، جس کا لوٹانا واجب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: "مشی فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" (۲)

اور علامہ "علاء الدین" حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجبُ اعادتها" (۳)

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نمازوں کے چھوڑنے یا قضا کرنے کا عادی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور پڑھی ہوئی نماز کا لوٹانا واجب ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ

(۱) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۰

(۲) الدر المختار، ج:۱، ص:۳۷۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۳۰

محض حافظ امام رکھنا کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

کچھ گاؤں ایسے ہیں جہاں کے لوگ مسجدوں میں عالم امام نہیں رکھتے ہیں بلکہ حافظ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم کی کیا ضرورت۔ حافظ نماز پڑھا لیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عالم امام ہونا چاہیے تاکہ دین کی باتیں بتائے اور گمراہ فرقوں کا رد کرے۔ اس لیے کہ عالم امام نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ وہابی بن گئے۔ وہابیوں سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں۔ کس قسم کے امام رکھیں؟ جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

تجربہ یہ ہے کہ عموماً محض حافظ نہ مسائل طہارت ونماز صحیح طریقہ پر جانتے ہیں اور نہ دیگر احکام شرع سے واقف ہوتے ہیں اور عقائد کے معاملہ میں بھی زیادہ واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے ایسے عالم دین کو امامت کے لیے مقرر کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، صحیح القرأت اور صحیح الطہارت ہونے کے ساتھ مقتدیوں کو عقائد حقہ سے واقف کراتا رہے اور بدمذہبوں کی تردید کر کے ان کو گمراہیوں سے بچاتا رہے۔ حاصل یہ ہے کہ منصب امامت پر کسی عالم دین، جامع شرائط امامت کو رکھا جائے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔

"آج کل اکثر حفاظ خود غلط پڑھتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں تصور کرتے ہیں کہ ہم نے صحیح پڑھا یعنی حروف غلط ادا کرنے کو وہ غلط ہی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اگر غور سے سنا جائے تو حروف کھا جاتے ہیں۔" (۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: "عالم کو امامت میں حافظ پر ترجیح ہے۔" تمام کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عالم احق بالامامت ہے۔ (۲)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

'اولیٰ بامامت کسے است کہ مسائل نماز وطہارت داناتر است درتنویر است الاحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوٰة "(۳)

(۱) فتاوی امجدیہ، ج:۱، ص:۱۵۷

(۲) فتاوی امجدیہ، ج:۱، ص:۱۵۵

(۳) الفتاوی الرضویہ ج:۳، ص:۱۸۲

اور وہابیوں سے بچنے کے لیے وہی طریقہ سب سے بہتر ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ: ان کا مکمل طور سے بائیکاٹ کیا جائے، شادی بیاہ، کھانا پینا، سلام وکلام سب کچھ ان سے بند کر دیا جائے، اور ان کی گمراہیاں عوام کو بتائی جائیں۔

اہل سنت کے عقائد ان کے دلوں میں پختہ کیے جائیں۔ علمائے اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" علیہ الرحمہ کی عظمت ومحبت ان میں پیدا کی جائے اور ان کی تصنیفات کو عام کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

جیون بیمہ کرانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: بشیر احمد سوہن پور سنکلیا، بڑہرا گجن، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جیون بیمہ (ایل آئی سی) کرانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جیون بیمہ سے مزید رقم جو ملتی ہے وہ سود ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام "احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں ہے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔"(۱)

"کتاب بیمہ وڈاک خانہ کے منافع کا شرعی حکم" صفحہ: ۲۰ پر ہے کہ: اگر یہ بیمہ کمپنیاں خالص کفار کی ہوں تو بیمہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مسلمان کا نقصان نہ ہو، اور اس کو ربا اور قمار قرار دے کر حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیمہ کرانے والے نے اگر کسی خالص کافر کی بیمہ کمپنی میں بیمہ کرایا اور اسے ظن غالب ہے کہ میرا اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔

اور بیمہ کمپنی خالص غیر مسلم کی ہو تو اس میں بیمہ سے زائد ملنے والی رقم سود نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب لان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق

(۱) احکام شریعت: ج: ۲، ص: ۴۰، ۴۱

اخذه المسلم اخذ مالاً مباحاً اذا لم يكن فيه غدر" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

لواطت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: صدر وارا کین قادریہ اکیڈمی رجسٹرڈ، دھوراجی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل کے بارے میں، حضور مفتی صاحب قبلہ! ہمارے شہر کی ایک مسجد میں بنگال ریاست کے مولوی صاحب ۵ یا ۶ سال سے امامت کر رہے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ معاشرے میں اصلاح اعمال وعقائد میں بہت اچھا کام کرتے آرہے ہیں، اور ان کے عقیدت مندوں نے مولوی صاحب کو حج بھی کروایا ہے۔

(۱) شروعات میں جب مولوی صاحب کو مسجد کے امام کی حیثیت سے مقرر کیا جارہا تھا تو چند حضرات نے مسجد کے کچھ اراکین کو آگاہ کیا تھا کہ یہ مولوی صاحب امامت کے حقدار نہیں ہیں کیوں کہ یہ مولوی صاحب کچھ سال پہلے فلاں شہر کے مدرسے کے مدرس تھے۔ وہاں پر ان کو لواطت کے جرم میں پکڑا گیا تھا، وہاں پر ان کو مار پیٹ کر نکالا گیا، پھر یہ مولوی صاحب دوسری جگہ فلاں قریہ میں امامت کے لیے مقرر کیے گئے تو کچھ دن بعد وہاں سے بھی لواطت کے جرم میں پکڑے گئے۔ جس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے۔ باوجود اس مسجد کے اراکین نے اس مسئلہ کو نظر انداز کر کے اس مولوی صاحب کو امام مقرر کیا۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ فیصلہ درست ہے؟

(۲) مولوی صاحب نے کچھ سال پہلے اپنے گاؤں ریاست بنگال جا کر شادی کی، اور چند ہی دنوں میں ان کی بیوی کے ساتھ ان کا طلاق بھی ہوا، لیکن ہمارے شہر والوں میں سے نہ ان کی شادی کا کوئی گواہ ہے، اور نہ ان کے طلاق کا کوئی گواہ ہے، مگر مولوی صاحب کے پاس طلاق کے کچھ کاغذات موجود ہیں۔ کیا ہم ان کے کاغذات کا اعتبار کر سکتے ہیں؟

(۳) فی الحال قادریہ اکیڈمی کے چند اراکین نے موجودہ اراکین کے ساتھ اس مولوی صاحب کے دو جگہ پر لواطت کے معاملات میں پکڑے جانے والے واقعات پر گفتگو کی تو مسجد کے اراکین کا کہنا ہے کہ "ماضی کے معاملات کو چھوڑ دو، حال میں ایسا کچھ معاملہ ہو تو آگاہ کرو ورنہ خاموش رہو۔" کیا مسجد کے اراکین کا ایسا کہنا درست ہے؟

(۴) اب جتنے لوگ جانے انجانے میں اس مولوی کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، کیا ان کی نمازیں درست ہیں؟

---

(۱) الهداية مع فتح القدير، ج:۷، ص: ۳۹

(۵) مولوی صاحب کے اس معاملے کو جاننے کے بعد چند حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ فی الحال سنیوں میں آپس میں اختلافات دن بدن بڑھ رہے ہیں، آگے بھی اور زیادہ اختلاف بڑھنے کا ڈر ہے۔

لہٰذا مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ اس امام پر مسجد کے اراکین پر اور جس نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ان سب پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر مولوی صاحب کا جرم دو عادل گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے، اور ثبوت جرم کے بعد مولوی صاحب نے صدق دل سے توبہ نہیں کی تھی تو ان کی یہ حالت جاننے کے باوجود جنھوں نے امامت کے لیے مقرر کیا وہ سب گنہ گار ہوئے، ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ علامہ "ابراہیم" حلبی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طلاق ونکاح سے امامت کی صحت وعدم صحت کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے طلاق کے کاغذ کے معتبر ہونے، نہ ہونے کی آپ لوگوں کو فکر نہیں ہونی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر مولوی صاحب نے توبہ واستغفار کے بعد اپنی حالت کو صحیح کر لیا ہے تو اراکین کا کہنا درست ہے، ورنہ مجرم کی حمایت کا جرم ان لوگوں پر بھی عائد ہوگا، اور وہ سب گنہ گار ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام مذکور نے اپنی غلط کاری سے توبہ کی تھی اور پھر بعد توبہ اصلاح حال نہ کی تھی تو اس کے پیچھے پڑھی گئیں نمازیں مکروہ تحریمی کے ساتھ ہوئیں جن کا دوہرانا واجب ہے۔ درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۳۰۴

سیاسی نیتاؤں کی شان میں قصیدہ پڑھنے والے کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شکور، مقام تیواری پوروہ، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید گاؤں کی مسجد میں امامت کرتا ہے۔ حالاں کہ وہ نابینا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی نیتاؤں کے لیے ان کے اسٹیج پر جا کر ان کے لیے قصیدہ بھی پڑھتا ہے اور لکھتا ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے ساٹھ سالہ رقم بھی حاصل کرتا ہے اور غیر مسلموں کے یہاں اکثر کھانا وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ ایسی حالت میں گاؤں کے اکثر لوگ ان کی اقتدا میں نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا آدمی امامت کر سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فاسق کی تعریف کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"إذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش" (۱) یعنی جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے، اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ آج سیاسی نیتا عموماً فاسق وفاجر ہوتے ہیں، ان کی قصیدہ خوانی غضب الٰہی کا سبب ہے۔

لہٰذا ایسے لوگوں کے لیے قصیدہ پڑھنا، اور لکھنا ناجائز ہے اور گورنمنٹی رقم اگر دھوکہ دے کر لیتا ہے تو یہ بھی حرام ہے۔

ارشاد حدیث ہے: "من غشنا فليس منا" (۲) یعنی جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یونہی غیر مسلم کے یہاں کھانا پینا بھی سخت برا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم" (۳) یعنی بددینوں کے یہاں نہ کھاؤ نہ پیو" صورت مذکورہ میں اگر زید کے اندر واقعی وہ عیوب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق وفاجر ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ

(۱) الجامع الصغیر للسیوطی، ص: ۵۹

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۷۰

(۳) المستدرک للحاکم، ج: ۳، ص: ۶۳۲

ہے۔مراقی الفلاح میں ہے:"کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة" (۱)

اور در مختار میں ہے:

"كل صلوٰة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

ایک مرتبہ نماز عید پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شفیق الدین، مہرولی شریف، نئی دہلی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں عید الفطر کی نماز کے لیے لوگ جمع تھے، کہ عین جماعت کے وقت لاؤڈ اسپیکر بند ہوگیا، مکبر حضرات بھی اپنے فرائض انجام دینے سے محروم رہے، اس صورت میں جہاں تک آواز پہنچی لوگوں نے نماز کو اپنے تمام ارکان کے ساتھ ادا کیا اور جہاں، جہاں امام کی آواز نہ پہنچ سکی تو ان لوگوں کی نماز اس طرح ادا ہوئی کہ کوئی نمازی سجدے کی حالت میں، کوئی قیام میں، تو کوئی سلام پھیرنے کی فراق میں تھا، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد جن لوگوں تک آواز نہیں پہنچی تھی ان کے آگاہ کرنے پر امام موصوف نے تقریباً دس منٹ کے وقفہ سے دوبارہ نماز ادا کرائی، اسی امام کے دوبارہ نماز ادا کرانے پر لوگوں میں شور برپا ہونے لگا تو جماعت اہل سنت کے ایک عام فرد نے ماحول پر قابو پانے کے لیے فوراً امام صاحب سے خطبہ منگا کر باقی ماندہ لوگوں کی نماز درگاہ شریف کی ایک دوسری مسجد میں ادا کرائی اور ماحول سکون پذیر ہوا۔

جب لوگوں نے امام صاحب سے دوسری نماز ادا کرنے کی بابت دریافت کیا کہ ایک امام دوبارہ نماز کیوں کرا ادا کرسکتا ہے؟ تو امام نے فرمایا کہ: عید کی نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی جب کہ غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اگر امام کے نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی تو امام کو چاہیے تھا کہ سلام پھیرتے ہی دوسری نماز کا اعلان فرماتے۔ حالاں کہ ایسا نہ کیا۔

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۱۵۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱ ص: ۳۰۷

الحمد للہ ہم بخوبی واقف ہیں کہ لحن جلی سے نماز نہیں ہوتی حالاں کہ امام صاحب کا نماز کے اندر لحن جلی کے ساتھ قرآن پڑھنا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ خواجہ قطب الدین جیسی عظیم مسجد کا امام شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہونا چاہیے۔ اس سے قبل رمضان کے آخری جمعہ میں امام صاحب کا بلا عذر شرعی لوگوں سے خطاب نہ فرمانا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدنا خواجہ "قطب الدین بختیار کاکی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب میں بنی خواجہ قطب مسجد کا امام وہ سنی صحیح العقیدہ شخص ہو، جو عالم دین نماز وطہارت کے احکام بخوبی جانتا ہو، قرآن مقدس صحیح پڑھتا ہو، یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو، اور فحش ومنکرات سے بچتا ہو، اخلاق عمدہ رکھتا ہو، وجاہت وشرافت کا حاصل ہو، نظافت وپاکیزگی کا اہتمام کرتا ہو اور بارعب وپروقار ہو۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"الاولیٰ بالامامة اعلمھم باحکام الصلوٰة ھکذا فی المضمرات وھو الظاھر ھکذا فی البحر الرائق ھذا إذا اعلم من القرأة قدر ما یقوم بہ سنة القرأة ھکذا فی التبین ولم یطعن فی دینہ کذافی الکفایة وھکذا فی النھایة ویجتنب الفواحش الظاھرة"(۱)

مذکورہ اوصاف کے علاوہ حکمت ومصلحت کے ساتھ وعظ اور تبلیغ اسلام وسنت کا بھی جانکار ہو۔ امام صاحب کے فرائض منصبی میں اگر جمعہ میں خطاب کرنا بھی شامل ہے تو بلا عذر شرعی خطاب نہ کرنا جرم ہے، ان کو چاہیے کہ اپنے فرائض منصبی کو حتی الامکان بہتر طریقہ سے نبھائیں، اور امام مذکور نے جو دوبارہ نماز عید کی امامت کی تو وہ بے معنی ہے۔ اس سے نماز عید الفطر ادا نہیں ہوئی۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

فاسق کی امامت کا حکم

مسئلہ از: مختار حسین اشرفی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین مسئلہ ذیل میں:

زید اپنے محلے کی مسجد کا امام، قاری، عالم وحافظ ہے، حالات حاضرہ میں تجارت بھی کرتا ہے لیکن خرید

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۸۳

وفروخت میں مال والوں کی رقم اپنے وعدے کے مطابق واپس نہیں کرتا ہے اور قرض کا تقاضہ کرنے والوں سے آج دیتا ہوں، کل دیتا ہوں، کرتا ہے اور سالوں کا مسئلہ ہورہا ہے۔ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کر رہا ہے، اور سیاسی وسماجی تقریبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جیسے امام کو اگر اصلاحاً کچھ کہا جائے تو سلام وکلام بھی بند کر دیتا ہے اور ہر مسئلہ کے جواب پر کہتا ہے کہ کسی مفتی سے فتویٰ منگا کر بتاؤ تو میں اپنی غلطی مان لوں گا جب کہ زیادہ تر مقتدی ملول خاطر ہیں اور فتنہ نہ ہو جائے اس خدشے سے خاموش رہتے ہیں اور دوسری مسجد میں نماز ادا کرنے جارہے ہیں۔

لہٰذا زید جیسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس کی اقتدا کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

(۱) کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ودرست ہے یا نہیں؟

(۲) زید جیسے امام کی قلیل آمدنی ہوتے ہوئے بھی ممبئی جیسے شہر میں فلیٹ خریدنا کہاں تک صحیح ہے جب کہ بڑے شہروں میں قرض کے بغیر ممکن نہیں۔ قرض شرح سود کی صورت میں۔

(۳) زید کا دیو بندی مسلک والوں کے گھر آنا جانا، کھانا پینا بھی ہے کیا درست ہے؟

برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جھوٹا وعدہ کرنا اور وعدہ خلافی کرنا ناجائز ہے، سیاسی، سماجی تقریبات اگر حرام وممنوع امور پر مشتمل ہوں تو جانتے ہوئے بلاضرورت شرعیہ ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے۔ یوں ہی بلاضرورت شرعیہ سودی قرض لینا بھی ناجائز ہے اور دیو بندیوں کے یہاں بطور موانست کھانا پینا، تعلقات رکھنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ **کما ھو مصرح فی کتب الفقہ والفتاویٰ.**

سوال میں مذکورہ باتیں اگر واقعی زید کے اندر ہیں تو وہ شرعاً فاسق ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، کہ پڑھنا ناجائز اور اگر پڑھ لی تو اعادہ کرے۔ "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"وکرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للإمامۃ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۱۶۵

پیک بننے والے اور سہارا بینک میں ایجنٹی کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: قمرالدین، لوکھواں، تلشی پور، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی، حافظ اور قاری ہے مگر وہ نویں محرم الحرام کو پیک بندھاتا ہے، اور اس فعل کی اجرت وصول کرتا ہے، اور تعزیہ کے سامنے فاتحہ دیتا ہے، اور خود اس کے گھر تعزیہ رکھی جاتی ہے، اور سہارا کمپنی کی ایجنٹی کرتا ہے۔

کیا زید لائق امامت ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

پیک بننا اور باندھنا ناجائز وگناہ ہے۔ صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"پیک بننا بھی بالکل ناجائز ومہمل اور اس کی کمر میں گھنٹیاں باندھنا حرام"

حدیث شریف میں ہے: **"لا تصحب الملائكة رفقة فيها جرس"** ایسے لوگوں کے ساتھ ملائکہ رحمت نہیں ہوتے۔" (۱)

اور جب پیک باندھنا ناجائز تو اس پر اجرت بھی ناجائز ہے۔ رہی سہارا کمپنی میں ایجنٹی تو وہ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مگر جب زید تعزیہ داری کے تعلق سے اتنے ناجائز امور کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے۔ لائق امامت ہرگز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"وكره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (۲)

درمختار میں ہے: **"كل صلوٰة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها"** (۳)

البتہ اگر زید ان حرکتوں سے توبہ واستغفار کر کے اصلاح حال کر لے تو اب اس کی اقتدا درست ہوگی جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۳

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۰۷

جماعت میں شریک سنیوں، دیوبندیوں کی امامت کرنے والے امام کا حکم

مسئلہ از: محمد مصباح الدین علیمی، ناتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دیوبندیوں اور سنیوں کی امامت کرتا ہے جس میں دیوبندیوں کی اکثریت ہو، اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس سے سلام ومصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اور اس کو امامت کے لیے آگے بڑھانا اور بڑھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس کے گھر تک رسائی نہ ہو کہ وہ سنی ہے کہ دیوبندی اور اس کی امامت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں۔ مزید برآں اس کو امامت سے ہٹانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ عزوجل

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں۔ سنیوں کی جماعت میں ان کی شرکت سے قطع صف لازم آتا ہے۔ اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ دیوبندیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں، لیکن اگر انہیں منع کرنے میں فتنہ وفساد برپا ہو تو سنی معذور ہوں گے، مگر امام دیوبندیوں کی امامت کی نیت ہرگز ہرگز نہ کرے۔ صرف سنیوں کی نیت امامت کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے کو محض اس بنا پر امامت سے ہٹا دینا درست نہیں ہے اور اگر امام نے دیوبندیوں کو مسلمان سمجھ کر نماز وجماعت کا اہل مانا تو ان کو مسلمان جاننا، اور نماز وجماعت کا اہل سمجھنا کفر ہے۔ "کما قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ مرۃ بعد اُخری" لہٰذا امام پر توبہ تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اگر امام توبہ واستغفار اور تجدید اسلام ونکاح کرلے تو اس کی امامت درست ہوگی۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو اور جس شخص کے متعلق شبہ ہو بے تحقیق اسے امام نہ بنایا جائے اور اگر کوئی محل شبہ نہ ہو تو بنایا جاسکتا ہے۔ پھر اگر بعد میں تحقیق ہو کہ امام بدعقیدہ مثلاً وہابی، دیوبندی تھا تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ فرض ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ وغیرہ کتب اہل سنت میں مرقوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

نجدی امام ہو تو عرفات میں جمع بین الصلوتین کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ: از محمد سیفی قادری مقام للولی، فتح پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایام حج میں میدان عرفات میں نماز ظہر وعصر ایک ساتھ ظہر کے وقت پڑھنے کا حکم ہے جب کہ آج کل دونوں نمازیں وہابی امام پڑھاتا ہے تو کیا اس کی اقتدا میں جمع بین الصلوتین کی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عرفات میں ظہر وعصر جمع کرنے کے لیے سلطان اسلام یا اس کا نائب ہونا شرط ہے جب وہ امامت کرے تو حجاج اس کے ساتھ جمع بین الصلوتین (بین الظہر والعصر) کریں گے اور صاحبین کے نزدیک سلطان یا نائب کی شرط نہیں ہے مگر صحیح پسندیدہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اما المختلف فيه فمنها ان يكون اداء الصلوتين بالجماعة عند ابى حنيفة حتى لوصلى العصر وحده اوالظهر وحده لا يجوز العصر قبل وقتها عنده وعند ابى يوسف ومحمد هنا ليس بشرط ويجوز تقديمها على وقتها.

"والصحيح قول ابى حنيفة لما ذكرنا ان جوازالتقديم ثبت معدولاً به عن الاصل مرتباً على ظهر كامل وهى المؤداة بالجماعة مع الامام أونائبه، والمؤداة بجماعة من غير امام أونائبه لا تكون مثلها فى الفضيلةفلا تكون فى معنى موردالنص"(۱)

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں۔

"وشرط لصحة هذاالجمع الامام الاعظم أونائبه والاصلوا وحدانا"(۲)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یہ ظہر وعصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا

---

(۱) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۵۱

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار ج: ۲، ص: ۱۷۴

ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں"(۱)

اس کے علاوہ تمام کتب فقہ میں یہ شرط تحریر ہے جس سے واضح ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کی ایک شرط سلطان اسلام یا اس کے نائب کا نماز پڑھانا ہے اور اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں یا سلطان یا اس کے نائب کے علاوہ کوئی دوسرا جماعت سے پڑھائے تو اس صورت میں جمع کرنا ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے اب یا تو حجاج الگ اپنی اپنی نماز پڑھیں یا اپنی خاص جماعت سے دونوں صورتوں میں ان کے لیے حکم ہے کہ ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں وقت ظہر میں دونوں کو جمع کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی
۲۰ رمحرم ۱۴۳۳ھ

عالم دین امام کو بلا وجہ شرعی منصب امامت سے ہٹانے والوں کا حکم

مسئلہ از: محمد حنیف عرف عبدالخالق رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

ایک سنی صحیح العقیدہ شخص نے زمین خرید کر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرائی، اور ایک متدین عالم دین کو اس مسجد کا امام وخطیب مقرر کیا، اور ان کی تنخواہ ہر ماہ اپنی جیب خاص سے ادا کرتا ہے، وہ امام تقریباً اٹھارہ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تمام مقتدی ان کی امامت سے خوش ہیں۔

چند شر پسند فتنہ پرور لوگوں نے اس امام کو عین نماز کے وقت مصلیٰ سے ہٹا کر ذلیل ورسوا کیا، اور دوسرے غیر عالم شخص کو امام مقرر کر دیا، اور مسجد کے متولی کو بے دخل کر دیا۔

اس سلسلہ میں چند سوالات کے جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

(۱) امام راتب کو مصلیٰ سے ہٹا کر اس کو ذلیل کرنا از روئے شرع کیا ہے؟

(۲) عالم دین کی توہین کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) مسجد کے متولی کو بلا وجہ شرعی مسجد سے بے دخل کرنا کیا ہے؟

(۱) بہار شریعت ج:۶، ص:۸۶

(۴) مسجد میں شر اور فتنہ برپا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟
(۵) عالم دین کے بجائے غیر عالم کی امامت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام جامع شرائط امامت واجب التعظیم ہے، اور بلا وجہ شرعی اسے مصلّی سے ہٹادینے میں اس کی توہین، ظلم وزیادتی اور ایذائے مسلم ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من آذی مسلماً فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی اللّٰہ" (۱)

اور اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" حنفی قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے۔ (۲)

امام اجل علامہ "علاء الدین" حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحۃ او عدم اھلیۃ" (۳)

خاتم المحققین "علامہ ابن عابدین" شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قال فی البحر واستفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلا جنحۃ عدمھا لصاحب وظیفۃ" (۴)

اور اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اگر واقع میں نہ زید وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیو بندی، نہ کسی قسم کا بد مذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال کی وجہ سے کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ. (۵)

لہٰذا جن لوگوں نے امام کو بلا وجہ شرعی مصلے سے ہٹا کر ذلیل ورسوا کیا وہ مجرم وگنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ امام صاحب سے معافی مانگیں اور توبہ واستغفار کریں اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو مسلمان ایسے

---

(۱) کنز العمال، ج:۱۶، ص:۱۰
(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۲۱۷
(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۳، ص:۳۸۶
(۴) رد المحتار، ج:۳، ص:۳۸۶
(۵) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۲۴۱

لوگوں سے دور رہیں اوران کواپنے سے دور رکھیں ۔ارشادِ باری تبارک وتعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر کوئی شخص عالم دین کو اس لیے توہین کرتا ہے کہ وہ عالم دین ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور اگر کسی دنیوی سبب سے تحقیر وتذلیل کرتا ہے تو سخت مجرم وگنہگار اور فاسق وفاجر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے۔ اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے ''من ابغض عالماً بغیر سبب ظاهر خيف عليه الكفر'' منح الروض الأزهر میں ہے:''الظاهر انه كفر'' (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) جو متولی دیندار متدین وقف کا بہی خواہ اور امانت دار ہو اسے کار تولیت سے بلا وجہ شرعی برطرف کرنا خصوصاً جب کہ وہ واقف بھی ہو درست نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ایسے متولی کو برطرف کیا وہ سب ایذائے مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) فتنہ وفساد اور شر کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' (۳) یعنی فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

اور ایک مقام پر ہے:

''اَلْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ'' (۴) فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔

اور پھر مسجد میں فتنہ کرنا اور بھی زیادہ قبیح اور مذموم ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان پر توبہ واستغفار اور اس حرکت شنیعہ سے احتراز لازم ہے۔ اگر نہ مانیں تو انہیں مسجد سے روک دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں۔ قال اللہ تعالیٰ ''اولئک ما كان لهم ان يدخلوها إلا خائفين'' درمختار میں ہے ''يمنع منه كل موذ ولو بلسانه'' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں زیر

---

(۱) سورۂ ہود، آیت: ۱۱۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۱

(۴) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۱۷

حدیث فلا یقربن مصلانا. پھر درمختار میں ہے "والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانه" (۱)
واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۵) اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"مفضول فاضل کی امامت کرسکتا ہے جب کہ شرائط صحت وجواز امامت کا جامع ہو،اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص نہ آئے گا، نہ متولی پر اس کا الزام ہے۔

ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ:
"من استعمل علی عشرۃ من ارض عبداللّٰہ تعالیٰ فقد خان اللّٰہ ورسوله والمؤمنین" جس نے دس مخصوصوں پر کسی ایسے کو مقرر کیا کہ نظر شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا۔ اس نے اللہ ورسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹ رذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۴۴۳

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۰۷

کیا مقرر امام کی اجازت کے بغیر کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی، بھوپال۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں: کہ ایک حافظ نے مسجد کے صدر صاحب سے کہہ کر مسجد کے امام کو ہٹوایا اور خود امامت کرنے لگے۔ کیا حافظ کے پیچھے نماز ہوجائے گی جب کہ امام صاحب کا کوئی قصور نہیں تھا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بلا کسی شرعی خرابی کے امام معین کو ہٹانا ناجائز ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر واقعی میں نہ زید وہابی ہے، نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے "لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة" (۱)

لہٰذا اگر امام اول میں کوئی خرابی نہیں بلکہ وہ جامع شرائط امامت ہے تو اسے معزول کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں جن لوگوں نے اسے معزول کیا وہ سب امام اول سے معافی مانگیں اور اسے امامت پر بحال کریں۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو نماز نہیں پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ کسی لائق امامت کو اجازت دے دے تو حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۶ رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

کفر سے توبہ کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: تاج محمد خاں، لاڈنوں

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ آیا وہ شخص جو شہر قاضی دکسی

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۲۴۱

مسجد کا امام بھی ہو اور کسی کام (فعل) پر اس سے کفر عائد ہو گیا ہو۔ مدتوں بعد اس نے جزم قبول کیا ہو اس کو سر عام علمائے دین کی موجودگی میں توبہ کرائی گئی ہو، اس کے باوجود وہ شخص اسی کام کو پھر سے کرنے لگا ہو۔ ایسے آدمی کے بارے میں قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے۔ کیا وہ شخص مومن رہے گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین فقط

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی شخص مذکور نے کفر سے توبہ کی اور پھر ایسا کام کیا جو کفر ہے تو اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ بعد توبہ جب کافی اطمینان ہو جائے کہ دوبارہ ایسی کفری حرکت نہ کرے گا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ بشرطیکہ کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: عبدالرحیم بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں: قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مفصل جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱) مسجد کے ٹرسٹی واراکین نے قدیم مسجد کو شہید کر کے از سر نو ایک عالی شان مسجد تعمیر کی، ابھی اس کی تعمیر کے بہت سارے کام باقی ہیں چوں کہ جب تک مسجد بالکل چھوٹی تھی آمدنی کے ذرائع بالکل کم تھے۔ اس لیے ایک معمولی عالم کو امام کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔

اب ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح مسجد عالی شان ہو گئی ہے وار اس علاقے کے سنیوں کے لیے باعث صد افتخار بن گئی ہے تو اس کا امام بھی ایسا زبردست ہو جو مفتی، حافظ، قاری اور بہترین صلاحیت کا حامل بھی ہو جو اپنے کردار وعمل، اور عمدہ تقریر وتحریر کے ذریعہ یہاں سے مسلک اعلیٰ حضرت کا بھرپور کام کر سکے اور جملہ نمازیوں کو نماز ودیگر فرائض، واحکام شرعیہ سے واقف کرا کر ان کی اصلاح کر سکے اور یہی مستقل مسجد کا امام ہو، اور جو موجودہ امام ہیں وہ اس صلاحیت کے حامل نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں نہ نکال کر نائب امام کی حیثیت سے رکھا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں اور ٹرسٹی واراکین کو اس طرح

کے دوسرے امام کو لانے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اگر انہیں اس بات کا حق حاصل ہے تو پھر موجودہ امام کا اس سلسلے میں خلل اندازی کرنا اور ہٹ دھرمی پر اتر آنا کیا یہ ان کے لیے شرعاً جائز و درست ہے؟

(۲) موجودہ امام کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے مقتدی کراہت محسوس کرتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ کہ وہ خلاف واقعہ بولنے کے عادی ہیں۔ جب مفتی امام لانے کی بات آئی تو اب وہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی مفتی ہوں۔ مجھ سے اچھا کون پڑھنے والا ہے جب کہ سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ مفتی نہیں ہیں بلکہ اس پایہ کے بھی عالم نہیں ہیں کہ وہ مکمل صحیح مسائل شرعیہ بتا سکیں۔ وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں جیسا کہ اس کی پوری تفصیل اس کے ساتھ ضم شدہ خط میں ہے کہ انہوں نے پہلے ہم کو ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ کہا کہ آج تک آپ نے ہمارے لیے رہائش کا معقول انتظام نہیں کیا حالاں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے لیے مسجد کی طرف سے اتنا معقول انتظام ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے بال بچوں کے ساتھ مسجد کے روم میں رہ رہے ہیں اور ان کے خاندان کے کتنے لوگ مسجد ہی میں اپنا گزارا کرتے ہیں اور رمضان شریف میں گواہوں کے سامنے انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ عید کے بعد روم خالی کر دوں گا مگر اب اپنے کیے ہوئے وعدہ سے مکر گئے۔ چند لوگوں کا گروپ بنا کر اختلاف اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں۔

اب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا شرعاً جائز و درست ہے؟ اگر نہیں تو تمام نمازیوں کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

(۳) امام موصوف اب تک مسجد کے کمرے میں رہتے ہیں۔ اب مسجد کی تعمیر جدید کے بعد مسجد کی کچھ ضروریات ایسی درپیش ہیں کہ مسجد کے مفاد کی خاطر امام کے اس حجرہ کو اس جگہ سے ہٹانا پڑ رہا ہے جب کہ منتظمین نے امام مذکور کی رہائش کے لیے پہلے ہی سے دوسرے حجرہ کا انتظام بھی کر دیا تھا تا کہ انہیں منتقل ہونے میں دشواری نہ ہو مگر یہ امام اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس حجرہ کو خالی نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ گروپ بندی، اور فتنہ و فساد کروانے پر آمادہ ہیں جس کی وجہ سے مسجد کے بہت سارے تعمیری کام رک گئے ہیں۔ کیا امام مذکور کا یہ فعل از روئے شرع درست ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ شرع شریف کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں اور اپنا فیصلہ پیش فرمائیں کہ اختلاف کی صورت دور ہو اور ہم دین وسنیت کا بھرپور کام کر سکیں۔ ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ صورت مذکورہ میں شرعی حکم صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی امام ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال ۲/۳ میں اس کے متعلق تحریر ہے، تو وہ امام فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

"وکرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للإمامۃ" (۱) اور علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ نے فرمایا:

"والفسق لغۃ خروج عن الإستقامۃ وشرعاً خروج عن طاعۃ اللہ تعالیٰ بارتکاب کبیرۃ" (۲)

اور جب وہ لائق امامت نہیں تو نہ اسے امام بنانا درست، نہ نائب امام بلکہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور اگر وہ جامع شرائط امامت ہے تو بلا کسی وجہ شرعی کے اس کو ہٹا کر کسی دوسرے کو امام بنانا درست نہیں ہے۔ امام اجل علامہ حصکفی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحۃ او عدم اھلیۃ" (۳)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال فی البحر واستفید من عدم صحۃ عزل الناظر بلا جنحۃ عدمھا لصاحب وظیفۃ" (۴)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے: "لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ" اور اگر واقعی اس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد ہے۔ جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت فاسد اور اس کے پیچھے نماز باطل محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ (۵)

تو جس صورت میں اس کا معزول کرنا ضروری ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور پڑھنے والے گنہگار ہیں اور

---

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۴) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۴۱

جس صورت میں اس کا معزول کرنا ممنوع تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷؍ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

گندی فلمیں دیکھنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد افروز انصاری، چھندواڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ مدرسہ میں CD چلا کر BF فلم دیکھا تو اس کے لیے شرعی کیا حکم ہے۔ اس کے بھی پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اگر نہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل پیش کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فلم دیکھنا ناجائز ہے۔ خصوصاً گندی فلموں کا دیکھنا تو اور بھی سخت ناجائز وحرام ہے۔ دیکھنے والا فاسق وفاجر اور بدکار ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ 'لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً کما فی التبین وغیرہ'۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰؍ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

کیا ولد الزنا کی امامت جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ولد الزنا کے پیچھے جو کہ حافظ بھی ہے، نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مندرجہ مسئلہ کی توضیح فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر حاضرین مجلس میں کوئی شخص ولد الزنا سے زیادہ طہارت ونماز کے مسائل جانتا ہو اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو ایسے شخص کے ہوتے ہوئے ولد الزنا کو امام بنانا صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت ونماز کا علم رکھنے والا وہی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ ہو۔ چنانچہ علامہ تمر تاشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یکرہ امامۃ عبد و اعرابی وولد الزنا" (الی قولہ) الا ان یکون اعلم القوم" (۱)
اور امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: "ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں وہ ہی صرف لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔"(۲) وھکذا فی فتاویٰ فیض الرسول لفقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہٗ" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

المجیب مصیب: محمد تفسیر القادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے یا سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: نصیب اللہ عزیزی، امام جماعت لطیفیہ مسجد، ملند نگر پمپری، پونا، مہاراشٹر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
(۱) اگر کوئی امام داڑھی میں خضاب لگائے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہو تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
(۲) چندہ کر کے حج کے لیے جانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص خود چندہ کر کے حج کو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ حل فرما کر عند اللہ ماجوں ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
(۱) سیاہ خضاب لگانا ناجائز و حرام ہے۔ اس کو لگانے والا فاسق معلن، مرتکب گناہ کبیرہ ہے۔
مسلم شریف میں ہے:
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد" (۳) یعنی اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہی کے قریب نہ جاؤ۔
ایک دوسری حدیث میں ہے:

(۱) تنویر الابصار مع الشامی، ج:۱، ص:۳۷۶
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۱۷۹
(۳) الصحیح لمسلم، ج:۲، ص:۱۹۹

"من اختضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة" (۱) جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روزِ محشر اس کا منہ کالا کرے گا۔ اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں میں سیاہ خضاب لگانے پر وعیدیں آئی ہیں۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مذہب صحیح میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ ناطق"(۲)

ایک جگہ فرماتے ہیں "یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے"۔(۳)

شارح بخاری مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں" کالی مہندی جس کے لگانے سے سفید بال سیاہ نظر آئیں اس کا لگانا حرام و گناہ ہے اور جو شخص لگاتا ہے وہ فاسق معلن ہے۔(۴)

اسی طرح حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا ناجائز ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں "داڑھی کترانا، منڈانا حرام ہے"۔(۵)

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے "الاخذ من اللحية وهو دون ذلك (اى بقدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احد" (٦)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں

"داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے"۔(۷)

لہٰذا جو امام خضاب لگائے، ایک مشت سے کم داڑھی رکھے وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ علامہ "ابراہیم" حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على ان الكراهة في تقديمه كراهة تحريم" (۸) اور درمختار، میں ہے

"كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها" (۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس شخص کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو سامان ہو اسے بغیر ضرورت سوال کرنا ناجائز و حرام

(۱) مجمع الزوائد للهيثمي، ج:۵، ص:۱۶۳
(۲) حك العيب في حرمة تسويد الشيب
(۳) احکام شریعت، ص:۷۲
(۴) ماهنامه اشرفيه، ص ۳۱، ستمبر ۲۰۰۲ء
(۵) الفتاوىٰ الرضويه، ج:۳، ص:۳۷۲
(٦) الطحطاوى على مراقي الفلاح، ص:۲۱۱
(۷) بہار شریعت، ج:۱٦، ص:۱۹۷
(۸) غنية المستملى، ص:۴۲۹
(۹) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۱٦

ہے۔چنانچہ فتاویٰ عالمگیری، میں ہے

"لا تحل المسئلة لمن یملک قوت یومه بعد سترة بدنه کذافی فتح القدیر" (۱)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہوا سے بغیر ضرورت ومجبوری سوال حرام ہے۔" (۲) اور حج کے لیے چندہ مانگنا کسی ضرورت ومجبوری کے تحت نہیں آتا ہے۔اس لئے چندہ مانگ کر حج کو جانا جائز نہیں ہے۔

جس نے حج کے لیے چندہ مانگا اس نے ناجائز وحرام کام کیا۔اس پر توبہ لازم ہے۔اگر توبہ کرلے اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو چوں کہ وہ فعل حرام کے ارتکاب سے فاسق ہو گیا اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

جس کو مایجوز به الصلاۃ پر قدرت نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد شمیم نوری، کمدہ لال پور، پوسٹ اٹوا بازار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں:

(۱) زید عالم ہے، مدرس ہے، امامت بھی کرتا ہے۔زید نے سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابی کی لڑکی کے ساتھ پڑھا دیا اور جب کہ کئی لوگوں نے منع بھی کیا کہ سنی کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔نیز سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے دوران تقریر یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یعنی ہم سنیوں کو حلال کھلاتا ہے اور وہابیوں، دیوبندیوں کو حرام کھلاتا ہے۔ایسا جملہ اللہ جل وعلا کے بارے میں بولنا کیسا ہے؟ ایسا بولنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید نے "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" کو "فَاذْكُرُنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرْنِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" اور اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر "ز" کی جگہ "ج" اور "ظ" کی جگہ پر "ز" "ض" ادا کرتا ہے اور تجوید کی کوئی رعایت نہیں کرتا ہے اور اس کے پیچھے تجوید کے جانکار بھی کبھی کبھی نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔کیا پڑھے لکھے لوگوں کی نماز ہو جائے گی؟ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔بینوا توجروا.

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۸۸ (۲) بہار شریعت، ج:۱، ص:۹۲۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر یہ سچ ہے کہ لڑکی وہابیہ تھی جس سے کسی سنی لڑکے کا نکاح زید نامی مولوی نے لوگوں کے بتانے اور منع کرنے کے باوجود پڑھایا تو یقیناً زید نے حرام حرام اشد حرام جرم کا ارتکاب کر کے اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے قہر وغضب کو دعوت دے کر دوزخ کی آگ اپنے اوپر حلال کر لی۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"وہابیت ارتداد ہے اور مرتد، مرد ہو، یا عورت اس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، جس سے ہوگا زنا خالص ہوگا"۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط**" (۱)

لہٰذا زید پر فرض ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کر کے علانیہ توبہ کرے اور نکاحانہ کے طور پر جو رقم لی تھی اسے واپس کرے اور بقدر امکان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا شدید مقاطعہ اور سخت بائیکاٹ کریں۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ہی اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں بلکہ ممکن ہو تو اسے امامت اور مدرسی سے الگ کروادیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

(۲) اللہ عزوجل کی شان اقدس میں اس طرح کے الفاظ بولنے سے احتراز ضروری ہے۔ بولنے والے پر توبہ لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

(۳) جو شخص نماز میں تجوید کی رعایت نہیں کرتا اور قرآن کریم صحیح نہیں پڑھتا، ایسی کمی وزیادتی یا تبدیلی حروف کرتا ہے، جو مفسد معنی ہو اس کی نماز خود ہی صحیح نہیں ہوتی تو اوروں کی نماز اس کے پیچھے کیوں کر صحیح ہو گی۔

"فتاویٰ رضویہ" میں ہے "حروف وحرکات کی تصحیح ع، ت، ط، ث، س، ص، ح، ہ، ذ، ز، ظ وغیرہا میں تمیز غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے۔ **انتھی بقدر الحاجۃ** (۲) **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۱۹۴

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۰۴

غیر مقلدوں کی اقتدا جائز نہیں

مسئله از: محمد مظہر علی نظامی نیپالی، مقام جھونکا پراسی، دھکدھئی، نیپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں

کہ اہل حدیث کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے نماز درست ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے یا بکر کا؟

جو بھی صحیح ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نیز زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کا نکاح باطل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

غیر مقلدین اپنے عقائد باطلہ فاسدہ کی بنیاد پر گمراہ، بدمذہب، بددین اور بدعتی ہیں۔ علامہ "سیدی احمد" مصری طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة، وهم الحنفيون، والمالكيون، والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجاً عن هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار" (۱)

ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا محض باطل وناجائز ہے۔

علامہ "ابن ہمام" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ان الصلوٰة خلف اهل الأهواء لا تجوز" (۲)

لہٰذا بکر کا قول صحیح ودرست ہے۔ زید اپنے قول میں محض جھوٹا اور غلط ہے اور اگر زید غیر مقلدین کے عقائد واعمال پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو لائق امامت اور مسلمان جانتا ہے تو بے شک اس کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

(۱) حاشية الطحطاوي على الدر، ج: ۴، ص: ۱۵۳

(۲) فتح القدير، ج: ۱، ص: ۳۰۴

جس شوہر کی نافرمان بیوی اس کی اجازت لے کر مائیکے چلی جائے اس کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد رمضان علی، مدرسہ اہل سنت محی الاسلام، بتھریاں کلاں، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین درج ذیل مسئلہ میں

زید کی نافرمان بیوی اپنے مائیکے ممبئی جانا چاہتی ہے۔ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو مائیکے بھیج دیا ہے۔ اب عمرو کا کہنا ہے کہ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو بھیج دیا ہے۔ لہٰذا اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ لہٰذا حکم شرع سے آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر صرف اتنی سی بات ہے کہ زید نے اپنی نافرمان بیوی کو اس کے اصرار پر چار و ناچار مائیکہ جانے کی اجازت دے دی یا ناراض ہوکر اسے مائیکہ بھیج دیا تو یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے زید کی امامت درست نہ ہو۔ بیوی سے ناراض ہوکر اسے مائیکہ بھیج دینا اور طلاق نہ دینا یہ بجائے خود عیب کی بات نہیں ہے تو پھر اس سے زید کی امامت درست نہ ہونے یا اس کی اقتدا میں نماز درست نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲؍ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

دیوبندی کی اقتدا کرنے والے کی امامت کیسی؟

مسئلہ از: سراج احمد القادری اوسان پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید دیوبندی مولوی کی اقتدا میں مصلیٰ نماز جنازہ کی صورت میں کھڑا رہا۔ آیا ایسی صورت میں زید کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں اور شرعی حکم اس پر کیا نافذ ہوتا ہے اور بکر سنی علما پر تنقیدی نظر رکھتا ہے۔ اس نے کہا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی مولوی کی اقتدا میں نماز جنازہ کے لیے صورتاً کھڑا ہونا بھی درست نہیں ہے۔ کیوں کہ عوام تو یہی سمجھیں گے اس نے دیوبندی مولوی کی اقتدا کی تو وہ اسے متہم ومطعون بھی کریں گے اور خود بھی دیوبندیوں کی اقتدا کرنے لگیں گے۔ مسلمان خصوصاً علما کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے عوام کو تہمت لگانے کا موقع ملے۔ حدیث شریف میں ہے:

"من کان یومن باللہ وبالیوم الآخر فلایقف مواقف التھم" (۱)

زید پر توبہ اور استغفار لازم ہے۔ بعد توبہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔

اور بکر نے زید کے متعلق صحیح کہا کہ اس کی اقتدا میں بغیر اس کے توبہ کیے نماز درست نہیں۔ البتہ بکر کا علما اہلسنّت پر تنقید کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے۔" (۲) بکر پر لازم ہے کہ علما اہل سنت کی خطا گیری اور تنقید سے توبہ کرے اور اپنی اس ذلیل حرکت سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

جان بوجھ کر دیوبندیوں کا سنیوں کے ساتھ نکاح پڑھانے والے امام کا حکم

مسئلہ از: سراج احمد قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

زید جو کہ سنی ہے اور اپنے گاؤں کی مسجد کا امام ہے۔ بکر سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر دیوبندی کے ساتھ پڑھا جب کہ زید کو اچھی طرح معلوم ہے کہ عمر دیوبندی ہے اور یوں ہی زید نے ہندہ دیوبندی کا نکاح عمر سنی کے ساتھ پڑھا۔ اس صورت میں زید پر کیا حکم ہے؟ آیا زید امامت کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟ برائے کرم اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

نوٹ: صورت یہ ہے کہ زید سنی نے ایک نہیں کئی مرتبہ ایسا کام کیا ہے۔

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۲۴۹

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۹، ص: ۵۳۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی زید نے جانتے بوجھتے ہوئے کسی دیوبندی، وہابی کا نکاح پڑھا ہے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید بیعت اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا ہے اور دیوبندیوں کے پڑھے نکاح کے باطل اور غلط ہونے کا اعلان کر دیتا ہے تو اب وہ لائق امامت رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

"التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"(۱)

اور اگر وہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح نہیں کرتا ہے تو ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

ارشاد باری جل جلالہ ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وخطا کار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰/۴/۱۴۲۱ھ

ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت

مسئلہ از: سیف اللہ ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار العلوم، بھچورہ، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جامع مسجد کا امام ہو اور خشخشی داڑھی رکھتا ہو۔ غیر محرمہ عورت کی چھیڑ خانی کا الزام بھی ہو۔ اس کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کے امامت سے نہ ہٹنے کی صورت میں دوسری جگہ نماز پنجگانہ کے ساتھ نماز جمعہ قائم کرنے پر کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) السنن لابن ماجہ ج:۲، ص:۳۱۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

ارشاد فرمایا:"انھکوا الشوارب واعفوا اللحی" (۱) یعنی مونچھوں کو خوب کم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

حضرت علامہ اجل "علاء الدین" حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یحرم علی الرجل قطع لحیتہ"(۲)

اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔منڈانا یا ایک مشت سے کم کرانا حرام ہے"۔(۳)

لہٰذا زید داڑھی ایک مشت سے کم کرانے کی بنا پر حرام کار اور سخت مجرم وگنہ گار فاسق معلن ہے۔اسے امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔اگر پڑھ لی ہے تو دہرانا واجب ہے۔غنیۃ میں ہے:

"لو قدموا فاسقاً یاثمون" (۴)

اور در مختار میں ہے:

"کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۵)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی لی ہے تو پھیرنی واجب۔(۶)

اگر زید امامت سے نہ ہٹے تو مسلمان کسی دوسری جگہ لائق امامت کی اقتدا میں نماز پنجگانہ پڑھیں،اگر شرائط جمعہ متحقق ہوں تو نماز جمعہ بھی قائم کریں۔بصورت دیگر جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ کے بجائے ظہر با جماعت پڑھیں۔ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللّٰہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

ترکہ میں لڑکے اورلڑکیوں کا برابر کا حصہ دلانے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد سکندر رضوی، دار العلوم سید حسن شاہ قادری، انگوم۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع مطہرہ اندریں مسئلہ کہ بکر، جو قرآن کو تلفظ اور تجوید و ترتیل کی رعایت کرکے پڑھنا

(۱) الجامع الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۸۷۵
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۵، ص:۲۸۸
(۳) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۱۹۷
(۴) غنیۃ المستملی، ص:۵۱۳
(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۱، ص:۳۳۷
(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۳۵۳

تو در کنار زیر و زبر کی بھی رعایت نہیں کرتا۔ داڑھی بھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے، چوراہوں دشاہراہوں پر کھڑے ہوکر بیڑی وسگریٹ پھونکتے رہتا ہے۔ دعا وتعویذ اس کا مشغلہ ہے۔ بالغہ عورتوں کا بال پکڑ کر شیطان چھڑاتا اور کہتا ہے روح بد کا اثر ہے۔ سر سے مرغ اتار کر خود کھاتا ہے۔ تقسیم ترکہ کے بارے میں کہتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو برابر کا حصہ ملنا چاہیے اور اپنے گھر وخاندان والوں کو اسی پر عمل کرواتا ہے۔ مصافحہ کا ایک طریقہ جس کی نسبت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے "بہار شریعت" میں ذکر کیا ہے کہ:

"ہر ایک کا داہنا ہاتھ داہنے ہاتھ سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھا دبائے یہاں بعض جگہوں پر مصافحہ کا وہ طریقہ رائج بلکہ متصلب سنیوں کی پہچان وعلامت بن چکا ہے۔ مصافحہ کے اس طریقہ کو بکر اپنی دانش کے مطابق کافروں کا طریقہ بتاتا ہے اور صحیح بات ماننے کو تیار نہیں۔ بکر سے اعلم لوگ مسجد میں موجود پھر بھی وہ از خود مصلّیٰ پر چلا جاتا ہے۔

نماز پڑھانے کے لیے دار العلوم کے طلبہ، حافظ اور مولوی ہو رہے ہیں۔ ان کی عمریں ۱۵، ۱۶ سال کی ہے اور وہ اپنے بلوغ کا اقرار کرتے ہیں۔ جب بھی امام کی عدم موجودگی میں لوگ ان طلبہ کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے ہیں بکر ان کی اقتدا صرف اس لیے نہیں کرتا کہ داڑھی نہیں آئی ہے اور کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی اور کبھی تو مصلے سے ہٹا کر خود آگے بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا مفتی صاحب قبلہ سے درخواست ہے کہ شخص مذکور کے بارے میں شرع شریف کا فرمان وحکم کیا ہے؟ جواب سے نوازیں اور مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا فرد بکر کی اقتدا درست ہے یا نہیں اور اس کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرما کر عند اللہ اجر وثواب کے مستحق بنیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر بکر واقعی ان امور کا مرتکب ہے تو وہ سخت مجرم وگنہ گار، جاہل، مکار، مستحق نار وغضب جبار، حد درجہ فاسق ہے اسے امام بنانا ناجائز اور اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

رد المحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم" (۱)

درمختار میں ہے: "کل صلوة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتها" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

مدرسوں کا چندہ وصول کر کے بغیر جمع کیے ہوئے خرچ کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد کلام الدین، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: جو امام مسجد رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں زکوۃ فطرہ وصول کر اس میں کی آدھی رقم مدرسہ میں جمع کر کے اور آدھی رقم اپنے مصرف میں لگا دے جب کہ یہ پوری رقم غریبوں یا مسکینوں وغیرہ کا حق ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پنجگانہ، جمعہ، تراویح وعیدین جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

آج کل مدارس عربیہ کا چندہ وصول کرنے والے عموماً عامل نہیں ہوتے ہیں کہ ان کو چندہ وصول کرنے کے لیے بھیجنے یا متعین کرنے والے ذمہ داران مدرسہ ہوتے ہیں جو حاکم اسلام نہیں۔

لہٰذا وہ وکیل ہوتے ہیں اور انہیں یہ اجازت نہیں کہ بلا تملیک حق المحنت لے لیں اور اگر ایسا کریں تو یہ امانت میں خیانت ہوگی جو حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱)

"اے ایمان والو! اللہ، رسول سے دغا نہ کرو، نہ امانتوں میں جان بوجھ کر۔

اور اس طرح کرنے سے زکوۃ بھی ادا نہ ہوگی بلکہ انہیں زکوۃ دینے والوں کو تاوان دینا ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا، بعد میں اپنا روپیہ دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی بلکہ یہ تبرع ہے اور موکل یعنی زکوۃ دینے والے کو تاوان دے گا۔" (۲)

صورت مذکورہ میں اگر امام مسجد بلا تملیک مستحق چندہ کی رقم اپنے مصرف میں لاتا ہے تو خائن ہے۔ اس پر

---

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷۔

(۲) بہار شریعت: ج: ۵، ص: ۲۳

لازم ہے کہ اس فعل حرام سے بچے اور دل سے توبہ کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے احتراز کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۴؍صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

زکاۃ کی رقم خرچ کرنے اور سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیوبندی کہنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: شیخ امیر الدین، کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: زید جو کہ عالم اور ایک مسجد کا امام ہے۔

(۱) بہت سے پنج وقتہ نمازی حضرات ان کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ مصلی نے ظہر کی نماز کی اقامت رکوا کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تیرے کارنامے بیان کر دوں تو تیرے پیچھے کوئی مقتدی نماز نہیں پڑھے گا۔

(۲) زید کئی مدرسوں کی رسیدیں اپنے پاس رکھتا ہے۔ رمضان شریف میں لوگوں سے مدرسے کے نام پر زکوٰۃ وصول کرتا ہے اور انہیں مدرسوں کی رسیدیں زیادہ کاٹتا ہے جس میں کمیشن زیادہ ملتا ہے اور حیلہ شرعی کرنے سے پہلے اپنا حق محنت (کمیشن) کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد باقی رقم مدرسوں کے ذمہ داروں کو دیتا ہے اور اس فعل کا ارتکاب گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل کرتا آرہا ہے۔ حیلہ شرعی کرنے سے قبل کمیشن خود سے لینا امانت میں خیانت ہے کہ نہیں؟ مذکورہ صورت میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

(۳) بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ بلواتا ہے۔

(۴) سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیوبندی کہتا ہے۔

(۵) زید کے اپنے دوست کی بیوی سے ناجائز تعلقات ہیں۔ دوست کی غیر موجودگی میں اس کے گھر پر گھنٹوں تنہائی میں رہتا ہے اور مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر موبائل پر اس سے لطف اندوز ہو کر باتیں کرتا ہے اور اپنے دوسرے دوستوں کو اس کی باتیں سناتا ہے۔

(۶) دیوبندی، وہابی کا نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ زید کا میل جول سود خوروں اور غلط کاروبار کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان سے نذرانہ بھی لیتا ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا بھی درست جانتا ہے۔

یہ ساری باتیں عوام الناس میں مشہور ہیں اور حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ سنی مسلمانوں میں دو گروپ ہوگئے اور آپس میں لڑنے کو تیار ہیں۔ ایک طبقہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور دوسرا سنی صحیح العقیدہ طبقہ دور دراز کی سنی مساجد

میں جا کر نماز ادا کر لیتا ہے اور جو متصلب نہیں ہیں دیوبندی وہابی کی مساجد میں جا کر ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔
مذکورہ صورتوں میں زید کے بارے میں شرعاً کیا احکام جاری ہوتے ہیں؟ ان کی اقتدا میں نماز درست ہوتی ہے اور ان کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کا حیلہ شرعی کرنے سے قبل خود سے کمیشن لے لینا حرام ہے کہ یہ امانت میں خیانت ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"﴾ (۱)

اور اس طرح کرنے سے زکاۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ بہار شریعت میں ہے: "اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپے زکوۃ میں دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے۔ (۲) زید کے بارے میں جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں اگر واقعی زید میں وہ سب عیوب ونقائص پائے جاتے ہیں تو زید سخت فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے بلکہ بعض امور کے پیش نظر اس پر حکم کفر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز ناجائز اور اسے امام بنانا ناجائز ہے۔ ان باتوں کو جانتے ہوئے جو لوگ اسے امام بنائیں گے سب مجرم وگنہگار ہوں گے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"ولذا کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدمہ للإمامۃ" (۳)

علامہ ابراہیم حلبی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"لو قدموا فاسقاً یاثمون" (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷؍ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

---

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷
(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۲۳
(۳) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵
(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

بے شرم و بے حیا شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: عبداللطیف ہاشم، موڈبدری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں:

، حاضر وقت میں اہل سنت و جماعت جامع مسجد موڈبدری کے امام و خطیب سے کچھ معاملات سے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہوگا؟

امام صاحب کی اہلیہ انگلش میڈیم اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ جہاں اساتذہ عورت اور مرد مخلوط ہیں۔ فرزند "بی کام" پڑھا ہوا ہے اور کام کر رہا ہے۔ ایک لڑکی بنگلور میں ہاسٹل میں رہ کر کالج جا رہی ہے۔ ڈاکٹری سیکھ رہی ہے۔ ایک لڑکی "بی کام" پڑھی ہے چھوٹی لڑکی انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہے اور اسکول کے پروگرام میں قوالی اور ناٹک وغیرہ میں مرد کا بھیس ڈال کر پارٹ کرتی ہے۔ ان تمام باتوں سے امام صاحب آگاہ ہیں۔ اس فوٹو میں امام صاحب کی لڑکی کو قوالی اور دوسری فوٹو میں مرد کے بھیس میں ناٹک میں کام کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ سرخ مارک والی لڑکی۔

حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں یہ بات واضح کریں کہ ایسے امام کو سنی جامع مسجد کا امام و خطیب بنائے رکھنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے دین اس پر غور فرما کر ہمیں سیدھی راہ بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مردوں اور جوان لڑکوں کے ساتھ رہ کر اجنبی عورتوں کا پڑھنا پڑھانا حرام و گناہ ہے۔ یوں ہی رقص و سرود اور ناٹک کرنا شدید بے حیائی اور سخت حرام ہے۔ اس لیے امام مذکور پر فرض ہے کہ اپنی عورت اور لڑکیوں کو محرمات و منکرات، اور فواحش کے ارتکاب سے روکے، اور حرام و گناہ میں ملوث رہنے سے باز رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾(۱)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور ارشاد رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء ہے:

---

(۱) سورۃ التحریم، آیت: ۶

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته" (۱)

تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا۔

امام مذکور اپنی بیوی، اور لڑکیوں کو ناجائز و حرام فعل سے نہ روکنے کے سبب بے حیا و بے غیرت اور مستحق عذاب، اور دیوث ہے۔ مجرم و گنہگار اور فاسق معلن ہے۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"ثلاثة قد حرم اللّٰه علیهم الجنة مد من الخمر والعاق والدیوث الذی یقر فی اهله الخبث" (۲) یعنی تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام فرمادی ہے۔ شراب کا عادی، والدین کا نافرمان اور دیوث جو اپنے اہل و عیال میں خبث کو باقی رکھے۔

ایسے شخص کو خطیب و امام بنانا ناجائز و گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقاً یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم" (۳) واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے والے امام کی امامت

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ مداویر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔

زید اپنے آپ کو سنی عالم کہلاتا ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ زید نے دیوبندی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ اب زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید نے دیوبندی امام کے کفری عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے اسے مسلمان جان کر اس کے پیچھے نماز جنازہ

(۱) صحیح البخاری: ج: ۱، ص: ۱۷۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۳۱۸

(۳) غنیۃ المستملی، فصل الامامۃ، ص: ۵۱۳

پڑھی تو اس پر توبہ تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ اگر دیوبندی کو کافر سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو بھی اس کے لیے توبہ واستغفار لازم وضروری ہے۔ اگر ایسا وہ نہ کرے تو اس کی اقتدا نا جائز ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰؍ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

ولد الزنا بیوی کے شوہر کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ریاض الدین احمد، متعلم ادارہ ہذا مقام پرسیاں بزرگ، پوسٹ پوکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ زید عالم یا حافظ ہے۔ اس کی شادی زینب سے ہوئی اور زینب ولد الزنا ہے تو زید کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر لائق امامت ہے تو اس کے پیچھے بلاشبہ نماز درست ہوگی اور زینب کا بنت الزنا ہونا مانع امامت زید نہیں۔ کیوں کہ اگر خود کوئی ولد الزنا ہو، اور لائق امامت ہو، تو اس کی اقتدا کرنا صحیح ہے۔

چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت، ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔" (۱)

اس لیے اگر اس کی بیوی بنت الزنا ہے تو اس کی وجہ سے زید لائق امامت نہ رہے ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی امامت درست ہوگی، بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ "**واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**"

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۱۷۹۔

ولد الزنا کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شکیل احمد، مقام پرسیاں بزرگ وپوسٹ پوکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ولد الزنا ہے۔ آیا اس کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی شخص زید سے زیادہ طہارت ونماز کے مسائل کا علم رکھتا ہو تو اس کے ہوتے ہوئے زید کو امام بنانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت ونماز کا علم رکھنے والا زید ہی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت مثلاً بداعتقادی وفسق وغیرہ نہ ہو۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ والرضوان رقمطراز ہیں:

"یکرہ امامۃ عبدو اعرابی وولد الزنا الی قولہ الا ان یکون اعلم القوم" (۱)

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا"۔ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد سراج برکاتی، مقام پوکھریا وارڈ نمبر ۵ بی سی بسنت روہٹ نیپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کو گاؤں کے لوگوں نے امام مقرر کر رکھا ہے لیکن زید کی قرأت درست نہیں ہے یعنی وہ حروف صحیح سے ادا نہیں کر پاتا ہے اور گاؤں ہی کا رہنے والا ہے جبکہ بکر جو اسی گاؤں میں ملازمت کرتا ہے (مدرسہ میں پڑھاتا ہے

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج:۲، ص:۲۹۸

(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۷۹

یعنی عالم ہے) اور باہر کا رہنے والا ہے۔ زید سے اچھی قرأت کرتا ہے یعنی حروف کی ادائیگی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل بھی زید کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ سجدہ کی حالت میں پاؤں کے انگلیوں کا صرف سرا زمین پر رکھتا ہے جبکہ بکر کو اس سے زیادہ معلومات ہے۔ نیز زید دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتا رہتا ہے اور جب 'زید' سے کہا جاتا ہے کہ توبہ کرو کہ دیوبندی کی نماز جنازہ میں جانا جائز نہیں ہے تو کہتا ہے ہم کیا غلط کیئے ہیں کہ توبہ کریں، توبہ نہیں کریں گے۔

اب دریافت طلب امر ہے کہ (۱) زید کے پیچھے بکر کی نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) زید کی اقتداء سے بچنے کے لئے بکر جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد میں جا کر اپنی نماز تنہا پڑھتا ہے تو بکر تارک جماعت کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ (۳) بکر کی موجودگی میں زید نماز پڑھائے گا تو خود زید کی اور دوسرے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جو زید سے بھی کم پڑھے لکھے ہیں (۴) دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور جو شریک ہوا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ میت جاہل ہو اور جنازہ پڑھانے والا حافظ یا عالم (۵) کسی سنی صحیح العقیدہ کو بوجہ مجبوری کسی بدمذہب جیسے دیوبندی، وہابی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی وغیرہ کی نماز جنازہ میں شریک ہونا پڑے تو اس کے لئے کیا راستہ ہے؟ یوں ہی کسی کو فرض نماز میں اس کے پیچھے جماعت میں شریک ہونا پڑے تو کیا کرے؟

(۶) دیوبندی کے کافر و مرتد ہونے کا حکم کب دیا جائے گا یعنی کتنا علم رکھنے کے باوجود اسی عقیدہ کو مانے گا تو اور آج کل جماعت میں گاؤں گاؤں گھومنے والے جو چار چار مہینے کا چلہ لگاتے ہیں اور بزرگوں اور رسول خدا کی شان میں برائی کرتے ہیں وہ کس حکم میں داخل ہیں نیز ان کے ذبیحہ کا حکم کیا ہے؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر زید کے اندر واقعی وہ باتیں ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وہ بلاشبہ فاسق و فاجر مستحق نار و لائق غضب جبار ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتدا ناجائز ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا دہرانا واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون" (۱)

درمختار میں ہے:

"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۲)

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

ایسی صورت میں صرف بکر ہی نہیں کسی کی نماز زید کے پیچھے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر کسی دوسری مطابق سنت جماعت میں شریک ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اب وہ تارک جماعت نہیں ہوگا بلا عذر شرعی ترک جماعت کرنے والا تارک جماعت ہوتا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ''تارک جماعت وہ کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو۔'' (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر بکر کسی شرعی مجبوری کی بنا پر اس جماعت میں شریک ہوجاتا ہے تو دوبارہ الگ سے اس نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) بکر کی موجودگی اور عدم موجودگی سے مسئلہ نہیں بدلے گا زید کے پیچھے سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ''وہابیہ، دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔ (۲)

اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۳)

اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ دیوبندیوں نے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہوگا اب اس پر توبہ و تجدید ایمان اور نکاح لازم ہوگا اگر ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) وہ مجبوری کیا ہے اس کی تفصیل لکھیں تو جواب لکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اگر کوئی شخص اکابر دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس اور حفظ الایمان کو جانتا ہو اور ان مولویوں کے متعلق علمائے حرمین طیبین اور علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ پر واقفیت کے باوجود ان مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان مانتا ہو تو وہ بھی دیوبندی اور کافر و مرتد ہے۔ خواہ عالم کہلائے یا جاہل۔ اور تبلیغی جماعت میں جانے والے جو اللہ و رسول اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا دیوبندی مولویوں کے کفری عقائد سے واقفیت کے باوجود انہیں مسلمان

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۳۴۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ۹۰

(۳) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

مانتے ہیں وہ سب بھی دیو بندی اور اسلام سے خارج ہیں۔ قال تعالی ﴿اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُھُمۡ﴾ (۱)
اور جب ایسے لوگ مرتد ہیں تو ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "دیو بندی کا ذبیحہ مردار ہے۔" (۲)
ہدایہ میں ہے:
"لاتوکل ذبیحة المجوسی والمرتد لانه لاملة له فانه لایقر علی ماانتقل الیه" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

جس کی پیدائشی انگلیاں نہ ہوں اس کی امامت کا حکم

مسئلہ از: عطاء الرحمٰن، مقام چمرن، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاتھ اور پیر کی کچھ انگلیاں پیدائشی طور پر نہیں ہیں۔ زید حافظ قرآن ہے مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ انگلیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

فقہائے کرام فرماتے ہیں جس کا ہاتھ فالج زدہ ہو یا ہاتھ ٹوٹا ہو اس کی اقتدا جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو بلکہ موجود لوگوں میں اگر ایسے ہی حضرات سب سے زیادہ مسائل نماز کے جانکار ہیں تو وہی سب سے زیادہ امامت کے حقدار ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اس (ہاتھ ٹوٹے) کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہوتا ہے وہ بھی اسی حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز وطہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق واولیٰ ہے۔ فی ردالمحتار تحت قوله تکره خلف امرد وو سفیه ومفلوج وابرص الخ وکذالک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی تاتارخانیه وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن له یدواحدة فتاوی الصوفیة عن التحفة وفی الدر یکره امامة الاعمی الا ان یکون اعلم القوم

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۸، ص: ۳۳۲
(۳) الهدایة، ج: ۴، ص: ۴۱۸

فهو اولیٰ .(۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب ٹوٹے ہوئے ہاتھ اور فالج زدہ کی امامت صحیح ہے تو جس کے ہاتھ پیر سلامت ہوں محض چند انگلیوں کے نہ رہنے سے اس کی امامت کیونکر ناجائز ہو جائے گی۔ اس لئے اگر زید نماز وطہارت کے مسائل جانتا ہے اور قرآن کریم کی صحیح قرأت کرسکتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے جبکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

غلط افواہ پھیلانے والے کی امامت

مسئله از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی مسجد میں ایک موذن صاحب اور امام صاحب رہتے ہیں۔ موذن صاحب کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ پندرہ سال سے مسجد میں اذان اور صاف صفائی کا کام کررہے ہیں اور گاؤں کے بچے اور بچیوں کو مسجد کے صحن میں تعلیم دیتے ہیں۔ پانچ سال سے زیادہ عمر کے بچے پڑھنے نہیں آتے ہیں۔ امام صاحب موذن صاحب کے متعلق افواہ پھیلاتے ہیں محلہ کی عورتوں اور لڑکیوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ موذن صاحب کی گھڑی بند کردیتے ہیں تاکہ ٹائم کے مطابق اذان نہ ہو اور وضوخانہ کا نل کھول دیتے ہیں غرض کہ موذن صاحب کو مسجد سے نکلوانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ گاؤں اور محلّہ کے لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود انصاف نہیں کرتے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کسی مسلمان کو بلا وجہ ایذا دینا ناجائز وحرام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقداذی اللّٰہ."(۲)

اگر واقعی امام مذکور موذن کے متعلق غلط افواہ پھیلاتا ہے تہمت لگاتا ہے وضوخانہ کا نل کھول دیتا ہے جس سے بلا ضرورت پانی بہتا ہو تو وہ امام سخت مجرم وگنہگار مستحق نار لائق غضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ اس پر لازم ہے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۵

(۲) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰

کہ فوراً اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرے۔ موذن صاحب سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی اوچھی اور ذلیل حرکت سے پرہیز کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اسے منصب امامت سے ہٹادیں۔ اگر قدرت واستطاعت کے باوجود اسے نہ ہٹائیں گے تو وہ بھی مجرم وگنہگار رہوں گے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

اپنے بھائی کے قاتل کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تین سنی بھائیوں کے درمیان کسی بات پر لڑائی ہوئی تینوں ایک باپ کی اولاد تھے۔ لڑائی کے دوران چھوٹے بھائی کے ہاتھوں بڑے بھائی کا قتل ہوگیا۔ ماجھل بھائی جو حافظ قرآن ہے امامت بھی کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان سے مصافحہ بھی نہیں کرتے جبکہ شریعت میں تین دن سے زیادہ دو مسلمان بھائیوں میں دعا وسلام بند رکھنا منع ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کا قتل ناحق سخت ناجائز وحرام دوزخ انجام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (۲)

جس نے بھائی کا قتل کیا وہ سخت مجرم وگنہگار لائق نار وغضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ اب اگر اس قتل میں وہ حافظ بھی کسی طرح ملوث ہے تو مسلمانوں کا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام ومصافحہ نہ کرنا بالکل درست اور حکم شرع پر عمل ہے ورنہ بلاوجہ کسی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام ومصافحہ بند کرنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۱

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۹۳

ناغہ کرنے والے تنخواہ دار امام کی اجرت کا حکم

مسئلہ از: ڈاکٹر ہارون علی خان، گرام وپوسٹ ہنومان گنج، ضلع بستی، یوپی

گاؤں کے تمامی لوگ اور سبھی علمائے کرام مسجد کے سامنے بیٹھ کر پانچوں وقت کی نماز پڑھانے کے لئے مدرسے کے دو عالم کو مقرر کیا گیا تھا اور دونوں عالم نے امامت کی ذمہ داری قبول کی تھی اور دونوں عالم مل کر نماز پڑھائیں گے اپنے ہفتے میں ایک گھر جائے گا تو دوسرا امام نماز پڑھائے گا اور دوسرے ہفتے میں دوسرا عالم گھر جائے گا تو ہفتے والا عالم نماز پڑھائے گا جس سے مسجد امام سے خالی نہیں رہے گی اور امامت کا پیسہ آدھا، آدھا لیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک عالم گھر چلے گئے اور جب دوسرے عالم آئے تو ان کو امامت کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے اور اکیلے نماز پڑھاتے ہیں جس سے امامت میں بہت ناغہ کرتے ہیں اور خود بھی پانچ وقت نماز کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور امامت کا پیسہ مسجد کے پیسے سے دیا جاتا ہے۔

(۱) ہر مہینے میں آٹھ دن، نو دن، دس دن کی چھٹی کرتے ہیں اور ایک دن کی بھی تنخواہ کم نہیں لیتے، مدرسے میں رہنے پر بھی

(۲) اذان ہو رہی ہے امام صاحب سو رہے ہیں

(۳) اذان ہو رہی ہے امام صاحب بازار میں چائے پینے کے لئے جا رہے ہیں

(۴) اذان ہو رہی ہے امام صاحب شامیانہ لگوا رہے ہیں

ان وقتوں میں امامت کون کرے اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ امام صاحب نماز کب پڑھتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ یہ سب قرآن اور حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تنخواہ دار امام جس وقت کی نماز نہ پڑھائے اس کی تنخواہ کا مستحق نہیں اور جبراً اس وقت یا دن کی تنخواہ لینا ناجائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب وہ نماز پڑھانے کے لئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔"(۱)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۲۷۴

نماز کو بلا عذر شرعی ترک کرنے والا فاسق معلن اور مجرم وگناہ گار ہے۔ البتہ اذان ہورہی ہے اور امام صاحب سورہے ہیں، چائے پی رہے ہیں، شامیانہ لگوا رہے ہیں، یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ آدمی لائق امامت نہ رہے اذان کا جواب دینا مستحب ہے ہاں نماز ترک کرنا بلا شبہ جرم عظیم ہے لہٰذا اگر امام مذکور تارک صلوٰۃ ہیں اور بلا عذر شرعی نماز چھوڑتے ہیں تو ان کی اقتدا ناجائز ہے ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ جانتے ہوئے ایسے کو امام بنانے والے اور ایسے کے پیچھے نماز پڑھنے والے سب گناہگار ہیں۔ غنیۃ المستملی میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمۃ کراھۃ تحریم."(۱)

اور در مختار میں ہے "کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹
(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:، ص: ۳۳۷

لوگوں پر طعن وتشنیع کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: خلیل اطہر اشرفی، محلہ گھیر مردان خان رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید مسجد کا امام ہے جو مندرجہ ذیل عادتوں کا حامل ہے:

(۱) داڑھی کٹا کر حد شرعی سے کم رکھتا ہے۔

(۲) مسلم رہنماؤں کے ساتھ کینہ، حسد اور بغض کا شکار ہونے کے ساتھ ان پر مختلف الزام تراشیاں کرتا ہے۔

(۳) الیکشن کے مختلف موقعوں پر کبھی کانگریس کی، کبھی بی جے پی کی، کبھی بہوجن سماج پارٹی کی اور کبھی سماجوادی پارٹی کی حمایت کر کے مسلمانوں سے اپنی حمایت کردہ پارٹی کو ووٹ دینے کی اپیل کرتا ہے۔ پھر اس پارٹی کے برسر اقتدار آجانے کی صورت میں مختلف شکلوں میں اپنی حمایت کی قیمت وصول کرتا ہے۔

(۴) معذور لوگوں پر طنز کرتے ہوئے ان کے لئے بہرہ، لنگڑا اور اپاہج وغیرہ کے الفاظ استعمال کر کے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ایسے امام کی کیا حیثیت ہے۔ اسے امامت کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت کر کے عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں ذکر کردہ امور اگر واقعی کسی امام میں پائے جائیں تو وہ شرعاً فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے اور اپنی خبیث اور قبیح حرکتوں کی بنا پر وہ لائق امامت نہیں رہ گیا۔ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے:

"لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینیۃ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ و فعل ماینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ."(۱)

اور درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

فاسق وفاجر شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: حاجی مقبول حسن، اے/۴، کملا نہرو نگر، رنگ روڈ خرم نگر، لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں اصول شرع کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں ہمیں شکرگزار بنائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

زید فقط حافظ وقاری ہے ایک عظیم مدرسہ کے درجہ حفظ کا مدرس ہے اور اسی مدرسہ کی مسجد کا امام ہے جو شرعی وعرفی عیوب سے آلودہ ہے۔ مسائل شرعیہ سے اس قدر نابلد ہے کہ مشہور واجبات نماز سے بھی لاعلم ہے حتیٰ کہ بعض دفعہ سجدۂ سہو واجب ہوا اور سجدہ نہیں کیا بعد میں مقتدیوں کے اعتراض کرنے پر نماز کا اعادہ کیا۔ نماز تراویح میں دوران قراءت بار بار تین تسبیح کی مقدار سے زیادہ سکوت کرتا ہے اور سجدۂ سہو نہیں کرتا نیز تعدیل ارکان کی رعایت عام طور پر نہیں کرتا اس کی دروغ گوئی ادارہ کے اساتذہ کے نزدیک صاف عیاں ہے۔ مذکورہ امام اپنے گھر میں ٹی وی بھی رکھا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد مذکورہ دارالعلوم کی کمیٹی کے زیر انتظام ہے۔ باوجود اس کے محض ذاتی منفعت کے لئے متصلب بدعقیدوں سے علانیہ میل جول رکھتا ہے یہاں تک کہ ایک بار مسجد کے اندر ہونے والی عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر محض بدعقیدوں کی دلجوئی کے لئے معمول کے مطابق صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھوایا۔ امام دارالعلوم کے مشہور بدعنوان خائن منیجر کا کھلا ہوا حامی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم دین ومنیجر کی موجودگی میں کمیٹی کی طرف سے منیجر کے بدعنوانی کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے اور منیجر کی حمایت کرتے ہوئے امام مذکور نے کہا کہ کس مدرسے کا ناظم نہیں کھاتا ہے؟ یعنی غبن نہیں کرتا ہے؟ اس نے کھالیا تو کیا ہوا؟ دارالعلوم کا مخصوص بجٹ ہے جس کے لئے منیجر، امام اور ایک دیگر مدرس کے نام کا مشترکہ اکاؤنٹ ہے جس میں دو نفر کے دستخط سے روپے نکالنے کی اجازت ہے۔ مطبخ کے اخراجات کے لئے امام خود اپنے اور دوسرے شریک مدرس کے دستخط سے چیک کے ذریعہ روپے نکالتا تھا اور اس کی اطلاع ناظم مطبخ کو دیا کرتا تھا (حساب کتاب کے لئے) مگر دو ایسے مواقع کا علم انتظامیہ واساتذہ کو بعد میں ہوا جس میں موصوف امام شریک کھاتہ دار مدرس کو نظر انداز کرکے بدعنوان منیجر کے دستخط سے روپے نکال کر منیجر کو اور ایک دوسرے منیجر کے حامی مدرس کو خفیہ طور پر تیس ہزار کا چیک دیا، بعد انکشاف گرفت کرنے پر قرض دینے کا حیلہ بنایا۔ اسی طرح منیجر کی اجازت سے مطبخ کے فنڈ سے بیس ہزار روپے ایک کلرک کو ایک مسجد میں لگانے کے لئے دیا جس کی تصدیق کلرک کے دستخط کی شکل میں موجود ہے۔ اس رقم کی اور سابقہ رقم کی واپسی کا ابھی تک کمیٹی کے کسی فرد کو کوئی علم نہیں ہے۔

یوں ہی مسجد کی آمدنی وحساب بھی کئی سالوں سے امام ہی کی تحویل میں ہے اور کمیٹی کی جانب سے بار بار

تقاضہ کے باوجود آج تک موصوف امام نے حساب نہیں دیا۔ نیز جمعہ کے روز آنے والی رقم کسی کے سامنے نہیں گنتا اپنے گھر لے جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ منیجر کی شہ پر اپنے رعب ودبدبہ سے امامت کرتا ہے ان ہی وجوہات کی بنا پر ادارہ کے بیشتر اساتذہ اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے جبکہ موصوف امام امامت کا اور اپنی اقتدا کرانے کا اتنا شوقین ہے کہ عینی شاہد کے مطابق ایک رکشہ والے کو اقتدا نہ کرنے پر طمانچہ تک رسید کیا ہے۔ اللہ رب العزت شاہد ہے کہ استفتاء میں مکمل صواب دید سے کام لیا گیا ہے۔ غلطی کی صورت میں مستفتی خود بروز قیامت جواب دہ ہوگا۔ لعنة الله على الكذبين.

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زید موصوف امام کی امامت اور اس کی اقتداء درست ہے کہ نہیں۔ عوام وخواص کو ایسے امام کی اقتداء کرنی چاہئے کہ نہیں؟ نیز موصوف امام اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے امامت نہیں چھوڑتا۔ ایسی صورت میں انتظامیہ کو کیا کرنا چاہئے؟ برائے کرم دلائل کی روشنی میں جلد جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

سوال میں جن امور کا ذکر ہے اگر واقعی امام مذکور میں وہ سب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق وفاجر ہے۔ اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا ناجائز ہے اور اگر پڑھ لی تو اس نماز کا پھیرنا واجب ہے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ غنية المستملى میں ہے۔

"لو قدموا فاسقا یاثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم."(۱)

اور درمختار مع شامی میں ہے:" كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها."(۲)

امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنی قبیح اور ناجائز وحرام حرکتوں سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسے افعال سے باز رہے۔ بصورت دیگر وہ منصب امامت چھوڑ دے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ثلثة لايقبل الله منهم صلاة (الى قوله) من تقدم قوماوهم له كارهون"(۳)

اور اگر وہ از خود منصب امامت نہیں چھوڑتا تو انتظامیہ کمیٹی پر لازم ہے کہ اسے برطرف کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں:"من رای منکم منکرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلک اضعف الايمان." (۴) واللّٰه تعالىٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

(۱) غنية المستملى، ص: ۴۷۹

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۸۸

(۴) مشکوٰة المصابيح، ص: ۴۳۶

نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

عرب شریف میں ملازمت کرنے والے مسلمان وہاں کے نجدی مرتد بے دین امام کے پیچھے جبراً و مصلحتاً نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ سنی مسلمان ان کے ساتھ دینی ودنیوی امور میں کیسا سلوک کریں؟

اور حج وعمرہ کو جانے والے اکثر لوگ انہیں کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کی جانب سے قربانی جائز ہے یا نہیں اور ان کے جنازے کی نماز پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کو خیال ہے کہ وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی جانب سے قربانی کی دعا نہ پڑھ کر صرف گوشت حلال کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا جائے کیا یہ درست ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نجدی وہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر ومشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ

"محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں، اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (۱)

اور کسی ایک بھی مسلمان کو کافر سمجھنا خود کفر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر ومشرک سمجھے اس کا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے۔ ان نمازوں کا لوٹانا فرض ہے۔ عرب شریف میں ملازمت کرنے والے اگر نجدی امام کی اقتدا میں جبراً و مصلحتاً نماز پڑھ لیتے ہوں تاکہ فتنہ وفساد سے بچے رہیں تو ان پر لازم ہے کہ ان نمازوں کو دہرائیں اور توبہ واستغفار کریں۔ اس حالت میں ان پر حکم کفر نہیں ہوگا لیکن اگر وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی اقتدا کریں گے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو کافروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہی حکم حج وعمرہ کرنے والوں کا ہے کہ اگر یہ جانتے ہوں کہ جس وہابی کے پیچھے میں نماز پڑھ رہے ہوں اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی اس کو مسلمان جان کر اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو

---

(۱) الشہاب الثاقب: ص ۵۱

وہ بھی دائرۂ اسلام سے باہر ہو جائیں گے اور جبراً مصلحۃً فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے پڑھ لیتے ہوں تو ان نمازوں کا اعادہ اور ساتھ ہی توبہ واستغفار لازم ہے پھر جس صورت میں ان پر حکم کفر ہوگا ان کی طرف سے قربانی جائز نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"الكافر لايتحقق منه القربة فكانت نيته ملحقة بالعدم فكان يريد اللحم."(۱)

اور نہ ہی ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔قال اللہ تعالیٰ

﴿ولاتصل على احدمنهم مات ابدا﴾(۲)

اور اگر کوئی سنی ایسے لوگوں کی قربانی کو قربانی کی نیت سے نہیں بلکہ یونہی صرف تسمیہ پڑھ کر ذبح کردے گا تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔مگر اس سے بھی بچنا چاہئے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

---

(۱)الفتاویٰ العالمگیریۃ،ج:۵،ص:۳۰۴

(۲)سورۃ التوبہ، آیت ۸۴

باب الجماعة

جماعت کا بیان

عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے

مسئله از: محمد قاسم، رضا ٹینٹ ہاؤس، محلہ بھیلیا ٹولہ، پرانی سبزی منڈی، فیض آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: عورتوں کا رمضان کے مہینے میں اکٹھا ہوکر باجماعت تراویح کی نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ حافظہ ہے۔ اس نے ماہ رمضان میں محلّہ کی عورتوں کو اکٹھا کرکے تراویح کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہندہ کا محلّہ کی عورتوں کو جمع کرکے ان کی امامت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورتوں کا نماز تراویح یا کسی نماز کے لیے جماعت کرنا مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ ہے۔

چنانچہ درمختار مع شامی میں ہے:

"یکره تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح" (۱)

اور علامہ کاسانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"جماعتهن مکروهة عندنا" (۲)

اور چند سطر بعد فرماتے ہیں:

"لأن خروجهن الی الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما ادی الی الحرام فهو حرام" (۳)

ہندہ نے مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ کام کیا ہے "کما هو معلوم بالعبارات الفقهیة واقوال الائمة

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱

(۳) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱

رحمهم الله تعالیٰ" والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئله از: محمد زماں رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ عید و بقر عید کی نماز میں مسجد میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیساہے اور اس موقع پر عورتوں کو کیا کرنا چاہیے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورت کی امامت اور جماعت دونوں ناجائز ہیں۔ خواہ نماز پنجگانہ کی جماعت ہو یا جمعہ اور عیدین کی ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ویکره امامة المرأة للنساء في الصلوٰت كلها من الفرائض، والنوافل" (۱)

تبیین الحقائق میں ہے: "کره جماعة النساء وحدهن لقوله عليه السلام صلوٰة المرأة فی بيتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بيتها" (۲)

مراقی الفلاح میں ہے: "ولا يحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة" (۳)

درمختار میں ہے: "يكره حضورهن الجماعة لو لجمعة وعيد مطلقاً ولو عجوز اليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان" (۴)

اسی میں ہے: "ويكره تحريماً جماعة النساء" (۵)

لہٰذا عید و بقرہ عید کی نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں جا کر عورت کی اقتدا میں پڑھنا ناجائز ہے۔ انہیں

---

(۱) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۵۸

(۲) تبيين الحقائق، ج: ۱، ص: ۳۴۳

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۱۸۲

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

چاہیے کہ عید کے دن اپنے اپنے گھروں میں فرداً فرداً نماز نفل پڑھیں، اور تسبیح و تہلیل کریں کہ یہ باعث ثواب و برکت اور سبب ازدیاد نعمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

عورتوں پر مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری، غوثیہ مسجد، فتح نگر راویر، ضلع جلگاؤں، ایم پی

عرض خدمت ہے کہ میرا استفتا کہ عورتیں کن کن وقتوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں؟ کے تحت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں ہے مگر ''سنی بہشتی زیور'' میں ''درمختار'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''عورتوں کے لیے فجر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

میرے فتویٰ میں ''لازم نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرنا عورتوں پر واجب نہیں ہے اور آپ کی محولہ کتاب میں مستحب و بہتر کا لفظ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی جماعت کا انتظار کر لیں تو اچھا ہے، اور اگر نہ کریں تو کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔

لہٰذا دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ انتظار کرنا بہتر ہے۔ واجب و لازم نہیں ہے۔ اس لیے دونوں کلام میں کوئی تعارض وتناقض نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

محراب مسجد میں امام کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی، تنویر الاسلام امرڈوبھا، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ محراب مسجد جو خاص امام کے لیے ہے اس کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے تو کیا قباحت ہے یا نہیں۔ نیز حدود محراب کی توضیح

فرمائیں، نوازش ہوگی۔ بینو و توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام کا بے ضرورت محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہو مکروہ ہے۔ ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں۔

علامہ "علاء الدین" حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"کرہ قیام الإمام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم" (۱)

اور محراب در حقیقت مسجد میں وہ مقام ہے جو وسط مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ محراب صوری اس کی علامت ہے، اور اس محراب صوری یعنی طاق کا پورا حصہ درمیانی خلا اور دیوار میں جہاں سے طاق کی بناوٹ کا آغاز ہے، اس کے مقابل نیچے فرش کا حصہ سب حد محراب ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے جب کہ محراب بصورت طاق ہو ورنہ وہی وسط مسجد محراب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

حرمین طیبین میں نجدی امام کے پیچھے ہرگز، ہرگز، نماز نہ پڑھیں

مسئلہ از: الحاج محمد سمیع اللہ رضوی، محلہ بھرپروا، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ پنج گانہ جماعت ہوتی ہے جس میں لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ مرحمت ہوتا ہے اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی کرنے کا ثواب پچاس ہزار ہوتا ہے۔ (موجودہ زمانے میں) مسجد نبوی میں اور کعبہ شریف کا امام نجدی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نماز اکیلے پڑھیں یا جماعت سے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۴۷۷

آج کل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ، بددین ہیں بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کافر، ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بڑی بات ہے، کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔"(۱)

البتہ اگر کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کی اقتدا میسر ہو جائے تو اس کی جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تنہا پڑھے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

گھر میں اپنے لڑکوں کے ساتھ جماعت کرنے کا حکم

مسئلہ: از محمد ابو قتادہ رضوی امجدی محلہ بڈھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ

اگر کوئی شخص اپنے لڑکوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نماز با جماعت پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پائے گا یا نہیں؟ اور وہ تارک جماعت ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر امام مسجد سنن و مستحبات کے ساتھ مکمل طور پر نماز ادا نہیں کرتا ہے تو گھر پر لڑکوں کے ساتھ جماعت کر لینا افضل ہے اور اگر امام سنن و مستحبات کی تکمیل کرتا ہے تو افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھے پھر بھی ایسی صورت میں اگر گھر پر اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر جماعت کر لیتا ہے تو جماعت کی فضیلت اور ثواب پائے گا اور تارک جماعت نہ ہوگا غمز عیون البصائر میں ہے۔

"قولہ من جمع: باھلہ لاینال ثواب الجماعۃ" یعنی التی تکون فی المسجد لزیادۃ

(۱) نزہۃ القاری، ج:۳، ص:۱۵۷

فضیلة و تکثیر جماعة واظهار شعائر الاسلام، واما اصل الفضیلة وهی المضاعفة بسبع و عشرين درجة، فحاصلة بصلاة جماعة فی بیته علی هيئة الجماعة الکائنة فی المسجد.

فالحاصل ان کل ما شرع فيه الجماعة، فالمسجد فيه افضل لما اشتمل عليه من شرف المکان، واظهار الشعائر، وتکثیر سواد المسلمین و التلاف قلوبهم وینبغی ان یقید هذا بما اذا تساوت الجماعتان فی استکمال السنن والآداب.

واما ان کانت الجماعة فی البیت اکمل، کما اذا کان امام المسجد یخل ببعض الواجبات کما فی کثیر من ائمة الزمان، والله المستعان فالجماعة فی البیت افضل کذا فی "شرح البرهان الحلبی" علی "منیة المصلی" (۱) والله تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) غمز عیون البصائر مع الاشباه والنظائر ج: ۱، ص: ۴۲۹

باب ما یفسد الصلاۃ

مفسدات نماز کا بیان

لاؤڈ اسپیکر پر نماز فاسد ہے

مسئلہ از: سید محمد ندیم القادری، مسجد وگیان نگر، کوٹہ راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے جمعہ وعیدین وتراویح کی نماز لاؤڈ اسپیکر پر ہوتی ہے۔ یہاں کے امام صاحب حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید وخلیفہ ہیں۔ وہ وعظ وخطبہ تو پڑھ دیتے ہیں۔ لیکن نماز دوسرے (نائب) امام پڑھاتے ہیں اور یہ پہلی صف میں شامل ہوکر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کا کہنا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کو تاجدار اہل سنت کہتے ہیں۔ پھر حضرت کے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق عدم جواز کے فتویٰ پر علمائے کرام کی جانب سے عمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند وعلمائے سابقہ کے فتووں کے خلاف عمل نہیں کرپاؤں گا۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا وعظ، وخطبہ، وسلام، ودعا بذریعہ مائک کرنا اور نماز دوسرے سے پڑھا کر خود پہلی صف میں شامل ہوکر نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ نیز حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مکبرین کا انتظام ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو اسے سنت نبوی کہیں گے یا سنت صدیق اکبر؟ برائے کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمہور علمائے اہل سنت اور اکابرین امت کا فتویٰ یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر وعظ وتقریر، خطبہ جمعہ وعیدین اور سلام ودعا کرنا جائز ہے مگر نماز میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اس کی آواز پر رکوع وسجود کریں گے ان کی نمازیں فاسد ہو جائیں گی۔ امام صاحب مذکور اگر کسی عذر یا مصلحت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں تو حرج نہیں۔ اور فقیر کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ "حجۃ الوداع" کے موقع پر مکبرین کا انتظام ہوا تھا کہ نہیں۔

البتہ مکبرین کا بلند آواز سے تکبیرات انتقالات کہنے کا جواز فقہائے کرام نے اس حدیث پاک سے ثابت کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام تک آپ کی تکبیر حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچا رہے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال الاعمش فی قولها والناس یصلون بصلوۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ یعنی: انه کان

یسمع الناس تکبیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفی الدرایۃ وبہ یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی الجمعۃ والعیدین وغیرھما" (۱) اور درمختار میں ہے:

"لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی آخر صلاتہ قاعداً، وھم قیام وابو بکر یبلغھم تکبیرہ وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی الجمعۃ وغیرھا......الخ"(۲)

اس اعتبار سے مکبرین کے تکبیرات انتقال کہنے کو سنت نبوی اور سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کہا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳ر شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

مائک پر نماز جائز نہیں

مسئلہ از: ضیاء الدین احمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکبرین کے انتظام ہونے کی صورت میں مائک پر جمعہ کی نماز پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوستان کے جمہور علمائے اہل سنت کثرھم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیھم الجمیلۃ کا موقف یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا ناجائز ہے اور جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔ تفصیل کے لیے کتب علمائے اہل سنت بالخصوص فتاویٰ فیض الرسول اول کا مطالعہ کریں۔ لہٰذا مکبرین کے انتظام کے باوجود مائک پر نماز پڑھانا ناجائز ہی رہے گا۔ البتہ اگر فتنہ وفساد اور مار پیٹ کا ڈر ہو تو اصل مسئلہ بتا دیا جائے اور پھر دل میں برا جانتے ہوئے مائک پر نماز پڑھا دی جائے تو امید ہے کہ مواخذہ آخرت سے بچار ہے گا "قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۳) "وقال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۴) ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

---

(۱) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۸۰
(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۹۶
(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۱
(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۶

لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مدنی خاں، ضلع بھلواڑہ، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ پانچ وقت کی فرض نماز، اور جمعہ کی نماز مائک یعنی لاؤڈ اسپیکر سے پڑھانا کیسا ہے اور جو امام لاؤڈ اسپیکر کے مسائل جاننے کے باوجود بھی لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھائے تو اس امام کے لیے کیا حکم ہے اور جو حضرات ایسے امام کے پیچھے لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوستان کے جمہور علمائے اہل سنت **کثرھم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیھم الجمیلہ** کا موقف یہ ہے کہ نماز جمعہ ہو خواہ دیگر نمازیں ہوں لاؤڈ اسپیکر پر ان کا پڑھانا جائز نہیں ہے اور جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

تفصیل کے لیے علمائے اہل سنت کی کتابیں ان کے فتاویٰ خصوصاً "فتاوی فیض الرسول" اول کا مطالعہ کریں۔

جو امام بلا کسی جبر واکراہ اور فتنہ وفساد کے خوف کے بغیر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھے وہ شرعاً مجرم ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بجائے بغیر لاؤڈ اسپیکر سے پڑھی جانے والی نماز میں شامل ہوں جب کہ وہ جماعت شرعاً معتبر ہو۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲ ؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

شہر دلیل شرعی نہیں

مسئلہ از: محمد یوسف، گرام چکدہ ٹولہ، پوسٹ کھریا بازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ مسئلہ مذکورہ کے متعلق ہمارے یہاں بین الناس بہت چہ میگوئیاں اور بحث ومباحثہ جاری ہے۔ اس کے متعلق میں نے حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب فتاویٰ فیض الرسول کا فتویٰ دکھایا مگر لوگ ممبئی بھیونڈی وغیرہ شہروں کی روش دیکھ کر مطمئن نہیں۔

لہٰذا حضور والا سے مؤدبانہ عریضہ ہے کہ اپنا قول نیز علمائے زمانہ کے اقوال وخیالات تحریر فرما کر عنایت فرمائیں تاکہ اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز ناجائز ہے۔ جمہور علمائے اہل سنت کا یہی فتویٰ ہے۔ ماضی قریب کے جلیل القدر فقیہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ اور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے مکمل تحقیق فرمادی ہے۔ علمائے بریلی شریف اور مبارک پور کا یہی فتویٰ ہے۔ جواز کے متعلق مفتی "محمد نظام الدین" مصباحی صاحب نے اپنی تحقیق پیش کی مگر جمہور علمائے اہل سنت نے اسے قبول نہیں کیا۔

لہٰذا اسلامتی کی راہ یہی ہے کہ جمہور علمائے اہل سنت کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔ رہی بات ممبئی بھیونڈی کی تو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت میں دلیل کتاب وسنت اور اجماع وقیاس ہے۔ کوئی شہر دلیل شرعی نہیں ہے جسے بطور دلیل پیش کیا جائے۔ عرب شریف میں بہت سے مقامات پر معاذ اللہ رب العالمین شراب وخنزیر استعمال ہورہی ہے اور سعودیہ کے عیاش حکمران اپنی نگرانی میں کرارہے ہیں تو کیا یہ سب جائز ہوجائے گا؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم. مسلمانوں پر لازم ہے کہ دینی معاملات میں کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کے بجائے شرعی حکم اور اسلامی اصول کی پیروی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ر ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مسلمان طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں

مسئلہ از: ناظم درگاہ خواجہ صاحب اجمیر شریف

اندرون درگاہ شریف ۳ مساجد واقع ہیں۔ جہاں نمازیوں کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے۔ کثیر تعداد کی وجہ سے قرأت امام تمام مقتدیوں تک نہیں پہنچ پاتی۔ تکبیر مؤذن بھی پوری طرح نہیں سنائی دیتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ یہ تحریر کردینا ضروری ہے کہ کافی برسوں قبل سے نماز جمعہ وعیدین مائک پر ہوتی ہے اور ایام عرس میں بھی مائک پر نماز ہوتی آئی ہے۔ برائے کرم شرعی طور پر جواب سے مطلع فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔

جواب کے لیے مبلغ پانچ روپے کا ڈاک ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے۔ اس لیے نماز میں اس کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ ہندوستان کے جتنے ذمہ دار دارالافتاء ہیں، فقیر کی معلومات کے مطابق آج تک ہر جگہ سے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اقل قلیل وہ علمائے کرام ہیں جنہوں نے جواز کا فتویٰ دیا مگر اکابر علما اہل سنت نے اسے

رد کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی — ۲۰؍ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

سورۂ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیتیں ملانا واجب ہے

مسئلہ از: حافظ سید خالد اشرف مجھوا میر، بستی، یوپی

عرض خدمت یہ ہے کہ میں پہلی رکعت میں ”فاذکرونی“ سے ”ان اللہ مع الصابرین“ تک آیت پوری کر کے رکوع کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ حنیف کا کہنا ہے کہ نماز کسی کی نہیں ہوئی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سورت ملانا یعنی ایک چھوٹی سورت، یا تین چھوٹی آیتیں، یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی آیت کے برابر پڑھنا نماز فرض کی پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور تین چھوٹی آیات جیسے ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (۱) ہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ آیت کریمہ فَاذْكُرُوْنِیْ سے ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ تک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہی نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ اس لیے نماز بلا کراہت جائز وصحیح ہے۔ حنیف جاہل اور جری وبے باک ہے اسے بے علم فتویٰ دینے سے توبہ لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶؍ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد پرویز، ناگپور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز میں اقتدا کرنا جمہور محققین علمائے اہل سنت ومفتیان ملت کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی تو کیا اس کی نماز فاسد ہوگی؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔ کچھ لوگ اس سلسلے میں نماز میں مائک لگانے پر زور دیتے ہیں اور مسجد وغیرہ مساجد کا حوالہ ہیں۔ تو کیا جمہور علمائے اہل سنت کے

(۱) سورۃ مدثر، آیت: ۲۱، ۲۲، ۲۳

خلاف ان کو اجازت دی جائے گی۔ اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم ہند کا کیا فتویٰ ہے؟ بیان فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں "جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔ یہی فتویٰ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور بہت سے اکابر اہل سنت کا ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جائے گی لیکن چوں کہ معاملہ نماز جیسی اہم عبادت کے جائز اور ناجائز ہونے کا ہے اس لیے تاوقتیکہ محقق فن یہ ثابت نہ کردیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے۔ احتیاطاً نماز کے ناجائز ہونے کا ہی حکم کیا جائے"۔ (۱) لہٰذا جو لوگ نماز میں مائک لگانے پر زور دیتے ہیں ان کا یہ فعل اکابر اہل سنت کے فتویٰ کے خلاف ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قراءت میں معنیٰ کے فاسد ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

زید نے نماز میں "فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" کو "فَاذْكُرِنِيْ اَذْكُرْ وَاشْكُرُلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" اور دوسری جگہ "فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ" کو "فَعَالُ لِمَا يُرِيْدُ" بلا تشدید پڑھا۔ کیا زید کی نماز ہوگئی؟ ازراہ کرم جواب سے نوازیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں زید کی نماز ہوگئی کہ قرأت میں وہ غلطی مفسد نماز ہے جس سے معنیٰ فاسد ہو جائے اور مذکورہ صورت میں فساد معنیٰ لازم نہیں آیا اس لیے نماز درست ہے۔

فی الدرالمختار: "ومنها ای من المفسدات القرأة بالالحان ان غیر المعنی" (۲)

امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "خطائی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔ اگرچہ علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم درصورت فساد معنیٰ فساد نماز مانتے ہیں اور یہی لسن حیث الدلیل اقوی اور اسی پر عمل احوط۔" (۳)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/۲/۱۴۲۰ھ

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۳۵۸ (۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۳۹۲ (۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۹۲، ۹۳

باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ

نماز کے مکروہات کا بیان

آستین وغیرہ موڑ کر نماز مکروہ تحریمی ہے

مسئله از: محمد مبشر، رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ پینٹ، پائجامہ، یا کرتے کی آستین موڑ کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ کمر کے پاس پینٹ، یا پائجامہ کو موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ پینٹ، یا پائجامہ کو ٹخنے کے نیچے پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟ اس کے نیچے پہننا کیسا ہے؟ اس دور میں ٹخنہ کے نیچے نہ پہننے سے برا تاثر لیتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

پینٹ یا پائجامہ نیچے یا اوپر سے موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ اس طرح سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ" (۱)

درمختار میں ہے: "کرہ کفہ ای رفعہ" (۲)

اور شامی ہے: "حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ" (۳)

اور اگر بغیر موڑے پڑھتا ہے تو اس کی دو صورت ہے یا تو براہ تکبر ایڑی تک پہنتا ہے تو حرام ہے اور نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر سے نہیں تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"ازار کا گھٹنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے۔ اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی ہے۔" (۴) اور کرتے کی آستین موڑنا بھی مکروہ اور کف ثوب میں داخل ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اگر پائجامہ ٹخنے سے نیچے نہ پہنا جائے تو لوگ برا مانتے ہیں تو بہت سے دینی کاموں کو لوگ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۵
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۶۴۰
(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۶۴۰
(۴) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۴۴۸

برا مانتے ہیں۔ مثلاً: داڑھی رکھنے کو بھی بہت لوگ برا مانتے ہیں۔ عالم دین بننے اور امامت کرنے کو بھی برا مانتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو کیا لوگوں کے برا ماننے سے شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا؟ (معاذ اللہ) اسلام کے احکام پر عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی رضا کے لیے ہوتا ہے نہ کہ لوگوں کی خوشی کے لیے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبشر، رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ چین والی گھڑی پہن کر نماز کیوں نہیں جائز ہے جب کہ لوہے والے بٹن کرتے میں لگا کر نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بٹن تابع اور غیر مقصود ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور چین تابع نہیں بلکہ خود ان سے مقصود تزین وتحلی ہے اور یہ خود متبوع ہوتے ہیں۔ لہٰذا نا جائز ٹھہرے۔ درمختار میں ہے "وفی شرح الوهبانية عن المنتقى لا باس بعروة القميص وزره من الحرير لانه تبع وفي التاتار خانية عن السير الكبير لا بأس بازرار الديباج والذهب" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

جماعت میں قطع صف مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد علیم اللہ، سدھارتھ نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام ہے اور وہ صف سے ایک قدم آگے ہو کر نماز پڑھاتا ہے اور پیچھے والی صف میں جو امام کے پیچھے ہیں جگہ خالی رہتی ہے۔ اس صورت میں قطع صف

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۵، ص:۲۲۶

ہورہی ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں، اور ایسا نماز جمعہ، اور عیدین کی فجر میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں نماز جمعہ کا اعادہ ضروری ہے، یا نہیں؟ اور امام ومقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بلاشبہ قطع صف ہے اور قطع صف حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسددوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطان ومن وصل صفاً وصله الله ومن قطعه قطعه الله"(۱)

یعنی: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: صفوں کو سیدھی رکھو اور کندھے سے کندھا ملاؤ، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آرام سے کھڑے رہو، اور درمیانی جگہوں کو پر کرو صف میں شیطان کے لیے فراخی نہ چھوڑ، اور جس نے صف ملایا اس کو اللہ ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اس کو اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) علیحدہ کردے گا۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" حنفی قادری قدس سرہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"صورت مستفسرہ میں بے شک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم وگنہ گار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے۔ جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی، اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے، اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"ترک التقدم لإمام الرجال مخرم، وکذا صرح الشارح، وسماه فی الکافی مکروها، وهو الحق ای کراهة تحریم، لان مقتضی المواظبة علی التقدم منه علیه الصلوٰة والسلام بلا ترک الوجوب فلعدمه کراهة التحریم" (۲)

اور جب قطع صف کی بنا پر کراہت تحریمی پائی گئی تو ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۱۵

"کل صلوٰۃ اديت مع كراهة التحريم يجب اعادتها" (۱)

امام مقتدی جو لوگ بھی اس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ سب مجرم و گنہ گار ہیں۔ ان پر توبہ ضروری اور اس طرح نماز پڑھنے سے رکنا لازم ہے۔ البتہ اگر جگہ کی تنگی یا اور کسی مجبوری سے ایسا کرتے ہیں تو امام کے پیچھے کھڑے ہونے والے مل کر کھڑے ہوں اور سجدہ کرتے وقت تھوڑا اتر چھے ہو کر سجدہ کریں اس طرح کراہت سے بچ جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

کف ثوب کا حکم

مسئلہ از: سید عبدالباسط مبدرواڑی، سرگیہ روڈ، مقام و پوسٹ و ضلع بلاری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) وتر میں دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ کہاں تک چھوڑیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ تہبند الٹا موڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اور بکر کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ نیز اگر کپڑا بڑا ہو تو نیچے سے موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کی تفصیل تحریر فرمائیں اور کپڑا موڑ کر نماز پڑھے اور پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

شریعت کی روشنی میں مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قرأت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائے اور تکبیر کہے پھر ہاتھ باندھ لے، ہاتھ نیچے لٹکانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"إذا فرغ من القرأت في الركعة الثالثة كبر ورفع يديه حذاء اذنيه ويقنت" (۲)

اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے:

اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے "ہاتھ لٹکانا ثابت نہیں بلکہ ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائیں۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) تہبند و پائجامہ وغیرہ موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری

(۱) الدر المختار مع رد المختار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۱۱

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

مع البزازیہ، میں ہے:

"یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ"(۱)

اور درمختار مع الشامی میں ہے "کرہ کفہ ای رفعہ" (۲)

اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"حرر الخیر الرملی ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ"

اور درمختار میں ہے:

"کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۳) جو لوگ پائجامہ وغیرہ موڑ کر نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ مجرم وگنہ گار ہیں۔ جتنی نمازیں اس طرح انہوں نے پڑھی ہیں ان کا لوٹانا واجب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

موڑ کر پہنے جانے والے کپڑے میں کف ثوب نہیں ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا پوسٹ، پچھوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مہنگی سویٹر (لوزر) عام طور سے لوگ نیچے والا حصہ اندر کی طرف موڑ لیتے ہیں کہ نہ موڑنے پر برا لگتا ہے اور اسی حالت میں نماز ادا کرتے ہیں تو کیا اس طرح سے سویٹر کو اندر موڑ لینے سے کف ثوب پایا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس کی وضع یوں ہی ہے کہ نیچے موڑ کر پہنا جائے جس طرح تہبند باندھنے کا طریقہ ہے تو کف ثوب نہیں ہے۔ کیوں کہ اصطلاح فقہ میں کف ثوب کا معنی یہ ہے کہ عادت کے خلاف کپڑا موڑ کر پہنا جائے جب کہ یہاں موڑ کر پہننا خلاف عادت نہیں بلکہ موافق عادت ہے۔ لہٰذا اسے کف ثوب نہیں کہا جائے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۰۵

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۰۶

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۳۳۷

چین دار گھڑی پہننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچو کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور برابر چین دار گھڑی پہننا اور نماز کے وقت گھڑی اتار کر پڑھنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چین دار گھڑی جس طرح نماز میں ناجائز ہے یوں ہی خارج نماز بھی ناجائز ہے۔ یہی موقف عامہ علمائے اہل سنت کا ہے۔ معارف شارح بخاری میں ہے۔

"سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کا فتویٰ یہ ہے کہ چین کے ساتھ پہننا ناجائز ہے اور تقریباً یہی موقف عامہ اہل سنت کا بھی ہے۔" (۱)

اور جب چین دار گھڑی کو پہن کر نماز پڑھنا ناجائز ومکروہ تحریمی ہوا تو اس میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۱۱؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

پینٹ، پائجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: احقر عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نیچے سے پینٹ یا پائجامہ موڑ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

پینٹ یا پائجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: "امرنا ان لا نکف شعرا و لا ثوبا" (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ میں ہے: "یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ" (۳)

اور شامی میں ہے:

---

(۱) معارف شارح بخاری، ص: ۸۳۴ (۲) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۲ (۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

"حرر الخير الرملي مايفيد ان الكراهة فيه تحريمية" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

•ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد فرید احمد، ساکن گکرمٹی، ضلع پنّا، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی شخص نے حالت نماز میں پائجامہ کو نیچے کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑلیا یا اوپر کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑلیا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا مکروہ تنزیہی؟ اگر کسی شخص کا پائجامہ اتنا لمبا ہے کہ ٹخنہ چھپ جاتا ہے تو وہ نماز کی حالت میں کیا کرے؟

(۲) چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چار آنہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چار آنہ سے زائد نماز کے علاوہ بھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) صورت مسئولہ میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی کہ یہ سب "کف ثوب" ہے جس پر حدیث میں ممانعت وارد ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ولا يكف ثوبه لانه نوع تجبر" (۲) اور اپنا کپڑا نہ موڑے کہ یہ ایک طرح کا تکبر ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

"ازار کا گھٹنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اس کی غایت خلاف اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں۔ فرمایا: "انت لست ممن يصنعه خيلاء" تم ان میں سے نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے "اسبال الرجل ازاره اسفل من الكعبين ان لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيهية كذا في الغرائب" (۱) اگر کسی

---

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۰۶

(۲) الهداية، ج:۱، ص:۱۴

کا پائجامہ مخنہ سے نیچے تک ہے تو اسے چاہیے کہ بغیر موڑے اوپر کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) چین کی گھڑی کا پہننا ناجائز ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ''گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز وامامت مکروہ تحریمی ہیں۔''(۲)

لہٰذا چین کی گھڑی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ھکذا قال العلماء لاھل السنة. واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں ''مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے۔ صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔(۳)

فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ ہندیہ سے ہے ''ینبغی ان تکون فضة الخاتم المثقال ولا یزاد علیه وقیل لا یبلغ به المثقال وبه ورد الاثر'' انگوٹھی کی چاندی کا وزن ایک مثقال ہونا چاہیے نہ کہ اس سے زیادہ اور کہا گیا ہے کہ ایک مثقال سے بھی کم ہو اور اس پر حدیث وارد ہے۔''(۴)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مردوں کو صرف چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جائز ہے اور چوں کہ چار آنہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہوتا ہے اس لیے چار آنہ سے اتنی زائد مقدار کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم رہے۔ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس سے زائد کی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اس سے زائد کی نماز کے باہر بھی پہننا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۴ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص:۴۴۸

(۲) احکام شریعت، ج:۲، ص:۱۷۰

(۳) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۶۲

(۴) الفتاویٰ الرضویة، ج:۹، ص:۱۴

باب احکام المسجد

احکام مسجد کا بیان

متبرک مقامات کے نقشے والے مصلوں کا حکم

مسئلہ از: اصغر علی، مقام ملہاں، پوسٹ سلورا بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) زید نے دیکھا کہ مسجد میں امام صاحب کے لیے اوپر تلے دو مصلے بچھے ہوئے ہیں۔ زید نے کہا کہ اس طرح نہیں بچھا سکتے کیوں کہ ہر مصلے پر گنبد خضریٰ، یا خانہ کعبہ، یا بیت المقدس کا نقشہ بنا ہوتا ہے۔

(۲) ہماری گاؤں کی مسجد میں مصلے زیادہ ہیں۔ مقتدیوں کے لیے ان مصلوں کو بچھا سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بچھائے گئے تو اگلی صف میں جانے والے مصلی یا نمازی دوسری صف میں بچھے ہوئے مصلوں کو پھلانگتے ہوئے جائیں گے۔ اس سے مصلوں پر بنے ہوئے نقشوں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۳) اگر دو یا ایک مصلّی کسی اور مسجد میں دے دیئے جائیں تو کیسا ہے؟

(۴) مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کے لیے خریدا گیا لیکن اتفاق سے مسجد میں پانی نہیں ملا۔ جس سے پائپ وغیرہ استعمال نہیں ہوئے۔ ان کا بیچنا یا کسی دوسرے مسجد میں یا مدرسہ میں دے دینا جائز ہے یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس مصلّی پر کعبہ مقدسہ، یا کسی متبرک مقام کا نقشہ ایسا صاف اور صحیح بنا ہو کہ اسے دیکھتے ہی فوراً ذہن اصل کی طرف جا پہنچے تو اس کا اعزاز و اکرام اصل کی طرح ہی ہوگا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"علمائے دین نے نقشہ کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔"(۱)

لہٰذا وہ مصلّی جو امام صاحب کے لیے بچھا ہوا ہے اس پر نماز پڑھتے وقت پیر نہ پڑتا ہو تو اس کا بچھانا اور نماز

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۹، ص: ۱۵۰

پڑھنا جائز ہے ورنہ اس کا بچھانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر نقشوں کا احترام برقرار رکھ سکیں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جب مصلّی ایک مسجد میں دے دیا گیا تو ملک مسجد ہو گیا، دوسری مسجد میں اس کا دینا ناجائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا ہے نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر وہ ہینڈ پائپ مسجد کے مال سے خرید اگیا اور اس مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہ گیا تو متولی مسجد اسے بیچ کر حاصل شدہ رقم مصرف مسجد میں خرچ کر دے البحر الرائق میں ہے ''وفی الفتاوی الظهيرية سئل الحلوانی عن اوقاف المسجد اذا تعطلت وتعذر استغلالها هل للمتولی ان يبيعها ويشتری بثمنها اخریٰ قال نعم.'' (۲) اور اگر کسی نے اسے مسجد میں دیا تھا تو اسے بیچنا یا کسی دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں دے دینا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت، میں ہے(۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحكم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مسجد کے مائک سے اعلان کرنا کیسا ہے؟

مسئله از: محمد انظار عالم قادری، بمقام سالکی، پوسٹ گاچھپارہ تھانہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) گاؤں کی جامع مسجد کی مائک سے گاؤں کی کسی میت کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے اعلان کرنا اور چاند کے بارے میں اعلان کرنا، یا گاؤں کی کمیٹی کی جانب سے وقتاً فوقتاً کوئی بھی اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مسجد میں نعت ومنقبت وتقریر کی کیسٹ بجانا کیسا ہے؟ جیسے: رمضان المبارک میں سحری کے وقت لوگوں کو جگانے کے لیے بجاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) اگر وہ مائک چندہ سے خریدا گیا ہے اور چندہ دینے والے جانتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر ضروریات مسجد میں استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے موت کا اعلان بھی ہوگا اور بھی دیگر اعلان، مثل اعلان جلسہ ومیلاد ہوں گے یا کسی ایک شخص نے وہ مائک دیا ہے کہ اس سے اذان اور اقامت کے علاوہ دوسرے دینی امور کا اعلان بھی کر سکتے ہیں

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص: ۶۱۰ (۲) البحر الرائق، ج:۵، ص: ۲۵۲ (۳) بهار شریعت، ج: ۱، ص: ۱۸

تو مسجد کے ایسے مائک سے نماز جنازہ وغیرہ کا اعلان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر اشعار میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو یوں ہی تقریر میں کوئی شرعی حرج نہ ہو اور عوام کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو تو کیسٹ کو مسجد میں لگایا جا سکتا ہے مگر نہ لگانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مسجد میں دینی ضرورت کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام مصلے امامت پر کھڑے ہو کر دامن پھیلا کر مسجد ہی کے لیے چندہ مانگنا اور لوگوں کا صفیں پھلانگ، پھلانگ کے امام کے دامن میں چندے کی رقم ڈالنا قباحت، یا کوئی اور قسم کی خرابی تو نہیں؟ کیا مصلیان مسجد میں کسی اور کا تھیلا، یا رومال لے کر وصول صف بصف جا کر کر لینا بہتر نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد میں کسی دینی ضرورت کے لیے چندہ مانگنا درست ہے مگر لوگوں کا ایک دوسرے کی گردن پھلانگ کر چندہ دینا درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس سے نہ شور وغل ہو نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔"(۱) لہٰذا صف بصف چل کر وصول لینا ہی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بڑی مسجد کسے کہیں گے؟

مسئلہ از: سید غلام سرور، ایم سی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت دربارہ مسئلہ ذیل میں کہ "بہار شریعت" میں بڑی مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرنا جب کہ نگاہ کے آگے سے نہ گزرے جائز بتایا گیا تو کتنی لمبی چوڑی مسجد ہو تو بڑی مسجد مانی جائے گی؟

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۹ ص: ۲۵۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد کبیر کے متعلق دو قول ہیں۔ایک یہ کہ چالیس "ذراع" ہوتو کبیر ہے اور اس سے کم ہوتو صغیر ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ جامع خوارزم کبیر اور اس سے چھوٹی مسجدیں سب صغیر ہیں۔یہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مختار ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے۔یعنی نہایت درجہ عظیم ووسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی۔یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔باقی عام مساجد جس طرح عام بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگر چہ طول عرض میں سوسو گز ہوں۔"(۱)

حاصل یہ کہ بڑی مسجد سے مراد بہت بڑی مسجد مثل مسجد جامع قدس اور جامع مسجد خوارزم،اور آج عموماً اس طرح کی مسجد نہیں پائی جاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

مسجد میں اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سراج الدین محمود پور،سوراللہ نگر،بلرامپور،یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام کہ مسجد میں خوشبو کے لیے اگر بتی جلانا کیسا ہے؟ جب کہ ہماری اس آبادی میں زید وبکر کا اختلاف ہے۔زید کہتا ہے کہ جائز ہے کیوں کہ اکثر مساجد میں جلایا جاتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔اس لیے کہ غیر نجس چیز سے تیار کی جاتی ہے۔لہٰذا حضور والا سے عرض ہے کہ احکام شرع سے مطلع فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب،الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر یہ یقین سے معلوم ہو کہ جو اگر بتی مسجد میں جلائی جارہی ہے وہ نجس چیز سے بنی ہوئی ہے تو مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔چنانچہ درمختار میں ہے:

"یکرہ الوطی فوقہ والبول والتغوط وادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن

---

(۱)العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ،ج:۳،ص:۵۸۶،۵۸۷

نجس فیہ" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

مسجد میں کسی دینی پروگرام کرنے والوں سے چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ قادری، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مسجد میں کسی بھی شرعی پروگرام کو اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہے، یا اپنے سنی مرحومین کی قرآن خوانی ونکاح خوانی کریں تو مسجد کے ٹرسٹیان وذمہ داران کو بجلی وپنکھا کے اخراجات کے لیے ان لوگوں سے ہدیہ مانگنے کا حق ہے یا نہیں؟ اوران تمام پروگرام، وقرآن خوانی اور نکاح خوانی کے لیے مسجد کے ٹرسٹیان، وذمہ داران سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مجلس وعظ، محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراسی طرح دیگر دینی پروگرام اگر چہ طاعت وثواب کے کام ہیں۔ یوں ہی قرآن خوانی اور ممنوعات سے پاک نکاح خوانی گو کہ امور مستحسنہ سے ہیں مگر روشنی اور پنکھا چلانے کے لیے جو اخراجات مسجد کے ذمہ آئیں گے ذمہ داران مسجد ان تقریبات کا انعقاد کرنے والوں سے ان کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ بحر العلوم (۲) میں ہے اور مسجد میں ان تقریبات کے انعقاد کے لیے مسجد کے نظم وضبط اور انتظام وانصرام کے پیش نظر اگر ذمہ داران مسجد نے اجازت لینے کی شرط لگا رکھی ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الدر المختار، ج ۱، ص: ۹۳

(۲) فتاوی بحر العلوم، ج: ۵، ص: ۶۳

مسجد میں گیس سلنڈر جلانا

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، مہراجگنجوی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گیس سلنڈر مسجد میں جلا کر اس کی روشنی میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ حالاں کہ اس کے جلانے سے بدبو کا احساس ہوتا ہے۔ گزارش ہے کہ جلد از جلد تسلی بخش جواب دے کر ناچیز کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
ہر وہ چیز جس میں ایسی بو ہو کہ سلیم الطبع لوگوں کے لیے ناگوار ہو اسے مسجد میں لے جانا یا کھا کر جانا ناجائز ہے۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منه الانس" (۱)
اور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ مذکور حدیث نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:
"یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو"۔ (۲)
اور اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
"مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بدبو بالکل دور کر دی جائے۔" (۳)
گیس سلنڈر میں جلانے کے وقت چوں کہ بدبو ہوتی ہے اس لیے مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی پاک چیز سے اس کی "بدبو" زائل کر دی جائے تو جائز ہے۔ یا باہر جلا کر پھر اندر رکھیں تو بھی درست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰/ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص:۶۸
(۲) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۴۸
(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۵۹۸

سفید داغ والا جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اس کا مسجد میں آنا منع ہے

مسئلہ از: عبدالرحمٰن ساکن بسڈیلہ، پوسٹ کھجنی بازار، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: ولی محمد جس نے جوانی کی زندگی میں انگریزی باجے اور ناچ وغیرہ کی ایجنٹی کی۔ جسم پر برص کا داغ بکثرت موجود ہیں، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں مگر وہ مسجد ومدرسہ کا سکریٹری بننا چاہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنا اور مسجد ومدرسہ کا سکریٹری بننا جائز ہے؟ جواب سے جلد نوازیں تاکہ اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ولی محمد نے ناچ باجے کی ایجنٹی سے توبہ کرلی ہے تو اسے مسجد ومدرسہ میں آنے دیا جائے۔ یوں ہی اسے مدرسہ کا سکریٹری بننا بھی جائز ہے مگر جب لوگ برص کی بنا پر نفرت کرتے ہیں تو مسجد ومدرسہ میں آنا یا مدرسہ کا سکریٹری بننا منع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے

"ہاں جب کہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوبا اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام واحتمال تقلیل جماعت ہو تو استحبابا۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۲۱؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

مسجد کے اردگرد گندگی پھیلانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محلّہ کے لوگ مسجد کے اردگرد گندہ اور کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں مسجد کے موذن صاحب جب ان لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ بھائی مسجد کا احترام کرو یہاں گندگی مت پھیلاؤ تو محلہ کے لوگ موذن صاحب کو پریشان کرتے ہیں اور مسجد سے نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسی حرکت کریں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۳، ص: ۳۷۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجدیں اسلامی شعار اور مذہبی شناخت وپہچان ہیں اور اسلامی شعار کی تعظیم واحترام شرع مطہر کو مطلوب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾(۱)

اور ظاہر بات ہے کہ مسجدوں کے اردگرد کوڑا کرکٹ پھینکنا یونہی گندہ پانی پھینکنا یہ سب تعظیم وتوقیر کے خلاف ہے۔علاوہ ازیں کوڑا کرکٹ کی بدبو اگر مسجدوں میں پہنچے تو مصلیوں اور فرشتگان الٰہیہ کی اذیت وتکلیف کا باعث بنے گا۔اس لئے مسجد کے اردگرد گندہ پانی پھینکنا اور کوڑا کرکٹ ڈالنا ناجائز ہے اور موذن صاحب کا لوگوں کو روکنا بھی بجا ہے روکنے پر جو لوگ موذن صاحب کو پریشان کریں وہ مجرم وگنہگار اور ایذائے مسلم کے جرم قبیح میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ مسجد کی نظافت وپاکیزگی کا خیال کریں اور موذن صاحب کی ایذا رسانی سے بازآئیں۔واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱)سورۃ الحج،آیت:۳۲

باب النوافل والتراویح

نفل وتراویح کا بیان

تہجد کی نماز کے لئے سونا شرط ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ نماز تہجد کے لیے سونا شرط ہے، جو لوگ رات بھر شب بیداری کرتے ہیں وہ تہجد کس طرح ادا کریں۔ کئی بزرگوں کے واقعات ملتے ہیں کہ وہ رات بھر یادِ الٰہی کرتے تھے وہ کس طرح نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ نماز عشا کے بعد سو جائیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھیں اب جو بھی نفل پڑھیں تہجد ہوگی اور جن بزرگوں کے متعلق شب بیداری کرنے کے ساتھ ساتھ تہجد پڑھنے کے واقعات ملتے ہیں۔ ان حضرات کا یہی حال تھا کہ نماز عشا کے بعد تھوڑی ہی دیر یہی سو رہتے تھے پھر اٹھ کر نوافل ادا کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا سونا ایسی حالت پر ہوتا کہ جس میں وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

معذور شخص کا تراویح چھوڑنا گناہ نہیں

مسئلہ از: محمد آصف برکاتی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید پنج وقتہ نماز تو ادا کرتا ہے مگر پھر پیر میں اس قدر درد ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز بیٹھ کر بھی ادا نہیں کرسکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں نماز تراویح اس پر معاف ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز تراویح مرد و عورت سب کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔

درمختار میں ہے:

"التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً" (۱)

اور سنت موکدہ کا حکم بیان کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "بلاعذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحق نار ہے۔" (۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا سنت موکدہ عذر کی بنا پر ترک کی جاسکتی ہے اور پیر میں ایسا درد کہ بیٹھ کر بھی تراویح نہ پڑھ سکے ایک معقول عذر ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں ترک تراویح جرم نہیں اور تارک گنہ گار نہ ہوگا۔

فقیہ النفس امام اجل علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں: "اما سائر السنن اذا ترکها بعذرٍ فهو معذور وان ترکها بغیر عذر إستخفافًا وتهاوناً یکون مسیاً" (۳) وهو تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

تراویح میں قرآن شریف کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پیلی بھیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) یہ امر تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ پورے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر ایک قرآن کا ختم کرنا سنت موکدہ ہے لیکن قرآن کب اور رمضان کی کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟ اور روزانہ نماز تراویح میں کتنا قرآن عظیم پڑھا جائے؟ اس کی کوئی معین مقدار سنت سے، یا افعال صحابہ وتابعین وتبع تابعین، یا اقوال ائمہ بہترین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو امام کو اس بات پر مجبور کرنا کہ سات یا گیارہ رمضان کو قرآن ختم کرنا ہوگا ورنہ آپ اس مسجد میں قرآن

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱ ص: ۴۷۲

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱

(۳) الخانیه مع الفتاویٰ العالمگیریة: ج: ۱، ص: ۲۳۶

سنانے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ شرعاً کیسا ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ امام کی صحت اتنی جلد قرآن ختم کرنے کی متحمل نہ ہو۔

(۲) متولی مسجد یا مصلیان مسجد کا امام پر یہ قید لگا دینا کہ آپ کو اتنے دن نماز تراویح میں اتنا اور اتنے دن روزانہ اتنا قرآن پڑھنا ہے اور امام ویسا ہی کرے جیسا کہ متولی یا مصلیان مسجد نے کہا تو کیا شرعاً یہ درست ہوگی؟ فقہ حنفی کی بہت سے کتابوں میں آیا ہے کہ کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور پھر نماز کے داخلی امور میں امام متبع غیر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ہونا کراہت نماز کا باعث ہوگا یا نہیں؟ آیا متولی اور مصلیان مسجد کا امام پر اس طرح کی قید لگانا کیا حکم رکھتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر قرآن پاک کا ایک ختم سنت موکدہ ہے۔ مگر فقیر کی نظر سے ابھی یہ تفصیل نہ گزری کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کب قرآن ختم فرماتے تھے۔

البتہ فقہائے کرام کے اقوال وارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ختم قرآن کریم کم از کم تین دن میں ہونا چاہیے۔ اگرچہ اس سے کم مدت میں بھی کوئی ممانعت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی۔ قدس سرہ۔ فرماتے ہیں:

"علمانے بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں۔"(۱)

اور اگر ایک ختم قرآن پوری تراویح میں کرنا ہو تو ستائیسویں تاریخ یعنی شب قدر میں ختم کرنا چاہیے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

" اذا ارادالختم ان یختم فی لیلۃ السابع والعشرین کذا فی المحیط." (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ۔ تحریر فرماتے ہیں۔ اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو۔(۳)

یونہی اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو ہر شب میں نماز تراویح کے اندر ہر رکعت میں دس آیت پڑھی جائے اس

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۴۷۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۱۸

(۳) بہار شریعت، ج:۴، ص:۳۳

حساب سے ہر شب کی نمازِ تراویح میں دو سو آیات پڑھنا مسنون ہے فتاوی خانیہ میں ہے "عن ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ یقرأ فی کل رکعة عشر آیات وھو الصحیح لان فیه تخفیفا علی الناس وبه تحصل السنة و ھی الختم مرة واحدة." (۱)

اور اگر تین ختم کرنا ہو تو دسویں تاریخ میں ختم ہو اس طرح ہر ایک عشرہ میں ایک ختم ہوگا۔ حبیب الفتاویٰ میں ہے: پورے رمضان کے مہینے میں تراویح کے اندر تین ختم پورے قرآن کریم کا افضل ہے۔ یہ روزانہ تین پاروں کے پڑھنے سے ہی ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ ختم قرآن کے لیے شرعاً کوئی ایک تاریخ معین نہیں ہے۔ لہٰذا انتظامیہ کمیٹی یا متولی اگر مصلیوں کے حالات یا کسی اور جائز مصلحت وحکمت یا سہولت کے پیش نظر سوال میں مذکور تاریخ پر ختم کرنے کو کہتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ساتھ ہی امام کی حالت کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی۔ قدس سرہ۔ رقمطراز ہیں کہ:

"رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی اوروں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار، اور کمزور، اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔" (۲)

اسی میں بخاری شریف کے حوالہ سے ہے کہ حضور فرماتے ہیں: "میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور طول کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں لہٰذا نماز میں اختصار کرتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے اس کے رونے سے اس کی ماں کو غم لاحق ہوگا"۔ (۳)

اور حبیب الفتاویٰ میں حدیث شریف نقل ہے کہ: "سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا کافی دیر کر کے پڑھانے آتے اور طویل قرأت کیا کرتے تھے، تو بعض مقتدیوں کی شکایت پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نمازیوں کو جماعت سے نفرت دلانے کا کام کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو بلکہ نماز مختصر پڑھاؤ۔ (۴)

اسی میں ہے اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ: امام پر مقتدی کا لحاظ ضروری ہے۔

---

(۱) الفتاوی الخانیة مع العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۴) حبیب الفتاوی، ج: ۱، ص: ۲۲۰

ان ارشادات مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر امام مقتدی کی حالت یا اس کی کسی بات کا لحاظ کرے اور اس کا کہنا تسلیم کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ ہی باعث کراہت اور جہاں کہیں پر یہ آیا ہے کہ امام کا مقتدی کے خاطر نماز کو طول دینا مکروہ ہے۔ وہاں عین حالت نماز میں کسی پہچانے ہوئے شخص کی خاطر طول دینا مکروہ مراد ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ''ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

''ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی کی رعایت جائز نہیں۔ مثلاً: امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لیے رکوع میں تسبیحیں زائد کرسکتا ہے۔ جس میں وہ شامل ہوجائے۔''(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر متولی یا مصلیان مسجد نے پہلے سے کسی متعین مقدار میں پڑھنے کے لیے کہا اور امام نے اسی کے مطابق پڑھا تو یہ باعث کراہت وحرج نہیں ہے۔ البتہ متولی یا مصلیان مسجد امام کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے گزارش کریں نہ کہ ڈکٹیٹریت اور تحکم کا انداز اور طریقہ اختیار کریں اگر وہ ایسا کریں تو امام خود مجبور نہ ہو اگر چاہے تو وہاں سے الگ ہوجائے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ ر رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وہابی کو تراویح میں سماعت قرآن کے لئے مقرر کرنا کیسا؟

مسئلہ از: کلیم چشتی مردل ناکہ، اندھیری ویسٹ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ کے متعلق کہ ایک ٹرسٹ ہے جس کے ماتحت دو مسجد ہے۔ ایک مسجد ''غوث الوریٰ''، دوسری مسجد ''اعلیٰ حضرت''۔ اتفاق سے دونوں مسجد کے موذن سگے بھائی ہیں۔ یہ دونوں بھائی محلے کے وہابی، دیوبندی سب کو نہلاتے اور سب کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی موذن دو سال سے مسجد ''غوث الوریٰ'' میں تراویح کی سماعت کے لیے اپنے باپ کو بلاتے ہیں جو کٹر وہابی ہے۔ اس کے وہابی ہونے کی پہلی علامت یہ ہے کہ کوئی سنی خوش عقیدہ مسلمان پہلی ہی نظر میں دیکھ کر کہہ اٹھے گا کہ یہ وہابی ہے کیوں کہ اس کے چہرے مہرے، لباس پوشاک سے وہابیت جھلکتی ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ہم لوگ فجر سے مغرب تک مسجد ''اعلیٰ حضرت'' میں اور عشا وتراویح، مسجد ''غوث

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۳۷۷

الورٰی" میں پڑھتے رہے کبھی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سن کر انگوٹھا چومتے نہیں پایا اور نہ کبھی صلاۃ وسلام پڑھتے دیکھا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ جب ان کے گاؤں کے نمائندہ دیوبندی لوگوں سے پوچھا گیا کہ حافظ صاحب "ممبئی" تراویح سماعت کے لیے جاتے ہیں۔ کیا حافظ صاحب اپنا دیوبندی عقیدہ بدل کر سنی ہوگئے ہیں؟ تو گاؤں والوں کا جواب تھا، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ممبئی میں ان کے صاحب زادے سنی مسجد کے موذن ہیں۔ وہ کمیٹی کی رائے سے بلاتے ہیں۔ نذرانہ اچھا ملتا ہے تو چلے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دیوبندی مسلک پر قائم ہیں۔ اور جب گاؤں کے سنی حضرات سے پوچھا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ حافظ صاحب کے بدعقیدہ ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چوتھی اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ دیوبندی مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے اکابر علماے دیوبند جن کو عرب وعجم کے مفتیان کرام نے کافر کہا ہے یہ ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اب اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور پڑھنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ دوسری چیز یہ ہے کہ ٹرسٹیان کو دھوکہ دے کر مصلیان مسجد کو دھوکہ دے کر اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے سنی مسجد میں مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ اور تیسری چیز یہ کہ اکابر دیوبند کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی، دیوبندی اپنے کفری عقائد کی بنا پر کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں اور کافر ومرتد کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ بعض وقت کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾(۱)

لہٰذا جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں وہ اسلام سے نکل گئے۔ ان پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اور جو لوگ لاعلمی کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے حرام سمجھتے ہوئے ان کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں، تو وہ توبہ واستغفار کریں۔ دھوکہ دینا، فریب کرنا ناجائز وحرام ہے۔ لہٰذا جو شخص اہل سنت وجماعت کو دھوکہ دے کر ان کی سنی مسجد میں اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے مقرر کیا وہ سخت مجرم وگنہگار، بددیانت وخیانت کار اور مستحق غضب جبار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے موذن کے منصب سے برطرف کر دیا جائے۔ اکابر دیوبند کو اگر مسلمان سمجھ کر "رحمۃ اللہ علیہ" لکھے تو خود لکھنے والا کافر ہے۔ ورنہ حرام کار اور مجرم وگنہ گار ہے۔ ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

والجماعة کثرهم الله تعالیٰ وشکر مساعیهم الجمیلة وهو تعالیٰ أعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

کیا سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن ونوافل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟ تہجد کی نماز نفل ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جس طرح نماز نفل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں کیا اسی طرح سنت بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے یا سنت ہے۔ نیت نفل کی کرے، یا سنت کی کرے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن ونوافل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ اگر چہ افضل کھڑے ہو کر پڑھنا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ہے:

"اما صلاة السنن والمندوبات ونحوها فان القیام لا یفترض فیها بل تصح من قعودٍ الا ان الحنفیة قالوا کما یفترض القیام فی الصلوات الخمس کذلک فی صلوٰة رکعتی الفجر علی المصحح"(۱)

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے اس میں نفل کی نیت کرے۔ اگر چہ سنت کی نیت سے بھی ادا ہو جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:"ان التهجد لا یحصل إلاّ بالتطوع" (۲)

اور فتاوٰی رضویہ میں ہے:"نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں، حلیہ میں قاضی حسین سے ہے:"انه فی الاصطلاح صلاة التطوع فی اللیل بعد النوم."(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

(۱) الفقه علی المذاهب الاربعة، ج: ۱، ص: ۲۲۷

(۲) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۶۷

(۳) الفتاوی الرضویة ج: ۳، ص: ۴۵۶

تراویح میں حافظ کے نذرانہ کی صورتیں

مسئلہ از: محمد امتیاز، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین شرح متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں جو حفاظ کرام تراویح پڑھاتے ہیں اور ختم تراویح پر جو انہیں کپڑا اور نذرانہ وغیرہ عطا کیا جاتا ہے تو یہ نذرانہ حفاظ کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جواز یا عدم جواز کی صورت بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے، یہ دیں گے بلکہ اگر یہ معلوم کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ "المعروف کالمشروط" ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا، یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کرے تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ"(۱)

جواز کی مذکورہ صورت کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک میں نماز پنجگانہ کا امام بہ تعیین تنخواہ اسی حافظ کو بنا دیا جائے جس سے تراویح پڑھوانا ہے۔ اس طور پر بھی حکم جواز کا ہوگا یا صرف نماز عشا کی امامت کے لئے مقرر کر لیا جائے اور پھر وہ تراویح بھی پڑھائے اب وہ رقم تراویح کی اجرت نہیں بلکہ نماز عشا کی امامت کی اجرت ہوگی اور بھی جواز کی بعض صورتیں ہیں جن کو اپنا کر ناجائز کام سے بچا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص: ۶۹۲

باب قضاء الفوائت

قضا نماز کا بیان

نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں؟

مسئله از: عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ادا کی جاسکتی ہیں۔ نماز قضا صرف تین وقتوں میں منع ہے۔ بقیہ جس وقت چاہے پڑھیں۔ وہ اوقات ممنوعہ طلوع شمس، وقت زوال اور غروب شمس کا وقت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العصر وقت له الا ثلثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلوٰة فی هذه الاوقات كذا فی البحر الرائق" (ا) والله تعالیٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

(ا) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ا، ص: ۱۲۱

باب سجود السھو

سجدۂ سہو کا بیان

سری نماز میں سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی تو

مسئلہ از: محمد تنویر رضوی، بدھسیانی، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز ظہر میں پوری سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی اس کے لیے کیا حکم ہے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی نے سری نماز میں ایک کلمہ جہر سے پڑھا تو معاف ہے اور ایک آیت کی مقدار پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے درمختار میں ہے۔

والجھر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ بقدر ماتجوز بہ الصلاۃ فی الفصلین وقیل یجب السھو بھما مطلقاً وھو ظاھر الروایۃ" (۱)

بہار شریعت میں ہے:

"امام نے جہری نماز میں بقدر جواز نماز یعنی ایک آیت آہستہ آہستہ پڑھی یا سری میں جہر سے پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے اور ایک کلمہ آہستہ یا جہر سے پڑھا تو معاف ہے"(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ زید نے جب پوری سورہ فاتحہ نماز ظہر میں جہر سے پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا کثیر جماعت ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے؟

مسئلہ از: محمد سہیل کسوراہا زار بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر جماعت کثیر ہو تو کیا سجدہ سہو ساقط ہو سکتا ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار باب سجود السھو ج:۲، ص:۴۷۷

(۲) بہار شریعت ج:۴، ص:۵۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقہائے اسلام تصریح فرماتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کی نماز میں اگر سجدہ سہو واجب ہو تو امام کا سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے تا کہ لوگ فتنہ وفساد میں نہ پڑ جائیں مجمع الانہر میں ہے۔

"لا یسجد للسھو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة" (۱)

درمختار میں ہے۔

"والسھو فی صلاة العید و الجمعة و المکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر اقره المصنف وبه جزم فی الدر" (۲)

ردالمحتار میں ہے۔

"الظاھر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذلک کما بحثه بعضھم ط وکذابحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة اھ" (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جب کہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط وافتتان کا اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا" (۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت کثیر ہو تو خواہ جمعہ وعیدین کی نماز ہو یا کوئی اور ہو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

نماز میں ترتیب کے الٹنے سے سجدہ سہو نہیں

مسئلہ از: محمد حدیث قادری،

مدرسہ اہلسنّت مظہر اسلام جلھوا، پوسٹ دولت آباد، اترولہ، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج: ۱، ص: ۱۴۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار باب سجود السھو ج: ۲، ص: ۴۸۹

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاوی الرضویة ج: ۳، ص: ۶۸۹

عید الاضحیٰ کی نماز میں امام نے پہلی رکعت میں بارہواں پارہ سورۂ یوسف کی ابتدائی آیتیں تلاوت کی اور رکعت ثانیہ میں سورہ بقرہ شریف کی آیت "وَاِذْ قَالَ مُوْسیٰ لِقَوْمِهٖ" غیر اختیاری طور پر زبان سے جاری ہوتے ہی امام کو فوراً ترتیب کا خیال آیا۔ الفاظ مذکور بالا پر ہی ٹھہر گیا اور بعد توقف سورہ جمعہ کی چند آیتیں تلاوت کی۔ اور نماز پوری کی۔ صورت مسئولہ میں وقوع ترتیب خلاف یا فساد معنی ہوا یا نہیں، نیز نماز ہوگی یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اول یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت سے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:
"لان ترتیب السور فی القراۃ من واجبات التلاوۃ." (۱) واجبات نماز سے نہیں ہے۔ اس لیے اگر کسی نے قصداً ترتیب الٹ کر تلاوت کی تو گنہ گار ہوا توبہ کرے مگر نماز ہوگئی۔ مکروہ تحریمی نہیں ہوئی اور نہ بھول کر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: "یجب الترتیب فی سور القرآن فلو قرأمنکوسا اثم لکن لا یلزمہ سجود السھو" (۲) یعنی قرآن شریف کی سورتوں میں ترتیب واجب ہے۔ اگر کسی نے الٹی قرأت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ہاں گنہگار ہوا۔

اگر امام نے ترتیب کا خیال کر کے بعد توقف سورہ جمعہ کی آیتیں تلاوت کی تو اگر ایک رکن نماز کی مقدار ساکت رہا پھر آیت تلاوت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ ورنہ نماز ہوگئی۔ کسی طرح کا کوئی فساد نہ ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ سہو لازم ہے" (۳)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں "امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہ گار ہوا نماز میں کچھ خلل نہیں"۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ رشعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) رد المحتار، ج:۲، ص:۲۳۸ (۲) ردالمحتار، ج:۱، ص:۳۰۷

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۲۵ (۴) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۸۸

جماعت کی قضا نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے

مسئلہ از: سید محمد ضیاء الدین عارف عابدی حسینی قادری، سجادہ نشین درگاہ حضرت سید محمد قاسم پیر مخدومی، حسینی، قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیرا باد، ڈیام، ضلع و تعلقہ کپل، کرناٹک، انڈیا۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں جو درج ذیل ہے:

(۱) اگر زید نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ رحمٰن کی آیتیں "خلق الإنسان، ماتُكَذِّبٰنِ" تک پڑھی، کچھ گلے میں خراش کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے شاید زید کو بھول واقع ہوئی تو آگے کی آیات "رب المشرقین ورب المغربین" کے بجائے واپس "خلق" پہ لوٹے، جیسے ہی لفظ "خلق" کا کہنا تھا زید کو یاد آیا کہ میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ (یہ زید کا کہنا ہے) اگر زید نے "رب المشرقین" سے شروع کر دیا "خلق" اللہ نے پیدا کیا 'رب المشرقين ورب المغربين' دو مشرقین کا رب دو مغربین کا رب۔

حضرت قبلہ اس ترجمہ سے یہ اس طرح پڑھنے سے جس طرح کہ اوپر لکھا گیا ہے (خلق رب المشرقين ورب المغربين پوری آیتیں تلاوت کی) سجدۂ سہو واجب ہے کہ نہیں؟ کیا نماز میں فساد ہوا یا نہیں؟ اس سے نماز کو لوٹانا پڑے گا یا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟ دونوں میں سے ایک چیز بھی واقع نہیں ہوئی۔ زید نے نہ تو سجدہ سہو کیا اور نہ ہی نماز لوٹائی تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) ایک سے دو مرتبہ پڑھنا تکرار ہے، یا ایک کو تین سے زائد پڑھنا تکرار ہے؟ ضم سورت میں ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا واجب ہے، یا فرض؟ اس میں ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد (صرف دو چھوٹی آیتیں) دوبارہ پڑھا تو کیا یہ واجب کی تکرار نہیں ہوئی؟ اور ایسا کرنے سے چاہے وہ بھول سے ہو، یا اٹک سے سجدہ سہو واجب ہوا کہ نہیں؟

(۳) اگر نماز میں فساد ہوا یا سجدہ سہو واجب ہوا اور زید نے ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا، نہ نماز لوٹائی، نہ سجدہ سہو کیا معلوم ہونے کے باوجود۔ تو زید کو اب کیا کرنا چاہیے؟ جب زید سے غلطی ہوگئی اس وقت جماعت کے لوگ جو تھے اس میں سے چند ہوں گے چند نہیں اور کچھ لوگ نئے ہوں گے ایسی صورت میں نماز کو کیسے لوٹائیں؟

(۴) نماز دین کا ستون ہے۔ کیا یہ حدیث ہے؟ کیا ایسی بھی کوئی حدیث ہے کہ نماز دین کا دوسرا ستون ہے۔ اگر ہے تو پہلا ستون والی بھی حدیث ہے یا نہیں؟ بہر حال ستون اور بنا بنیاد میں کیا فرق ہے؟ کیا دونوں ایک ہی بات ہے؟ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کیا یہاں بنیاد سے مراد ستون ہے؟ اور نماز دین کا ستون ہے یا ستون سے مراد بنیاد

ہے۔ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی معنی ہوا۔تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قرأت میں ایسی غلطی نہیں ہوئی جس سے معنی فاسد ہو جائے، اس لیے نماز صحیح ہو گئی، نہ سجدۂ سہو ضروری نہ اعادہ ضروری ہے۔البتہ جس وقت بھولا تھا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپ کھڑا سوچتا رہا تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے۔ **کما فی عامۃ الکتب الفقھیہ**۔البتہ آپ نے جو ترجمہ لکھا ہے اگر زید نے وہی مراد لے کر پڑھا تو بہر حال نماز فساد ہو گئی کہ معنیٰ فاسد ہو گیا۔**و اللہ تعالیٰ اعلم.**

(۲) لفظ تکرار عربی زبان میں باب تفعیل کا مصدر ہے۔جس کا ترجمہ کسی شئی کو یکے بعد دیگرے لوٹانا ہوتا ہے۔

چنانچہ لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے:

"کرر الشئی أعادہ مرۃ بعد اخریٰ الکر الرجوع علی الشئی ومنہ التکرار" (۱)

اور المعجم الوسیط میں ہے:

"کرر الشئی تکراراً، أعادہ مرۃ بعد أخریٰ"(۲)

اور مصباح اللغات میں ہے:

"کرر الشئی تکرارا" بار بار کرنا (۳)

فارسی لغت کی مشہور کتاب "غیاث اللغات میں ہے:

"تکرار بالفتح بار بار گردانیدن وبارہا باز آمدنی چیزے"(۴) اور فیروز اللغات میں ہے۔

"تکرار۔دہرانا وغیرہ"(۵) ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کو ایک سے زیادہ مرتبہ کرنے کا نام تکرار ہے۔ خواہ دو مرتبہ ہو یا دو سے زائد۔اس لیے کسی آیت کو دو مرتبہ پڑھنا بھی تکرار ہے اور دو سے زائد بار پڑھنا بھی تکرار ہے۔ پوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی، یا ایک آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔**ھکذا فی الجزء الثالث من الفتاویٰ الرضویۃ (۶) و کتب الفقہ الاخریٰ.**

---

(۱) لسان العرب، ج:۵، ص:۱۳۵
(۲) المعجم الوسیط، ص:۷۸۳
(۳) مصباح اللغات، ص:۳۷
(۴) غیاث اللغات، ص:۱۷۷
(۵) فیروز اللغات، ص:۲۹۵
(۶) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۳۳

فرائض میں ایک ہی رکعت میں ایک سورت کی تکرار مناسب نہیں ہے۔ مگر ایسا کرنے سے سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

''تکرار یک سورت در یک رکعت اولیٰ ناباشنگی باشد'' یعنی ایک رکعت میں ایک سورت کی تکرار بدرجہ اولیٰ مناسب نہیں ہے۔(۱)

البتہ سورۂ فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی'' اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''آیت کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ سورہ فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔(۲)

(۳) زید نے مسئلہ جاننے کے باوجود نماز نہ دہرائی، اس پر وہ مجرم وگنہ گار ہوا اور جب وہ نماز جماعت بھر کی قضا ہوگئی تو افضل ومسنون یہ ہے کہ جماعت سے ہی اس کی قضا پڑھیں اور اگر جہری نماز ہو تو امام پر جہر بھی واجب ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نما قضا ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل ومسنون ہے۔ اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے، اگرچہ قضا ہو''(۳)

اور درمختار میں ہے "یجھر الإمام وجوباً فی الفجر واولیٰ العشائین اداء وقضاء" (۴) اور جو لوگ شریک جماعت اولیٰ تھے ان میں جو مل سکیں ان کو مسئلہ بتا کر شریک جماعت کر لیا جائے اور جو بعد میں ملیں ان کو بھی مسئلہ سے آگاہ کر دیا جائے کہ تم پر نماز کا اعادہ ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نماز دین کا دوسرا استون ہے۔ ایسی کوئی حدیث فقیر کی نظر سے نہیں گزری، ہاں جس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس میں دوسرے نمبر پر نماز کا ذکر ہے۔ حدیث شریف ہے: "بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا إلہ إلا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ...... الخ" (۵)

اور بنا اور بنیاد اردو زبان میں ہم معنی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۹۹

(۲) الفتاوی الامجدیۃ، ج:۱، ص:۳۸۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۶۲۳

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۱، ص:۷۲

ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ شارحین حدیث علیہم الرحمہ والرضوان نے فرمایا ہے۔

چنانچہ نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "بنی الاسلام علی خمس" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(۱) اور ملا "علی قاری" علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "بنی الإسلام علی خمس ای خمس دعائم کما فی روایۃ" (۲)

اور سب کا حاصل مثال دینا ہے۔ گویا: فرمان نبوی یہ ہے کہ جس طرح کسی مکان کے چند ستون ہوں اور وہ ان ستونوں پر قائم ہو اور اگر ان میں سے کوئی ستون گر جائے تو مکان اگرچہ رہے گا مگر اس میں نقص آجائے گا۔ یوں ہی اگر کوئی مسلمان ان پانچوں چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترک کردے تو وہ بعض حالات میں مومن اور بعض حالات میں کامل مومن نہیں رہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری　　　۷ر ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

---

(۱) نزھۃ القاری، ج: ۱، ص: ۲۲۸

(۲) المرقات، ج: ۱، ص: ۵۹

باب صلوٰۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

کیا سفر میں جمع بین الصلوٰتین اور مثل اول میں نماز عصر کی اجازت ہے؟

مسئلہ: از آفتاب احمد رضوی اپلہ، کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔

سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنے کی اجازت مذہب حنفی میں ہے یا نہیں؟ کیا دیگر مسالک بالخصوص شافعی مسلک میں ایسا مسئلہ ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت ہے؟ اور اس کے لیے کیا شرط ہے؟ کیا حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر سفر میں مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے سے ادا ہو جائے گی ان سوالوں کے جوابات دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اللہ جل مجدہ نے قرآن پاک میں نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰباً مَّوْقُوْتًا﴾ (۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"یعنی مکتوبۃ موقتۃ فی اوقات محدودۃ فلایجوز اخراجھاعن اوقاتھا علی ای حال کان من خوف اوامن" (۲)

اور علامہ بغوی رقمطراز ہیں۔

"وقال مجاھد ای فرضامو قتاوقتہ اللہ تعالیٰ علیھم وقدجاء بیان اوقات الصلوٰۃ فی الحدیث"(۳)

(۱) سورۃ النساء، آیت:۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج:۱، ص:۵۹۲

(۳) تفسیر البغوی علی ھامش الخازن ج:۱، ص:۵۹۲

علامہ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مکتوبا محدودا باوقات معلومة."(۱)

آیت کریمہ اور مذکورہ بالا تفاسیر سے توقیت نماز کا مسئلہ مثل شمس واضح ہے اور یہ حقیقت مکمل طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت طاہرہ نے نماز کی ادائیگی کے لیے باقاعدہ اوقات مقرر کردیئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اوقات کی تفصیل حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے اور پھر یہی نہیں کہ صرف اوقات نماز کی تعیین ہوگئی بلکہ اوقات کی محافظت کی ترغیب اور اس کے ترک پر شدید ترین وعید وترہیب بھی سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد رسالت ہے۔

"عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال سئلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ. الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون، قال ھم الذین یوخرون الصلوٰۃ عن وقتھا" (۲)

"وعن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ما رأیت النبی صلّی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ لغیر میقاتھا الا صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا" (۳)

"عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتھا الا یجمع فی مزدلفة وعرفات."(۴)

"قال محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الرفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلوٰتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد کبیرة من الکبائر."(۵)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نمازوں کا وقت مقرر ہے۔ چند نمازوں کو عرفات ومزدلفہ کے سوا جمع کرکے بیک وقت پڑھنا گناہ کبیرہ ہے ہاں بعض احادیث طیبہ کے ظاہر سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں ان دونوں مقام کے علاوہ بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے۔ یہی سبب ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے ارشادات نقل کرکے اصل مسئلہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر النسفی، ج:۱، ص:۲۴۸

(۲) شرح السنة للبغوی، ج:۱، ص:۲۳۶

(۳) صحیح البخاری، ج:۱، ص:۲۲۸

(۴) السنن للنسائی، ج:۱ ص:۴۴

(۵) الموطا للامام محمد، ص:۱۳۲

فقہ حنفی اور جمع بین الصلوٰتین

ائمہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی بھی صورت میں جمع حقیقی جائز نہیں ہے جملہ متون وشروح اور فتاوی اس حکم سے مملو اور پُر ہیں شمس العلماء علامہ سرخسی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"ولا یجمع بین صلوٰتین فی وقت احد هما فی حضر ولا فی سفر ماخلا عرفة و مزدلفه فان الحاج یجمع بین الظهر والعصر بعرفات فیودیهما فی وقت الظهر و بین المغرب والعشاء بمزدلفه فیودیهما فی وقت العشاء علیه اتفق رواة نسک رسول الله صلی الله علیه وسلم انه فعله ففیما سوی هذین الموضعین لا یجمع بینهما وقتاعندنا" (۱)

ملک العلما علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال اصحابنا انه لا یجوز الجمع بین فرضین فی وقت احدهما الا لعرفة و مزدلفة (الی قوله) ان تاخیر الصلوٰة عن وقتها من الکبائر فلایباح بعذر السفر والمطر کسائر الکبائر" (۲)

اب آخر میں سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چشم کشا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں کہ۔

"قلت ارأیت هل یجمع بین الصلاتین الا فی عرفة وجمع قال لا یجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد فی حضر ولا فی سفر ماخلا عرفه ومزدلفه." (۳)

ان تمام ارشادات وعبارات سے واضح ہوا کہ احناف کے نزدیک سفر وغیرہ کسی قسم کے عذر کی بنا پر جمع حقیقی علاوہ عرفات ومزدلفہ کے ہرگز جائز نہیں ہے۔

فقہ مالکی اور جمع بین الصلوٰتین

سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے متعلق سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے یہ نقل کیا ہے۔

"المالکیه قالوا اسباب الجمع هی السفر (الی ان قال) ....السفر سواء کان مسافة قصرا ولا ویشترط ان یکون غیر محرم لا مکروه فیجوز لمن یسافر سفرا مباحا ان یجمع بین الظهر والعصر جمع تقدم بشرطین احدهما ان تزول علیه الشمس حال نزوله

(۱) المبسوط للسرخسی، ج: ۱، ص: ۱۴۹

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۵۲

(۳) المبسوط للامام بن حسن الشیبانی، ج: ۱، ص: ۴۷

بالمكان الذی ينزل فيه المسافر للاستراحة ثانيهما ان ينوی الارتحال قبل دخول وقت العصر والنزول للاستراحة مرة اخرى بعد غروب الشمس"(۱)

اورعلامہ ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں۔

"وقال مالک والشافعی فی احد قوليه يجوز فی السفر القصير لان اهل مكة يجمعون بعرفة ومزدلفة وهو سفر قصير."(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی سفر میں جمع حقیقی جائز ہے البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں جو کتب مالکیہ میں مصرح ہیں۔

فقہ شافعی اور جمع بین الصلوتین

فقہ شافعی کے عظیم محقق وفقیہ علامہ زکریا نووی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"قال الشافعی والاكثرون يجوز الجمع بين الظهر والعصر فی وقت ايتهما شاء وبين المغرب والعشاء فی وقت ايتهما شاء فی السفر الطويل و فی جوازه فی السفر القصير قولان للشافعی اصحهما لايجوز فيه القصر (الی قوله) ويشترط للجمع فی وقت الاولى ان يقدمها وينوی الجمع قبل فراغه من الاولى و ان لا يفرق بينهما وان ارادالجمع فی وقت الثانية وجب ان ينوی فی وقت الاولى ويكون قبل ضيق وقتهما بحيث يبقى من الوقت ما يسع تلک الصلوة فاكثرفان اخرها بلانية عصی وصارت قضاء واذا اخرها بالنية استجب ان يصلی الاولى اولا وان ينوی الجمع وان لا يفرق بينهما لا يجب شئی من ذالک."(۳)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"يجوز الجمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء تقديما فی وقت الاولى أو تأخيرا فی وقت الثانية فی السفر الطويل، ولا يجوز فی القصير على الاظهر والا فضل للسائر فی وقت الاولى أن يؤخرها الى الثانية وللنازل فی وقتها. تقديم الثانية . ولا يجوز الجمع فی

(۱)الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:۱،ص:۴۸۳

(۲)المغنی لابن قدامه الحنبلی، ج:۲،ص:۱۱۶

(۱)شرح الصحيح لمسلم، ج:۱،ص:۱۴۵

سفر المعصیة فی وقت الظهر ولا جمع الصبح الی غیرها. ولا العصر الیٰ المغرب" (۱)

اور علامہ جزیری فرماتے ہیں:

"الشافعیة قالوا یجوز الجمع بین الصلوتین المذکورتین جمع تقدیم او تاخیر للمسافر مسافة القصر المتقدمة بشروط السفر"(۲)

ان تمام تفصیلات کے پیش نظر جمع بین الصلوٰتین کے متعلق حضرت امام شافعی قدس سرہ کا یہ مذہب واضح ہوا کہ مسافر کے لیے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے خواہ وہ جمع تقدیم کرے یا جمع تاخیر البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں۔

(۱) یہ کہ سفر طویل ہو جس کی مقدار ۴۸ ہاشمی میل ہے ہاں ایک قول غیر صحیح کے مطابق سفر قصیر میں بھی جائز ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ امام اعظم کے قول پر عمل کرے اور تین دن کی مسافت کی صورت میں جمع کرے۔

(۲) جمع تقدیم کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کو مقدم کرے اور اس سے فارغ ہونے سے پہلے ہی جمع کی نیت کرے اور دونوں نمازوں کو پے در پے بلا توقف پڑھے۔

(۳) جمع تاخیر کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کے وقت میں اتنا وقت باقی رہتے ہوئے جمع کی نیت کرے جتنے میں نماز پڑھ سکے اور اگر بغیر نیت کے موخر کر دی تو گنہگار ہوا اور پہلی نماز قضا ہو جائے گی۔

فقہ حنبلی اور جمع بین الصلوٰتین

فقہ حنبلی کے مایہ ناز فقیہ علامہ امام ابن احمد حرقی رقمطراز ہیں۔

"واذا دخل وقت الظهر علی مسافر وهو یرید ان یرتحل صلاها وارتحل فاذا دخل وقت العصر صلاها وکذالک المغرب والعشاء الآخرة وان کان سائرا فاحب ان یؤخر الاولی الی وقت الثانیه فجائز." (۳)

علامہ ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ولایجوز الجمع الا فی سفر یبیح القصر"(۴)

علامہ جزیری فقہ حنبلی کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱) روضة الطالبین، ج:۱، ص:۳۹۶

(۲) الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:۱، ص:۴۸۵

(۳) مختصر احمد خرقی مع المغنی، ج:۱، ص:۱۱۲

(۴) المغنی لابن قدامه الحنبلی، ج:۱، ص:۱۱۶

" الجمع المذکور بین الظهر والعصر اوالمغرب والعشاء تقدیماً اوتاخیراً مباح و ترکه افضل و یشترط فی اباحة الجمع ان یکون المصلی مسافرا سفر اتقصرفیه الصلوٰة" (۱)

اور شرائط جمع کی تفصیل شرح کبیر میں یوں مرقوم ہے:

"وللجمع فی وقت الاولی ثلاثة شروط نیة الجمع عنداحرامها ویحتمل ان تجزئه النیة قبل سلامها وان لا یفرق بینهما الا بقدر الاقامة والوضوء فان صلی السنة بینهما بطل الجمع فی احدی الروایتین وان یکون لاعصر موجب فتاح الصلاتین وسلام الاولی" (۲)

پھر ایک مقام پر ہے

"وان جمع فی وقت الثانیه کفاه نیة الجمع فی وقت الاولی مالم یصف عن فعلها واستمرار العذر الی دخول وقت الثانیه منهما ولا یشترط غیر ذالک متی جمع فی وقت الثانیه."(۳)

ان عبارات سے پتہ چلا کہ فقہ حنبلی میں بھی مسافر کو جمع حقیقی کی اجازت ہے اور حنابلہ کے نزدیک شرائط جمع بھی تقریباً وہی ہیں جو ائمہ شوافع نے تحریر فرمائی ہیں۔

اتنی تفصیلات سے سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال وارشادات واضح ہوکر سامنے آگئے اور یہ بات بھی کھل کر ثابت ہوگئی کہ ائمہ حنفیہ کے علاوہ بقیہ تین ائمہ سفر میں جمع حقیقی کے قائل ہیں۔

جمع بین الصلوٰتین کے تعلق سے فقہ شافعی پر عمل واجازت کا بیان

خادمان فقہ پر یہ عیاں ہے کہ اسباب ستہ کی بنا پر بلا شبہ قول امام میں تبدیلی ہوجاتی ہے اور جس مسلک پر عمل میں سہولت ہو فقہائے کرام اس پر عمل کی اجازت دیتے ہیں۔

مگر فقیر اپنی فہم ناقص کے اعتبار سے جہاں تک غور وفکر کرسکا اس کے مطابق عرض کرتا ہے کہ سفر کی مشقتوں کے باوجود نماز کی ادائیگی کے معاملہ میں یہاں کوئی ایسا دینی ضرر نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے مذہب شافعی پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ جہاز خواہ چھ گھنٹہ پرواز میں رہے یا چوبیس گھنٹہ، علمائے اہل سنت کے نزدیک فضا میں اڑتے جہاز پر نماز پڑھنا جائز ودرست ہے چنانچہ علامہ شیخ عبدالرحمٰن جزیری فرماتے ہیں۔

---

(۱) الفقه علی المذاهب الاربعة، ج: ۱ ص، ۴۸۷

(۲) الشرح الکبیر مع المغنی، ج: ۱، ص: ۱۱۶

(۳) حواله سابق، ص: ۱۲۴

"ومثل السفینۃ القطر البخاریۃ البریۃ والطائرات الجویۃ ونحوھا"(۱)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

''ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگر چہ چل رہا ہے اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی ملے گا جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔''(۲)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''(ہم نے)''مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں ہی پڑھی۔ ہوائی جہاز کے عملہ نے اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسنین میاں صاحب نے کھڑے ہو کر پورے رکوع وسجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔''(۳)

اس سے ثابت ہوا کہ اڑتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی نماز جائز و درست ہے تو مذہب حنفی سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہے، رہی بات ٹرین کی تو چلتی ہوئی حالت میں اس پر نماز پڑھنا اگر چہ علماء اہل سنت کے نزدیک ناجائز ہے مگر عموماً ٹرینیں کہیں نہ کہیں ایسے وقت میں ٹھہرتی ہیں جس میں دو رکعت کی ادائیگی ہو سکتی ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ سب کو ہے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

''مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بفضلہ تعالیٰ پنج وقتہ جماعت سے نماز پڑھی ہے قیام اور رکوع تو ریل میں بھی ہو سکتا ہے ہاں بعض وقت سجدے میں دقت ہوتی ہے جب کہ قبلہ بیچ کی طرف ہو وہ یوں ہو سکتا ہے کہ سر کو خم کر کے بنچ کے نیچے کرے صرف تھوڑا سا تکلف کرنا ہو گا مگر اس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کسی جانب مائل ہو جائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت (۴)

اس لیے مذہب سے عدول کی اجازت نہیں ہوگی نہ جمع تقدیم کی، نہ جمع تاخیر کی۔

---

(۱) الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، ج: ۱، ص: ۲۰۶

(۲) نزھۃ القاری شرح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۷۵

(۳) نزھۃ القاری شرح البخاری، ج: ۲، ص: ۶

(۴) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۲۳

اور اگر کہیں واقعتاً ایسی مجبوری درپیش ہو جائے کہ مذہب شافعی یا دیگر ائمہ کے مسلک پر عمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہو تو اس کی گنجائش ہے خواہ جمع تقدیم کرے یا تاخیر مگر ایسی صورت میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا جو ان کے مذہب میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وجوزه الامام الشافعي رضي الله عنه تقديماً وتاخيراً والأفضل الأول للنازل والثاني للسائر بشرط ان يقدم الأولى وينوى الجمع قبل الفراغ منها وعدم الفصل بينهما بما يعد فاصلا عرفا هذا في جمع التقديم ولم يشترط في جمع التاخير سوى نية الجمع قبل خروج الاولى وكثيراً ما يبتلى المسافر بمثله لاسيما الحاج فلاباس بالتقليد كما في البحر والنهر لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذالك الامام لأن الحكم الملفق باطل بالاجماع كما في ديباجة الدر" (۱)

اور زین الملۃ والدین علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقد شاهدت كثيرا من الناس في الاسفار خصوصا في سفر الحج ماشين على هذا تقليدا للامام الشافعي في ذلك الا انهم يخلون بما ذكرت الشافعية في كتبهم من الشروط له فاحببت ايرادها ابانة لفعله على وجهه لمريده" (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ کے اس ارشاد سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

''سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انہیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت میں وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا'' (۳)

ہاں مدت سفر کے متعلق چونکہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے اس لیے اگر خاص مدت سفر کے مسئلہ میں حنفی مذہب پر عمل کرے تو فقیر کے نزدیک تلفیق کی صورت نہیں ہوگی۔

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۹۴

(۲) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۵۴

مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے کا بیان

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:
”جس میں اختلاف فتوی ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا اور چونکہ اس (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علماء دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتوی ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتمد ترجیح قول امام ہے اسے احتراز چاہئے۔“(۱)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں بوقت ضرورت مثل ثانی میں پڑھنے کی نوبت آجائے تو مصلی کو قول صاحبین پر عمل کی اجازت ہے۔ اتنی تفصیل کے بعد اب ہر ایک کا مختصراً جواب حاضر ہے۔

(۱) حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر ائمہ کے مذہب پر فتوی و عمل کی اجازت نہیں ہے

(۲) اگر کسی مجبوری کے تحت کہیں مذہب شافعی وغیرہ پر عمل کی اجازت ہو تو ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا جو جمع بین الصلوتین کے لیے ان کے مذہب میں مذکور ہیں ہاں مدت سفر کے متعلق مذہب حنفی کا اعتبار بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۳) قول صاحبین کے مطابق ایسی صورت میں مثل ثانی میں نماز عصر ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

ھذا ما ظھر لی الا ن والعلم بالحق عند اللہ الرحمن.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم درس وافتاء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

سمندری جہاز کا عملہ مسافر ہے یا مقیم؟

مسئلہ: از شیخ محمد انصار رضوی مقام اپلہ کاسر کوڈ کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ سمندر میں جہاز بسا اوقات ایک ایک مہینہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا ہے، اور جہاز کے عملہ کو یہ معلوم بھی رہتا ہے کہ انہیں اتنی مدت تک یہاں ٹھہرنا ہے ایسی صورت میں جہاز کا عملہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوھاب:

نیت اقامت صحیح ہونے کے لیے متعدد شرطیں ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ جس جگہ مسافر اقامت کی نیت کر رہا ہے وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو اور سمندر ایسی جگہ نہیں ہے جس میں اقامت کی صلاحیت ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

”ونیۃ الاقامۃ انما تؤثر بخمس شرائط ترک السیر حتی لو نوی الاقامۃ وھو یسیر لم

(۱) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

یصح وصلاحیۃ الموضع حتی لو نوی الا قامۃ فی برا و بحرا و جزیرۃ لم یصح۔"اھ(۱)

نیت اقامت پانچ شرطوں سے موثر ہوگی چلنا ترک کرے حتی کہ اگر چلنے کی حالت میں نیت اقامت کی تو صحیح نہیں، وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لہٰذا اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوا۔

اور بہار شریعت میں ہے۔

''وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا'' (۲)

لہٰذا جو لوگ سمندری جہاز میں کام کرتے ہیں وہ اگر چہ ایک ہی جگہ پر جہاز میں مہینہ بھر ٹھہرے رہیں اور وہاں نیت اقامت کر لیں پھر بھی وہ مقیم نہیں بلکہ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

کیا مسافر جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟

مسئلہ از: وصی الدین موضع کمہر یا، ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے تو اگر وہ نماز جمعہ کی امامت کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ نماز جمعہ ادا کر لے تو اس کا جمعہ صحیح ہے اور نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی فتاوی ہندیہ میں ہے۔

"من لا جمعۃ علیہ ان ادا ھا جازعن فرض الوقت کذا فی الکنز" (۳)

اور جب اس کی نماز جمعہ صحیح ہے تو اگر وہ لائق امامت ہے اور دیگر شرائط جمعہ پائے جائیں تو اس کا نماز جمعہ کی امامت کرنا بھی صحیح ہے اور وہ نماز جمعہ بھی صحیح ہے رد المحتار میں ہے۔

"ان المسافر لما التزم الجمعۃ صارت واجبۃ علیہ ولذا صحت امامتہ" (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۳۹ (۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۷۴۲

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۴۴ (۴) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۳

باب الجمعة

جمعہ کا بیان

جب خطیب حجرے سے نکل پڑے یا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اس وقت نماز پڑھنا یا اس کی اجازت دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: سید غلام سرور، سنی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت در بارہ مسائل ذیل میں:

(۱) بروز جمعہ خطبہ کی اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جیسا کہ عام مسلمانوں میں رائج ہے۔ شرعاً کیسا ہے؟

(۲) خطیب کا منبر پر بیٹھ کر ۴ رکعت سنتیں پڑھنے کی اجازت دینا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اذان جمعہ خواہ اوّل، یا ثانی، یا اذان پنجگانہ سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد قدرے ٹھہر جائے پھر اذان کہے تا کہ دونوں کے مابین فصل ہو جائے، یا یوں کرے کہ درود شریف میں آواز کو پست رکھے تا کہ امتیاز رہے، بلکہ علمائے کرام نے اذان واقامت، اور دیگر بہت سے مواقع پر درود شریف پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین" شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"نص العلماء على استحبابها في مواضع يوم الجمعة وليلتها، وزيد يوم السبت، والاحد، والخميس، كما ورد في كل من الثلاثة، وعند الصباح، والمساء، وعند دخول المسجد، والخروج منه، وعند زيارة قبره الشريف، وعند الصفا والمروة، وفي خطبة الجمعة، وغيرها، وعقب اجابة المؤذن، وعند الإقامة واول الدعاء، واوسطه، واخره، وعقب دعاء القنوت، وعند الفراغ من التلبية، وعند الاجتماع والافتراق، وعند الوضوء، وعند طنين الاذان، وعند نسيان الشئ عند الوعظ ونشر العلوم"(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۱) رد المحتار، ج ۱، ص: ۳۴۸

(۲) خطیب جب خطبہ کے لیے حجرے سے نکل پڑے، یا منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس وقت سے لے کر ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص سنت و نفل پڑھ رہا ہو تو جلد از جلد پوری کر لے۔

درمختار وردالمحتار میں ہے: "اذا خرج الإمام من الحجرة ان كان، وإلا فقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلوٰة ولا كلام إلى تمامها، خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية، فانها لاتكره، سراج وغيره، لضرورة صحة الجمعة، وإلا لا ولو خرج وهو في السنة او بعد قيامه لثالثة النفل يتم في الاصح ويخفف القرأة"(۱)

امام زیلعی قدس سرہ نے "نصب الراية لتخريج احاديث الهداية" میں حدیث پاک نقل فرمائی کہ: "اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج الامام للخطبۃ، ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز سوائے فائتہ واجب الترتیب کے شروع نہ کرے۔"(۳)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خطیب کا خطبہ کے لیے نکل پڑنے سے لے ختم نماز تک تمام دینی و دنیوی کلام اور درود وظائف سنن و نوافل سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور ممنوع کی اجازت دینا خود ممنوع ہے۔ لہٰذا اگر خطیب خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ گیا پھر لوگوں کو سنت شروع کرنے کی اجازت دی تو یہ جائز نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۰

(۲) نصب الراية لتخريج احاديث الهداية، ج: ۲، ص: ۲۰۱

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۷۶۲

کسی کو یاجوج ماجوج کہنا' دیہات میں

نماز جمعہ پڑھنا' حائضہ کا قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیق الرحمٰن سبحانی مقام تھموا ں گلہریا ضلع سنت کبیر نگر

حضور سیدی وسندی آقائی ومولائی حضور مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ ایک مومن مسلمان کو یاجوج ماجوج کہنا کیسا ہے؟

(۲) بہت سے لوگ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کے ترجمہ میں ''ہے'' کا لفظ لاتے ہیں یہ لانا صحیح ہے کہ نہیں؟

(۳) دیہات میں جمعہ فرض نہیں اگر دیہات میں جمعہ پڑھ رہا ہے تو کیا ظہر کی نماز بھی جماعت سے پڑھنا ضروری ہے یا الگ؟ اگر شہر میں پڑھ رہا ہے تو جمعہ کی دو رکعت فرض کے بعد جمعہ کی چار رکعت سنت کی نیت کی جائے گی یا ظہر کی؟

(۴) کسی نے کہا کہ حضرت امام حسن اور حسین، امام جعفر صادق، امام باقر، زین العابدین (رضی اللہ عنہم) وغیرہ یہ سب سید نہیں؟

(۵) حیض کی حالت میں عورت کلمہ یا زبانی قرآن شریف پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ سکتی ہے جب کہ حیض ونفاس کی حالت میں ہو؟

(۶) بہت سے لوگ موبائل میں قرآن شریف، کنز الایمان، بہار شریعت اور فتاوی رضویہ وغیرہ رکھے رہتے ہیں، کیا اس موبائل کو لے کر استنجاء خانہ میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) یاجوج ماجوج ایک قوم ہے جو قرب قیامت ظاہر ہوگی دنیا میں فتنہ وفساد اور تباہی وبربادی پھیلائے گی بہار شریعت میں ہے: ''یاجوج وماجوج ظاہر ہوں گے یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہیں تھا پھر دنیا میں فساد وقتل وغارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے الخ''(۱)

مگر محاورہ میں یاجوج وماجوج ان لوگوں کو کہہ دیا جاتا ہے۔ جو جھگڑا وفساد کریں اور فتنہ پھیلائیں تو آج کسی مسلمان کو یاجوج ماجوج کہنے کا مطلب اسے فسادی جھگڑالو اور فتین کہنا ہے اور بلا وجہ کسی مسلمان کو تکلیف کے الفاظ کہنا ناجائز وگناہ ہے ارشاد حدیث ہے:

(۱) بہار شریعت، ج:۱، ص:۱۲۵، ۱۲۶

"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ" (۱)
لہٰذا بلا وجہ کسی مسلمان کو ماجوج ماجوج کہنا درست نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔
(۲) جماعت اہل سنت کے بعض مصنفین ومترجمین نے تسمیہ کے ترجمہ میں "ہے" کا استعمال کیا ہے لہٰذا اسے مطلقاً غیر صحیح نہیں کہا جاسکتا ہے البتہ نا کرنا بہتر ہے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے لفظ "ہے" کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم
(۳) فقہ حنفی میں دیہات والوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض ہے اور باجماعت پڑھنے کا حکم ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:
"من لا تجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة" (۲)
اور ردالمحتار میں ہے: "لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر" (۳)
بہار شریعت میں ہے: "گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں" (۴)
البتہ اگر عوام نماز جمعہ پڑھتے ہوں تو ان کو بآسانی مسئلہ بتایا جائے اگر فتنہ وفساد نہ ہو اور لوگ مسئلہ بتانے پر سمجھ لیں گے اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو صرف نماز ظہر باجماعت پڑھے ورنہ ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیں غنیمت ہے، اور جب نماز جمعہ شہر میں پڑھ رہا ہے تو سنت جمعہ کی نیت کرے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب
(۴) یہ حضرات بے شک سید ہیں جو ان کے سید ہونے کا منکر ہے وہ محروم القسمت اور بے نصیب ہے۔
(۵) حالت حیض میں تلاوت قرآن حکیم زبانی یا دیکھ کر پڑھنا حرام ہے اور کلمہ طیبہ یا بسم اللہ شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ردالمحتار میں ہے:
"یمنع قراة قرآن ان تقصده فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعا او شیئا من الأیات التی فیها معنی الدعا ولم ترد القراءة لا باس به کما قد مناه عن العیون لابی لیث" (۵) واللّٰہ اعلم بالصواب
(۶) ایسے موبائل کو قرآن شریف، کنز الایمان اور کتب شرعیہ کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہٰذا اسے لے کر استنجا خانہ میں جاسکتا ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵/ ذی قعدہ، ۱۴۳۵ھ

---

(۱) کنز العمال، ج:۱، ص:۱۰ (۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۴۵
(۳) ردالمحتار، ج:۲ ص:۱۳۸ (۴) بہار شریعت، ج:۴ ص:۷۷۴
(۵) ردالمحتار، ج:۱، ص:۴۲۳

عصا لے کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

مسئله از: مشتاق احمد قادری، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ خطبہ جمعہ میں خطیب کا عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ بعض سنت کہتے ہیں بعض مکروہ؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بعض علما نے سنت فرمایا اور بعض نے مکروہ تو بصورت اختلاف بچنا ہی بہتر ہے اور کرنے والے پر تشدد اور طعن و تشنیع درست نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ: ۶۸۴/۳ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبهٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

کسی مسجد میں جمعہ کے لئے دو جماعت کا قیام

مسئله از: جمال احمد رضوی، خطیب و امام سنی عثمانیہ تکیہ مسجد، پریل، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی مسجد میں جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے شرائط و دلائل بالتفصیل بیان فرمائیں۔ اگر نہیں ہے تو جماعت قائم کرنے والے اور ان کے حامیوں کیلیے عندالشرع کیا حکم ہے۔ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جمعہ و عیدین دیگر نمازوں کی طرح نہیں ہے کہ جو چاہے پڑھا دے، جہاں چاہے قائم کردے بلکہ اس کی شرائط صحت میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سلطان اسلام یا اس کا ماذون اقامت جمعہ کرے اور جہاں یہ صورت نہ ہو جیسے عموماً ہندوستان کے شہر تو بوجہ ضرورت عامہ مسلمین جسے امام مقرر کرلیں وہ اقامت جمعہ کرے گا یا وہ کہ امام جمعہ جسے اجازت دے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

"یشترط لصحتها السلطان (الی قوله) ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمه فیجوز للضرورة" (۱)

امام اجل فقیہ النفس علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں "وان لم یمکن ثم قاض ولا خلیفة المسلمین فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جاز لمکان الضرورة" (۲)

اور مسجد واحد میں وقت واحد میں ایک امام مقرر کرنے سے ضرورت پوری ہو جارہی ہے تو دوسرے امام کا مقرر کرنا جائز نہیں کہ جو امر ضرورۃً جائز رکھا گیا ہو وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ما ابیح للضرورة یقتدر بقدرها" (۳)

لہٰذا ایک مسجد جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام ناجائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ فرماتے ہیں: "ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں" (۴)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: "مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی سو یہ بلاشبہ ابتداع فی الدین ہے"۔ (۵)

اور جب نماز جمعہ بشرائط صحت ادا کر لی گئی تو دوسری جماعت ناجائز اور اس کے حامی امر ناجائز کے حامی ہو کر شرعاً مجرم و گنہ گار ٹھہرے۔ ان پر ناجائز امر کے ارتکاب و حمایت سے باز آ کر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

گھر میں جمعہ کی نماز کا پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں رہبری فرمائیں۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) بھوپال کے اندر ہر مسجد، اور عیدگاہ کے اندر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔

---

(۱) تنویر الابصار والدر المختار، ج: ۱، ص: ۵۳۹، ۵۴۰
(۲) فتاویٰ قاضی خان برهامش هندیه، ج: ۱، ص: ۱۷۳
(۳) الاشباه والنظائر، ص: ۸۶
(۴) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۳، ص: ۷۰۸
(۵) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۳، ص: ۶۹۲

بھوپال میں صرف دو مسجد ایسی ہیں جہاں پر اہل سنت والجماعت کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ مسجد پرانی مسجد سے کافی دو رہے۔ بھوپال کے اندر اہل سنت والجماعت کے چار مدارس ہیں۔ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے بحالت مجبوری مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھی تو کیا مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین ہوگئی یا نہیں؟

(۲) ایک اہل سنت کے امام ہیں ان کے پیچھے ایک اہل سنت والجماعت کے فرد کو کراہت ہے، جس مرد کو کسی بات پر کراہیت ہے اس کا دل ان اہل سنت و جماعت کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا ہے اگر وہ فرد ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک، الوھاب:

(۱) اگر گھر یا مدرسہ میں مسلمانوں کو آنے کی عام اجازت تھی اور دیگر شرائط جمعہ وعیدین پائے جارہے تھے تو نماز جمعہ وعیدین گھر اور مدرسہ میں بلاشبہ ہوگئی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"السلطان اذا أراد ان یجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار و اذن اذنا عاما جازت صلوته" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر امام جامع شرائط امامت ہے اور اس میں کوئی مانع امامت شئی نہیں پائی جارہی ہے، پھر بھی کوئی اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرے تو یہ درست نہیں ہے اور اگر اس کراہت کے باوجود اس امام کی اقتدا کرے گا تو نماز ہو جائے گی۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم.**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

جمعہ کے قیام کی چھ شرطیں ہیں

مسئلہ از: محمد حنیف خاں نعیمی، بہادرڈیہہ، جھری تلیا، کوڈرما، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ کی نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟ خیال رہے کہ خانقاہ ایسی جگہ ہے جہاں پر اہل وعیال رہتے ہیں اور سارے لوگ ہیں بایں وجہ کہ میں نے امام کو باشرع

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۴۸

نہیں پایا۔لہٰذا جواب سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت کریں کہ نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے چھ اہم شرطیں ہیں۔ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو جمعہ ہوگا ہی نہیں۔

اس کی پہلی شرط مصر یا فنائے مصر ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع"(۱)

اب اگر خانقاہ مصر یا فنائے مصر میں واقع ہے تو دوسری شرط یہ دیکھی جائے کہ وہاں اذن عام ہے یا نہیں۔ یعنی کیا ہر مسلمان کو بلا روک ٹوک نماز کے لئے آنے کی اجازت ہے؟ پھر یہ کہ جمعہ قائم کرنے والا سلطان اسلام ہے؟ یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہو۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے"**ولا یجوز اقامتها الا لسلطان او لمن أمره السلطان**" (۲)

چوں کہ یہاں ہندوستان میں سلطان اسلام نہیں اس لیے شہر کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ فقیہ وعالم سلطان اسلام کے قائم مقام ہے۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں دیکھا جائے اگر خانقاہ مذکور مصر یا فنائے مصر میں ہے اور وہاں اذن عام بھی ہے تو وہاں کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جمعہ قائم کرسکتا ہے اور وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہوگا۔**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

اجماع کا منکر کیا ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پیلی بھیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے جمعہ کی اذان خطبہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا جس میں اس اذان کا مسجد کے اندر سب سے اگلی صف میں

(۱) الهداية، ج:۱، ص:۱۴۸

(۲) الهداية، ج:۱، ص:۱۶۱

ہونا سنت قرار دیا اور اس پر امت کا اجماع بتایا اور اس اذان کو خارج مسجد منبر کے سامنے جیسا کہ علمائے اہل سنت کا فتویٰ ہے اسے خلاف سنت قرار دیا اور اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں نیز اس اذان کو خارج مسجد کہلانے والوں کے متعلق لکھا "چوں کہ یہ حضرات (سنی رضوی) فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اس لیے غلو عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی مندرجہ بالا عبارت درست ہے؟ اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے یا اس کے حامی کیا شرعاً اجماع امت کے منکر ہوئے؟ اس بنیاد پر کیا کسی مسلمان کو اجماع امت کا منکر بتانا درست ہے؟ اگر نہیں، تو زید مذکور پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ آیا زید لائق امامت رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اجماع امت کا منکر کافر ہے۔ نور الانوار میں ہے "الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین والقطعیة فیکفر جاحدہ" (۱)

اور کشف الاسرار شرح المنار، میں ہے "یکفر جاحدہ کما ثبت بالکتاب او المتواتر" (۲)

اسی طرح سواد اعظم یعنی مذہب اہل سنت وجماعت کا انکار بدمذہبی اور گمراہی ہے اور منکر جہنمی ہے۔ حدیث پاک ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار" (۳)

اور اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے سنی حضرات ہی حق پر ہیں۔ وہ مسئلہ اذان ثانی میں نہ کسی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں، نہ ہی اجماع امت اور سواد اعظم کے منکر ہیں۔ تفصیل کے لیے تصانیف علمائے اہل سنت خصوصاً "شمائم العنبر ادب النداء امام المنبر" اور "اذان خطبہ کہاں ہو" کا مطالعہ کریں۔

زید بے قید سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ سے بغض وعداوت میں مبتلا معلوم ہوتا ہے اور علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: امام "احمد رضا" کی محبت سنیت کی علامت، اور ان سے بغض وعداوت بدمذہبی کی علامت ہے۔ چنانچہ علامہ سید "علوی مالکی" علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے "نحن نعرفہ بتصنیفاتہ وتالیفاتہ حبہ علامة السنة وبغضہ علامہ البدعة" (۴)

---

(۱) نور الانوار، ص: ۲۲۵

(۲) کشف الاسرار شرح المنار، ج: ۲، ص: ۱۱۱

(۳) مشکوۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۳

(۴) امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص: ۱۴۸

غالبًا اسی بغض وعداوت اور حسد وتعصب نے زید کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا کیوں کہ اس نے بیک جنبش زبان کڑوروں مسلمانوں کو منکر اجماع وسواد اعظم کہہ کر خود اپنے اوپر کفر کو لوٹا لیا۔ سچ ہے

اف رے ظالم یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

حدیث پاک میں ہے:"ومن دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللّٰہ ولیس کذالک إلا حار علیہ"(۱)

امام اجل علامہ' قاضی عیاض' مالکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:"کذالک نقطع بعکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ إلی تضلیل الأمۃ وتکفیر جمیع الصحابۃ" (۲)

شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند مفتی" محمد شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں شاہد ہیں۔"(۳)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ زید کروڑوں مسلمانوں پر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا غلط الزام دے کر خود اپنے اوپر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا الزام لگا کر کفر کیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور علانیہ معافی مانگے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اس سے مکمل اجتناب کریں اور اس کی اقتدا ہرگز ہرگز نہ کریں کہ جب تک وہ توبہ نہ کرے لائق امامت نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیئے

مسئلہ از: اقبال احمد قادری سیتاپوری، متعلم دار العلوم ہذا، جمد اشاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ممبر کے پاس ہونی چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان ممبر کے سامنے خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۴۷

(۳) نزھۃ القاری، ج: ۳، ص: ۴۵۷

ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ قرآن وحدیث، اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ان کی وضاحت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بے شک خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے یہی سنت ہے اور داخل مسجد کہنا خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں اسی طرح خلفاے راشدین اور صحابہ کرام کے زمانہ مبارک میں یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن السائب بن یزید قال: کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر" (۱) یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔

اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَوۡمِ الۡجُمُعَةِ﴾ (۲) کے تحت فرماتے ہیں: **"إذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد"** (۳) یعنی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

اور البحر الرائق میں ہے:

"لا یؤذن فی المسجد" (۴) یعنی مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے **"یکرہ ان یؤذن فی المسجد"** (۵) یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے: **"قالوا لا یؤذن فی المسجد"** (۶) فقہاے کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

---

(۱) السنن لابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۶۲

(۲) سورۃ الجمعۃ، آیت: ۹

(۳) تفسیر الجمل، ج: ۴، ص: ۳۴۳

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۵) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۱۷

(۶) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۱۵

ان تمام اقوال وارشادات سے مثل آفتاب روشن ہوجاتا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا ممنوع، خلاف سنت، اور بدعت سیئہ ہے۔ لہٰذا زید کا قول غلط اور خلاف شریعت ہے اور بکر صحیح اور حق پر ہے۔ خدائے تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غلط رواج چھوڑ کر شریعت پر عمل کی توفیق بخشے اور ہٹ دھرمی سے بچائے۔ آمین. وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

جمعہ کی نماز سے پہلے نعت وتقریر کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفرآباد، پوسٹ بڑھرا بھٹورا، ضلع بلرامپور، یوپی

کوئی شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے نعت شریف یا کوئی نظم وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

جمعہ کو اذان خطبہ سے پہلے اگر کوئی وعظ ونصیحت کرتا ہے یا نعت شریف اور اچھے اشعار پر مشتمل کوئی نظم پڑھتا ہے تو یہ جائز ودرست ہے۔ حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"اذان خطبہ سے پہلے منبر سے نیچے یا منبر پر اردو وغیرہ میں تقریر کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں"۔(۱)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

چودہ رکعتیں صرف جمعہ کی ہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری، پرسامیر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ کیا جمعہ شریف کی ۱۴ رکعتیں پنج وقتہ نمازوں کی رکعتوں ہی کی طرح ہیں یا جمعہ میں ظہر کی رکعتوں کی شمولیت ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ رکعتیں مستقلاً صرف جمعہ کی ہیں۔ ظہر کی شمولیت اس میں نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے "کـــان

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۰۸

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرکع قبل الجمعۃ اربعاً لایفصل فی شئی منھن"(۱)
ایک حدیث میں ہے: "من کان منکم مصلیا بعدالجمعۃ فلیصل اربعاً." (۲)
بہار شریعت میں ہے: سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے پہلے، چار ظہر کے پہلے، دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد اور چار جمعہ سے پہلے اور چار بعد میں یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں۔"
(۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

دیہات میں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے ساتھ فرض ظہر پڑھی جائے

مسئلہ از: سید امتیاز حسین شاہ، پوسٹ درہال ملکاں، تحصیل راجوری، ضلع تھنسدری اسٹیٹ، جموں وکشمیر
عرض ایں کہ ایک ایسا گاؤں ہے جہاں ضرورت کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہے اور نہ ہی وہاں بازار، گلی، کوچے اور نہ ہی اسٹیشن و پرگنہ ہے۔ مگر ایسی جگہ تقریباً چار پانچ برس سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جارہی ہے۔ کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو صحت جمعہ، وعیدین کے کیا شرائط ہیں۔ نیز اس سے روشناس فرمائیں کہ قائم کیے ہوئے جمعہ کو ختم کرنا چاہیے یا نہیں اور اگر ختم نہیں کرنا چاہیے تو وہاں صرف جمعہ پڑھی جائے گی یا احتیاطی ظہر بھی پڑھنا ضروری ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوھاب:
مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی تمام معتبر ومستند کتابوں میں بصراحت مذکور ہے۔ چنانچہ ہدایہ اوّلین میں ہے:
"لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع، او فی مصلی المصر ولاتجوز فی القریٰ لقولہٖ علیہ السلام لاجمعۃ ولاتشریق ولافطر ولااضحیٰ الافی مصر جامع"(۴)

---

(۱) السنن لابن ماجۃ، ص: ۸۰، باب ماجاء فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ
(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۲۹
(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱
(۴) الھدایۃ ج: ۱، ص: ۱۶۸

اورسوال میں مذکورہ آبادی کی کیفیت سے واضح ہے کہ وہ دیہات ہے شہر نہیں ہے کہ شہر اس آبادی کو کہتے ہیں جس میں دوامی بازار ہوں، متعدد گلی کوچے ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو۔ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو ظالم سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ هکذا قال الامام احمد رضا القادری رحمه الله تعالیٰ فی الجزء الثالث من الفتاویٰ الرضویة ناقلاً عن الخانیة والدر المختار وغیرها من الکتب الفقهیة الحنفیة.

لہٰذا مذکورہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے۔ البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اس کو ختم نہیں کیا جائے گا اور عوام کو مسئلہ شرعیہ سے ضرور آگاہ کیا جائے گا کہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ظہر پڑھنا ضروری ہے۔ بنابریں اس گاؤں میں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہوتو انہیں روکا نہ جائے بلکہ نرمی سے بتایا جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔ یہ مجلس شرعی کے فیصل بورڈ کا فیصلہ ہے۔(۱)

اور جمعہ وعیدین کی صحت کے لیے فقہائے کرام نے چھ شرطیں بیان کی ہیں۔ ان میں پہلی شرط مصر یا فنائے مصر مذکور ہے جس کی کچھ وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ تفصیل بہارشریعت، جلد:۴، صفحہ:۸۴ پر ہے۔ "هذه کلها فذلکة ما قال الشیخ الامام احمد رضا قدس سره وصدر الشریعة المفتی "امجد علی" رحمة الله علیه وفقیه الملة المفتی "جلال الدین احمد" الامجدی وغیرهم من العلماء الکرام زادهم الله شرفاً وفضلاً" والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — ۲۶؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی فرض نماز ساقط نہیں ہوتی

مسئلہ از: مولانا ابراہیم آسی، ایم اے بی ایڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) خالد جو عالم دین ہیں جن کا مکان دیہات میں ہے وہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے بعد سب مقتدیوں کے ساتھ ظہر کی نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ خالد کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، با جماعت ادا کرنے کی چند فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دیہات میں عموماً جماعت کی پابندی نہیں ہوتی اس طرح سے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ: لوگ عموماً جمعہ کے بعد ظہر کی نماز الگ سے نہیں پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے جو پنج وقتہ نمازی ہیں جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ تیسرا یہ ہے

(۱) دیہات میں جمعہ کے ساتھ ظہر کے متعلق فیصل بورڈ کا فیصلہ، ص:۲

کہ: جو پنج وقتہ نمازی نہیں صرف جمعہ کے لیے آتے ہیں تو جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز باجماعت ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خالد کا کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا ہو جاتی ہے؟

(۳) کیا دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے؟

(۴) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ ادا کرنے والا گنہ گار ہے؟

(۵) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نہ ادا کرنے سے ظہر کی نماز قضا ہو جائے گی؟

(۶) اگر دیہات میں جمعہ کے بعد بھی نمازی ظہر باجماعت ادا کریں تو کیسا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوالات کے جوابات سے قبل چند امور کی تفصیل ضروری ہے جس سے اصل مسئلہ کا حکم خوب واضح ہو جائے گا۔ فاقول وباللہ التوفیق:

فقہ حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ فرضیت وجواز جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کا ہونا شرط ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی تمام مستند ومعتبر متون وشروح اور حواشی وفتاویٰ میں یہ شرط بصراحت مذکور ومسطور ہے۔ "ہدایہ" میں ہے: **"لا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع"(۱)**

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے **"ولأدائها شرائط منها المصر هكذا فی الكافی"(۲)**

اور "بحرالرائق" میں ہے **"شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قرية ولا فی مفازة"(۳)**

اور "درمختار" میں ہے **"ويشترط لصحتها المصر او فناء ه"(۴)**

اور محقق اعظم اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ رقم طراز ہیں "مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے۔ دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادائیگی جائز، نہ صحیح"(۵)

ان تمام عبارات واقوال سے مثل آفتاب روشن کہ مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ البتہ دیہات میں جہاں لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں انہیں اس سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں

(۱) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۴۸ (۲) الفتاوی العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۴۴

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۲۶ (۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۳۶

(۵) الفتاوی الرضوية، ج: ۳، ص: ۷۱۰

غنیمت ہے۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر علمائے کرام نے تحریر فرمایا ہے۔

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی بلکہ دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے ''ومن لا تجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة'' (۱)

اور بہارِ شریعت میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں'' گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں۔(۲)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی ''جلال الدین احمد'' امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''جس طرح اور دنوں میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے ایسے ہی دیہاتوں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا ضروری ہے۔'' (۳)

اور مجلس شرعی مبارکپور کے فیصل بورڈ کا فیصلہ یہ ہے کہ

''جو آبادی عبارت نمبر ۴ (یعنی ظاہر الروایہ اور نادر الروایہ دونوں میں سے کسی اعتبار سے شہر نہ ہو بلکہ ہر دو اعتبار سے دیہات ہو) کے تحت آتی ہے۔ وہاں جمعہ وعیدین کی اقامت وادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں بہ نرمی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے''۔ (۴)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں نمبروار ہر ایک سوال کا جواب ملاحظہ کریں۔

(۱) خالد کا کہنا درست ہے البتہ خالد کو چاہیے کہ دیہات میں جمعہ کے متعلق مکمل تفصیل ذکر کردے۔

(۲) نہیں جیسا کہ تفصیل اوپر مذکور ہے۔

(۳) ہاں ضروری ہے۔

(۴) ہاں کیوں کہ وہ تارک نماز ظہر ہوگا۔

(۵) اگر ظہر کے وقت میں ادا کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جمعہ کے بعد ظہر نہ ادا کرنے سے ضرور قضا ہو جائے گی۔

(۶) جائز و درست بلکہ لازم و ضروری ہے۔

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۴۴

(۲) بہارِ شریعت، ج:۴، ص:۱۰۲

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۲۲

(۴) مشمولہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، بستی، ج:۲، ص:۱۰۰

والدلائل کلها مبسوطة ومبينة فيما اعلاه فلا حاجة إلى اعادتها. والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳؍جمادی الآخرۃ ۱۴۲۳ھ

فقہ حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے

مسئلہ از: کمیٹی مسجد غوثیہ گاندھی نگر، ضلع نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: ڈچپلی ایک تحصیل ہے جس میں ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاف، سرکاری اسپتال، پولس اسٹیشن، منڈل آفس وغیرہ ہے۔ ڈچپلی میں مختلف محلے ہیں جس کا ایک محلہ گاندھی نگر کالونی ہے۔ اس محلے کی مسجد میں یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ سے جمعہ کی نماز محلے کے امام صاحب نے قائم کیا۔ اب تک جمعہ کی نماز ادا کی جارہی ہے۔ گاندھی نگر کالونی سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز پہلے سے ادا کی جارہی ہے اس مسجد کے امام صاحب نے فرمایا کہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوگی۔ لہٰذا آپ لوگ ہمارے محلے کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز آکر ادا کریں۔ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کردیں۔

(۱) کیا گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کردیں یا قائم رکھیں؟

(۲) جامع مسجد کے امام صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ یہاں آکر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ ان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) فقہ حنفی کے مطابق صحت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے اور شہر کی تعریف میں صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ وسطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔"(۱)

شہر کی یہ تعریف ڈچپلی پر صادق آتی ہے کہ وہ تحصیل ہے اور تحصیل شرعاً شہر ہے۔ لہٰذا اس کے محلہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ صحیح ہے۔ اب اس کو بند کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص:۹۳

(۲) ایک شہر میں متعدد جمعہ ہو سکتا ہے۔"فتاویٰ امجدیہ" میں ہے کہ

"تعدد نماز جمعہ میں قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ ہے کہ ایک شہر میں متعدد جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔"(۱) لہٰذا جامع مسجد کے امام صاحب کا قول صحیح نہیں ہے۔انہیں چاہیے کہ غلط مسئلہ بتانے کی وجہ سے توبہ کریں اور آئندہ غلط مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

دیہات میں نہ جمعہ ہے نہ عیدین

مسئلہ از: مصلیان دھوم ڈانگی، ہیو ماپور، اتر دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

سوال نمبر-۱: زید ایک عالم دین ہے جو ایک مفتی صاحب کا حامی ہے ان کے فتویٰ کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔اس پر عمل کرتے ہوئے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔فتویٰ درج ذیل ہے:

فتویٰ میں دیہات میں جمعہ کی نماز کے بعد فوراً باجماعت چار رکعت ظہر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔نہیں پڑھنے والا فاسق و فاجر، اور گناہ کبیرہ مرتکب، اور مستحق عذاب نار ہے۔علاقے میں جا بجا عمل بھی کروایا ہے۔عوام اس بات کو چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے پیر طریقت علامہ سید شاہ "اظہار اشرف" صاحب قبلہ سے اس صورت حال کو بیان کیے تو حضرت پیر طریقت مذکور موصوف نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ یا ظہر پڑھو ایک ہی وقت میں دو فرض کیسے پڑھوگے؟ حضرت موصوف کے بیان پر عوام بعد نماز جمعہ باجماعت ظہر پڑھنا بند کر دیے لیکن علاقہ (دار جلنگ میں مدرسہ قمر العلوم گوجاڑی بدھان نگر) اس مسئلہ پر فتنہ و فساد ہو کر ایک عام مصلی کی موت ہو گئی۔اور مقدمہ کی نوبت آ گئی اور امام مدرسہ مذکور اپنا مال و اسباب چھوڑ کر اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے۔

سوال نمبر-۲: ایک نمبر سوال کا زید عالم دین دیہات میں جمعہ کو ناجائز سمجھ کر ادا نہیں کرتا لیکن عیدین کی نماز کا امام بنتا ہے تو زید عالم دین از روئے شرع عیدین کا امام بن سکتا ہے یا نہیں۔مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیہات میں جمعہ کی نماز کا ناجائز ہونا یہ کسی ایک مفتی صاحب کے فتویٰ کی بنا پر نہیں ہے بلکہ علمائے احناف کے نزدیک حدیث صحیح کی بنا پر دیہات میں نماز جمعہ ناجائز ہے۔چنانچہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۲۹۴

سے روایت ہے:

"لا جمعہ، ولا تشریق، الا فی مصر جامع" (۱) جمعہ اور تکبیر تشریق یعنی عیدین صرف شہر میں ہیں یہی مذہب حضرت حذیفہ وعطا وحسن وابراہیم نخعی ومجاہد وابن سیرین وسفیان ثوری وسحنون رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ تفصیل کے لیے ہدایہ، بحر الرائق، رد المحتار، فتح القدیر، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ وغیرہ کتب معتمدہ سے رجوع کیجیے۔

لہٰذا زید نے اگر دیہات میں نماز جمعہ نہ پڑھی اور لوگوں کو یہ مسئلہ بتایا، بے جانہ کیا، البتہ دیہات میں جہاں جمعہ قائم ہے اس سے روکا نہ جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۲) میں ہے۔

رہا ایک ہی وقت میں دو فرض کا شبہ تو جو علما نماز جمعہ کا مسئلہ بتاتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس بات کی بھی وضاحت کردیا کریں کہ دیہات میں جو دو رکعت بنام جمعہ پڑھی جاتی ہے وہ فرض نہیں ہے۔ لہٰذا ایک وقت میں دو فرض نماز کی ادائیگی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زید نے دیہات میں نماز جمعہ سے متعلق جو مسئلہ بتایا درست ہے۔ مگر عوام نے جو فتنہ وفساد برپا کیا اور قتل وغارت گری اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچائی یہ حرام، حرام اشد حرام ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے توبہ واستغفار کریں اور آپس میں میل ومحبت سے رہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

اس کے ساتھ نہایت ضروری امر یہ ہے کہ علما ان مسائل کو ایسے احسن طریقے سے بتائیں کہ عوام میں انتشار نہ پھیلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾ (۳)

اور اگر فتنہ وفساد کا خوف ہو تو جبراً عمل بھی کرانے کی کوشش نہ کریں کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) جواب اول سے ظاہر ہوگیا کہ دیہات میں نہ جمعہ ہے نہ عیدین مگر جس طرح عوام کو جمعہ سے منع نہ کیا جائے گا یوں ہی عیدین سے بھی انہیں منع نہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام "احمد رضا" قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع کرنے

(۱) سنن البیھقی، ج:۳، ص:۲۵۴

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۷۵۱

(۳) سورۃ النحل، آیت:۱۲۵

(۴) سورۃ یٰس، آیت:۱۷

کی بھی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح سے اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے"۔(۱) اگر عیدین کی نماز میں امامت نہ کرنے سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو زید وہاں سے کسی شہر چلا جائے اور اگر بغیر امامت چارہ نہ ہو تو بہ نیت نفل امامت کر سکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

روایت نادرہ پر دیہات میں جمعہ جائز ہے

مسئلہ از: مظہر علی علیمی، دار العلوم اشرفیہ، عزیز العلوم تالبی، پوسٹ سمرا، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ: دیہات میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں عوام الناس یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھنا بے کار ہے۔ کیوں کہ جب ہماری نماز نہیں ہوگی تو ہم پڑھ کر کیا کریں گے۔ جب ثواب کچھ ملنا ہی نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں امام ابو یوسف کے قول نادرہ پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھی جائے اور اس دن کی ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہیں۔ اگر اس مسئلہ پر ادارہ شرعیہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں بحث ہوئی ہو تو مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر عوام پڑھتے ہوں تو منع نہ کریں کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ **ھکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ.**

البتہ بلطف و نرمی اصل مسئلہ سے ضرور آگاہ کیا جائے کہ تم لوگوں پر جمعہ کے بجائے ظہر با جماعت واجب ہے اور اگر فتنہ و فساد کا خوف ہو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۲)

ہاں اگر وہ دیہات ایسا ہے جو روایت نادرہ یعنی ایسی آبادی کہ جس میں اتنے مسلمان مرد عاقل، بالغ، تندرست جن پر جمعہ فرض ہے آباد ہوں کہ اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں حتیٰ کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد بنانی پڑے کے مطابق شہر ہو رہا ہے تو موجودہ دور کے علماے اہل سنت نے ایسی جگہ جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی مجلس شرعی میں یہ معرکۃ الآراء مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے۔ مگر شدید اختلاف کی بنا پر

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۷۱۹

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۸۶

فیصل بورڈ کے حوالہ کر دیا گیا تھا جس کے ارکان تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ اور محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی تھے۔ ان ذوات قدسیہ نے بحث وتمحیص کے بعد یہ حکم دیا کہ

(۳) جو آبادی عبارت نمبر ۳ اور روایت نادرہ کے تحت آتی ہے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہاں منع نہ کیا جائے۔ خصوصاً جب کہ عوام وخواص جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور کوئی ترک کرے تو مفسدہ اور فتنہ کا دروازہ کھلے۔

(۴) جو آبادی عبارت نمبر ۴ کے تحت آتی ہے وہاں جمعہ وعیدین کی ادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں نرمی سے اس کی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔"(۱)

اور پھر توضیح مجمل میں لکھا گیا کہ ۳-۴ کا حکم یکساں ہے اور دونوں جگہ بنام جمعہ دو رکعت پڑھ لینے کے بعد چار رکعت فرض ظہر باجماعت لازم ہے۔"(۲)

حاصل کلام یہ کہ اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ کے مطابق جو شہر ہیں جمعہ وہاں درست ہے اور جو آبادی اس کے مطابق شہر نہیں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہوں تو منع نہ کیا جائے اور ممکن ہو تو انہیں اصل مسئلہ سے آگاہ کر کے اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری	کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی	۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

بعد جمعہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے کا حکم شرعی

مسئلہ از: اساتذہ دارالعلوم انوار الاسلام، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) موضع سہاول پور اٹھیا بازار، ضلع سدھارتھ نگر کی مسجد میں ایک عالم نے جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کا حکم دیا جب کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز لوگ فرداً فرداً پڑھتے تھے۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے پر ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ جب کہ عالم دین نے قانون شریعت اور انوار الحدیث کا حوالہ پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے نہیں مانتے ہیں۔ صرف اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے حوالہ چاہتے ہیں

---

(۱) عکس فیصلہ در بارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۲

(۲) عکس فیصلہ در بارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۳

تو برائے کرام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب سے حوالہ پیش فرمائیں۔

(۲) بعد جمعہ ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے پر حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اگر ظہر کی نماز اکیلے پڑھا جائے تو کوئی گناہ ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر ہی فرض ہے اور جماعت سے پڑھنا لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"من لا تجب عليهم الجمعة من اهل القرىٰ والبوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة" (۱) یعنی دیہات اور صحرا کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں تو ان لوگوں کے لیے حکم ہے کہ جمعہ کے دن بھی اذان واقامت کر کے جماعت سے نماز ظہر پڑھیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام "احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے۔ گنہگار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔" **"فی الدر المختار وفی القنية. صلاة العيد فی القرىٰ تكره تحريماً ای لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة انتهى اقول فالجمعة اولى لان فيها مع ذلك اما ترك الظهر وهو فرض اوترك جماعته وهى واجبة ثم الصلوٰة فرادى مع الاجتماع وعدم المانع شنيعة اخرىٰ غير ترك الجماعة"** (۲)

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔" (۳)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ فتنہ برپا کریں گے تو ان کو یہ کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی بھی چار رکعت پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳

(۲) الفتاویٰ الرضویة: ج: ۳، ص: ۷۱۶

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۰۲

گا۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسا شخص شریعت کے مسائل سے جاہل اور مجرم وخطا کار ہے وہ توبہ کرے اور آئندہ حکم شرعی کے خلاف قدم نہ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) بلاعذر شرعی ترک جماعت کا وبال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی جماعت قائم کرنے والے کو فتنہ کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد عبداللہ تالدار پور، بلد سپور، چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ان دیہات میں جہاں جمعہ کی نماز واجب نہیں وہاں عرصہ دراز سے جمعہ قائم مگر ظہر کی جماعت نہیں ہوتی وہاں پر بعد جمعہ ظہر کی جماعت قائم کرنا یا کرانا کیا ہے؟

(۲) بعد جمعہ مولوی زید نے ظہر کی جماعت کی اہمیت، اور ترک فرض کی وعیدیں بتا کر جماعت ظہر قائم کی اور سب نے ظہر مع جماعت بعد نماز جمعہ زید کی اقتدا میں ادا کی اس کے بعد آئندہ جمعہ خبر کے مطابق نماز ظہر ادا نہیں کرائی۔

(۳) ۷ جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۲ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ آئے ہوئے کوئی مہمان خصوصی سے مذکورہ نمبر ۲ کا تذکرہ ہوا تو مہمان خصوصی نے زید کو بلا کر عوام کے سامنے ذلت آمیز انداز میں کہا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ دس سال سے کیا کر رہا تھا اور جماعت ظہر قائم نہیں ہونے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کا فعل صحیح ہے؟ یا مہمان خصوصی کا قول وفعل؟ زید کا فعل صحیح ہونے کی صورت میں مہمان خصوصی اور امام پر حکم شرع کیا ہوگا؟

(۴) مذکورہ بعد جمعہ ظہر کی نماز قائم کرنا فتنہ ہے، یا ترک نماز ظہر اور ظہر کے ترک کا وبال کس پر ہوگا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة

---

(۱) الفتاویٰ المصطفویة، ص: ۲۳۱

عظیمۃ" (۱)

ہدایہ میں ہے:"لا تجوز فی القریٰ" (۲)

البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۳) میں ہے لیکن جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگ اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"من لا تجب علیھم الجمعۃ من اھل القریٰ و البوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان و اقامۃ" (۴)

اور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔ جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔"(۵)

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی فرض بھی چار رکعت نماز پڑھو کہ تم پر ظہر کی نماز فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے گا۔ (۶) ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی جماعت دیہات میں قائم کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲،۳،۴: جواب سے معلوم ہو گیا کہ زید کا فعل صحیح اور فقہائے اسلام کے ارشادات کے مطابق ہے اور مہمان خصوصی کا فعل غلط ہے ان پر لازم ہے کہ مسئلہ شرعیہ پر عمل کرانے کو فتنہ کہنے اور زید کی تحقیر اور ایذا رسانی پر توبہ و استغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں ورنہ سزائے الٰہی کا انتظار کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَھُمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَلَھُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾" (۷) اور مہمان خصوصی کے کہنے پر جن لوگوں نے ترک ظہر کیا وہ بھی گنہگار ہوئے۔ ساتھ ہی اس ترک کا وبال روکنے والوں پر بھی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(۱) سنن البیھقی، ج:۳، ص:۲۵۴
(۲) الھدایۃ، ج:۱، ص:۱۶۸
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۲۴۷
(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۴۵
(۵) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۰۲
(۶) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص:۲۳۱
(۷) سورۃ البروج، آیت:۱۰

دیہات میں جمعہ قائم کرنا یا بند کرنا

مسئلہ از: مجیب الرحمٰن جامعہ مدینۃ العلوم پچپوکھری بازار، ضلع سنت کبیر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

ہمارے گاؤں میں تقریباً ۳۷ سال قبل دو مسجد میں جمعہ ہورہا تھا زید نے آکر ایک مسجد سے جمعہ ختم کرکے ایک ہی مسجد میں جمعہ باقی رکھا اب ۳۷ سال بعد کیا زید کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں برقرار رکھتے ہوئے پھر اس مسجد میں بھی جمعہ قائم کرے جس میں ۳۷ سال پہلے جمعہ ختم کیا تھا جبکہ جامع مسجد سب کے لئے کافی وافی ہے۔ اب اگر زید نے جمعہ جاری کردیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذہب حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ یہی مذہب سیدنا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے آپ فرماتے ہیں:

"لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحىٰ الا فى مصر جامع او مدينة عظمة"(۱)

ہدایہ میں ہے "لاتجوز فی القریٰ"(۲)

البحر الرائق میں ہے "لاتصح فی قریة"(۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اس دین بیزار ماحول اور مسلمانوں کی مذہبی حالت کے پیش نظر اللہ ورسول کا نام لینے سے عوام کو روکنا نہیں چاہئے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ دیہات میں جمعہ کے متعلق ایک مقام پر فرماتے ہیں

"دیہات میں جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی﴾(۴)

---

(۱) سنن البیھقی، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۲) الھدایہ، ج: ۱ ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۵۲

اور فرماتے ہیں

''مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔''(۱)

ایک مقام پر لکھتے ہیں ''جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت'' اھ(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں جمعہ ہو رہا تھا زید کو اسے بند کرنے کی ضرورت نہ تھی اور جب بند کر دیا تھا تو پھر اس دیہات کی مسجد میں جمعہ قائم نہیں کرنا تھا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے۔'' اھ(۳)

زید نے اس جگہ جمعہ قائم کر کے خلاف شرع کام کیا ہے اس سے توبہ کرے اور جو جمعہ قائم کر دیا اب اسے بھی بند کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاخرہ ۱۴۲۳ھ

گاؤں میں جمعہ وظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد ادریس قادری رضوی، برگدوا پوسٹ رہرا بازار، ضلع بلرام پور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) کیا گاؤں میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) بعض گاؤں میں دو رکعت نماز جمعہ پڑھتے ہیں تو گاؤں والے نیت کیسے کریں؟ کیا نماز جمعہ فرض، سنت یا نفل کی؟

(۳) بعض گاؤں میں پہلے طریقہ کی طرح دو رکعت نماز جمعہ ہوتی ہے اور فوراً ہی چار رکعت نماز ظہر باجماعت پڑھتے ہیں کیا ان کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز ظہر جو جماعت سے پڑھتے ہیں اس کے لئے تکبیر بھی پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ ان سوالات کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ عربی حوالہ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۳۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۲

کے ترجمہ کے ساتھ عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) فقہ حنفی کی جملہ متون وشروح اور حواشی وفتاویٰ میں بصراحت مرقوم ہے کہ مذہب حنفی میں فرضیت وصحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے۔ چنانچہ ملک العلماء علامہ سعود کاسانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة و شرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر و من کان ساکنافی توابعه."(۱)

یعنی رہا مصر جامع تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وجوب جمعہ اور اس کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے حتیٰ کہ جمعہ صرف شہر اور فنائے شہر میں رہنے والوں پر لازم ہے۔

اور قدوری شریف میں ہے "لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری."(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے"ولادائها شرائط المصر هکذا فی الکافی"(۳)

ہدایہ میں ہے"لاتجوزفی القری"(۴)

البحر الرائق میں ہے"لاتصح فی قریة۔"(۵)

تبیین الحقائق میں ہے"شرط جواز اداء الجمعة المصر حتی لایجوز اداؤها فی المفازة ولافی القری لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولافطر ولااضحی الا فی مصر جامع."(۶)

فتاویٰ تاتاریہ خانیہ میں ہے "شرائط ادائها المصر وهذا مذهبنا."(۷)

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج: ۱، ص: ۵۸۳

(۲) القدوری، ص: ۳۶

(۳) الفتاویٰ العالمگیری، ج: ۱، ص: ۱۴۵

(۴) الهدایه، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۵) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۶) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۵۲۳

(۷) الفتاویٰ التاتارخانیه، ج: ۱، ص: ۵۳۱

النہر الفائق میں ہے "شرط ادائها المصر فلاتصح فی قریة ولامفازة."(۱)
درمختار وردالمحتار میں ہے "ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر."اھ(۲)
ان تمام عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے۔ دیہات میں فرض نہیں۔ اگر کوئی مدعی حنفیت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کے لئے حکم دیتا ہے تو وہ مذہب حنفی سے جاہل ہے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایۃ کے مطابق شہر نہ نادر الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں۔ اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف نماز ظہر پڑھی جائے۔ جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا نفل وسنت کی یا صرف نماز جمعہ پڑھنے کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض ونفل کی نیت کریں نہ سنت وواجب کی مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:
"من لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة."(۳)
اور درالمختار میں ہے "لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر."(۴)

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے، اگر کوئی مدعی حنفیت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کا حکم دیتا ہے تو وہ مذہب حنفی سے جاہل ہے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایت کے مطابق شہر ہے نہ نادر الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف ظہر پڑھی جائے جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا سنت ونفل کی یا صرف نماز جمعہ کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض وواجب کی نیت کریں نہ سنت ونفل کی بلکہ مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ

(۱) النہر الفائق، ج:۱، ص:۳۵۲
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ج۳ ص۶
(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۵۴
(۴) ردالمحتار، ج:۳، ص:۸

اللہ جل مجدہ کے سپرد ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"من لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة." (۱)

اور ردالمحتار میں ہے: "لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر" (۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جب دیہات اور جنگل وصحرا میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں تو دیگر ایام کی طرح اس دن بھی نماز ظہر باجماعت ان پر لازم ہے اور اگر انہوں نے جمعہ پڑھ لی تو اب بھی ظہر کی ادائیگی ان پر ضروری ہے۔ یہ تو ہوا اصل حکم شرع مگر آج مسلمانوں کی دینی حالت ناگفتہ بہ ہے عام طور سے لوگ پنج وقتی نماز نہیں پڑھتے لیکن جمعہ کا اہتمام ضرور کرتے ہیں اور آٹھ دن میں بنام جمعہ مسجد میں آکر اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں، اور کچھ دیر پند وموعظت اور ذکر الٰہی میں اپنا وقت لگا دیتے ہیں۔ اب اگر ان کو جمعہ سے روک دیا جائے اور جن دیہاتوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے اسے بند کرادیا جائے تو جو لوگ آٹھ دن پر ایک مرتبہ مسجد میں آکر اللہ ورسول کا نام لیتے ہیں وہ بھی بند کردیں گے۔ علاوہ ازیں شور وغل اور فتنہ وفساد بھی برپا کریں گے۔ ان حالات کے پیش نظر علمائے حق اور بالغ نظر فقہائے کرام اور سچے مفتیان عظام نے فرمایا کہ عوام اگر جمعہ پڑھیں تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں۔ دیگر ایام کی طرح اس دن بھی آپ پر ظہر فرض ہے۔ اگر بے فتنہ وفساد و بے تقلیل حاضرین لوگ یہ حکم بہ سروچشم قبول کرلیں تو اسی پر عمل ہو ورنہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔

پھر وہ اگر جمعہ کی نماز پڑھیں تو چونکہ اس نماز سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض اور جماعت سے پڑھنا واجب ہے اس کے لئے تکبیر بھی کہی جائے او پر فتاویٰ عالمگیری اور ردالمحتار کی عبارت گزری کہ اگر دیہات کے لوگ جمعہ پڑھ لیں تب بھی ان پر ظہر کی ادائیگی لازم ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جن دیہاتوں میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد چار رکعت نماز ظہر باجماعت پڑھتے ہیں وہ درست ہے کہ یہی حکم شرع ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۵۴

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۸

شہر ساگر کرناٹک میں قیام جمعہ کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد یوسف رضوی وارا کین کمیٹی نورانی مسجد، ایس این نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہر ساگر میں محلہ ایس این نگر جو کہ متوسط آبادی کا علاقہ ہے جس میں غالبًا سنی مسلمانوں کا ۵۰۰ کنبہ آباد ہے مگر اس علاقہ میں کوئی اہل سنت والجماعت کی مسجد نہیں ہے ہاں ایک جس کو مسجد کی حیثیت دے کر حکومت کی جگہ میں غالبًا بیس سال سے پنج وقتہ نماز اور ضرورت کے مطابق عیدین کی نماز بھی پڑھی جارہی ہے۔ حکومت کی جانب سے ابھی تک کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اہل محلہ مسجد کے تمام اخراجات اٹھانے کو تیار ہیں اور رجسٹریشن کرانے کی تیاری چل رہی ہے اور میونسپل کارپوریشن بھی رجسٹریشن کرنے کو تیار ہے اور حکومت کو مسجد کے نام پر ٹیکس بھی ادا کئے جارہے ہیں لہٰذا مسجد میں نماز جمعہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دور دراز علاقے میں جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی نماز جمعہ ضائع ہوجاتی ہے لہٰذا ایسی جگہ نماز جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ساگر شہر ہے یعنی وہاں حکومت کی جانب سے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے حاکم مقرر ہے بلفظ دیگر ضلع یا تحصیل کا درجہ حاصل ہے تو مسجد مذکور میں قاضی شریعت اور وہ نہ ہو تو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین فقیہ معتمد کے حکم سے جمعہ قائم کرسکتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کرسکتا ہے۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۷۵۳

دیہات میں جمعہ وظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: سیف الدین نظامی، قاضی پور، حضرت پور، وزیر گنج، ضلع گونڈا (یو پی)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ کی دو رکعت پڑھنے کے بعد ظہر کی چار رکعت پڑھنا فرض ہے یا نہیں۔ نیز جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا؟

(۲) اس وقت مسجد میں دو جماعتیں ہو رہی ہیں انتشار ہے لوگوں میں مگر اکثر سنی حضرات جماعت سے پڑھ رہے ہیں تو کیا کچھ لوگوں کے کہنے پر جماعت چھوڑ دی جائے؟

(۳) جمعہ کی دو رکعت کے بعد اس مصلیٰ پر فوراً چار رکعت امامت کی حالت میں ظہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو لوگ دیوبندیوں سے راضی ہیں شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟ ان لوگوں کو حوالہ دیا گیا مگر نہیں مانے لہٰذا شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔

سوال نمبر۲: اگر ان تمام باتوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کی جائے تو مسجد کے امام پر کوئی گناہ تو نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مذہب حنفی میں جمعہ جائز ہونے کے لئے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں **"لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة۔"**(۱)

ہدایہ میں ہے **"لاتجوز فى القرى"**(۲)

البحر الرائق میں ہے **"لاتصح فى قرية."**(۳)

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں اور دنوں کی طرح اس دن بھی ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

"من لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة۔"(۴)

(۱) سنن البیهقی، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۲) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۴۵

اور ردالمحتار میں ہے" لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر."(۱)

ایسا ہی مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ ۳/۷۰۴ پر اور صدرالشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی قادری علیہ الرحمہ نے بہار شریعت ۴/۱۰۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) کچھ لوگوں کے کہنے سے حکم شریعت چھوڑا نہیں جائے گا اس لئے لوگوں کو نرمی سے مسئلہ بتایا جائے اور اعتراض کرنے والوں کی غلطی واضح کی جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) جائز ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان جانتے ہیں وہ خود انہیں میں سے ہیں اور اگر دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جان کر انہیں کافر و بے دین جانتے ہیں مگر پھر بھی ان سے میل ملاپ کھانا پینا شادی نکاح قائم کرتے ہیں تو وہ سخت مجرم و گنہگار مستحق غضب جبار ہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) اگر حالت ایسی ہے کہ مسائل شرعیہ بتانے پر لوگ تذلیل وتحقیر پر اتر آئیں گے فتنہ وفساد برپا کریں گے ایذا وتکلیف دیں گے تو خاموشی اختیار کر کے دل سے برا جانتا رہے۔ اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ نہ ہوگا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۳۸

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۱

باب العیدین

عیدین کا بیان

عید الاضحیٰ کی نماز پڑھا لینے کے بعد اس کی دوبارہ اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مجیب اللہ رضوی، مقام دیوریا، پوسٹ رام پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے عید الاضحیٰ کی نماز امام کی اقتدا میں ادا کرلی، پھر ایک جماعت پچیس یا تیس کی آگئی اوران میں کوئی پڑھا نہیں ہے۔ زید نے امامت کر کے ان لوگوں کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی، آیا نماز ہوئی یا نہیں۔ واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے عید الاضحیٰ کی نماز صحیح طریقے سے ادا کرلی تھی تو اس کو امامت ہرگز جائز نہیں تھی۔ جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ درمختار میں ہے:"لا یصح اقتداء مفترض بمتنفل ولا ناذر بمتنفل لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف"(۱)

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ ان میں جو واقف نہ تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۸۰۷

قبرستان کے سامنے نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سعید اختر برکاتی، مدرسہ انوار العلوم، پھمن پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ایسی عیدگاہ جس کے سامنے قبرستان ہے اور قبرستان پہلے سے ہے اس میں نماز عیدین جائز ہے یا نہیں؟ **بینو توجروا.**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بیچ میں کوئی حائل ہے تو بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ **کما فی الفتاویٰ الرضویہ (۱) وغیرھا من اسفار الفقه. واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱؍ جمادی الآخر ۱۴۲۶ھ

چاند کی شہادت شرعی گزر جانے کے بعد اس پر عمل لازم ہے

مسئلہ از: محمد فرید، خطیب مسجد جماعت اہل سنت، رنگریز محلہ، امان گنج، ضلع پنا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ذی القعدہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھا گیا لیکن چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے ۳۰ تاریخ کے حساب سے ۷ مارچ بروز بدھ کو بقرعید کی نماز کا اعلان کر دیا لیکن بعد میں ۲۹ تاریخ کو چاند کی شہادت مل جانے پر ۶ مارچ بروز منگل ۲۰۰۱ء کو بقرعید کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس جگہ دو مسجدیں ہیں تو کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جہاں پر مطلع صاف ہو وہاں چاند کی شہادت کی کوئی ضرورت نہیں اور مطلع صاف ہو وہاں کے لیے دو تین لوگوں کی شہادت معتبر ہیں۔ اس لیے ہم اس شہادت کو تسلیم نہیں کرتے، حالاں کہ شہادت لانے والے ایسے لوگ ہیں جن میں ایک تو امام جو سند یافتہ عالم بھی ہے اور دوسرے وہ جسے انہوں نے اس لائق سمجھا۔

مختصر یہ کہ دو لوگوں کی شہادت پر نماز کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ اور دو لوگوں کی شہادت پر پڑھی جانے والی نماز ادا ہوئی کہ نہیں؟ اور جن لوگوں نے شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کی ان کی نماز ہوئی کہ

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۲، ص:۳۷۹.

نہیں؟ اور لائق شہادت کی شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کرنے اور کرانے والے پر شریعت مطہرہ ومنورہ کا حکم پاک کیا ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر دونوں گواہ شرعاً شہادت کے اہل یعنی: عادل اور پابند شرع غیر محدود فی القذف تھے تو بلاشبہ ان کی شہادت معتبر ہے۔اس پر عمل لازم اور ضروری ہے اور اس کا خلاف کرنا ناجائز ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" کی بارگاہ میں استفتا ہوا۔

شاہ جہاں پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل ممبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی القعدہ کو ممبئی میں چاند دیکھا تو ممبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہ جہاں پور میں عید الاضحیٰ ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ دیا کہ:

"ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے۔اور اس کا خلاف ناجائز اور شاہ جہاں پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذوالقعدہ ۲۹ کا ثابت ہو کر اس کے حساب سے چہار شنبہ کو عید الاضحیٰ کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی روزہ جمعہ اسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اس کے بعد شنبہ کو قربانی کی، نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں۔یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتاویٰ ہے۔"(۱)

اور آگے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی، اگرچہ ہلال عید الاضحیٰ ہو اگرچہ ان میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو۔یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس سے عدول باطل اور ناروا"(۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ جب شرعی شہادت سے رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو اس پر عمل لازم ہے۔ اس لیے جن دو لوگوں کی شہادت پر عید الاضحیٰ کی نماز ۶ رمارچ بروز منگل ادا کی گئی اگر وہ دونوں شہادت کے اہل تھے تو بے شک وہ نماز صحیح اور درست ہوئی اور اس حساب سے قربانی کا آخری دن جمعرات ہوا اب اس کے بعد کوئی جمعہ کو قربانی کیا تو وہ قربانی نہیں ہوئی اور جن لوگوں نے ۶ رمارچ کے بجائے ۷ رمارچ کو نماز پڑھی ان کی نماز ہوگئی کہ عید الاضحیٰ کی نماز ۱۲ ذی الحجہ تک جائز ہے۔چنانچہ علامہ کبیر حلبی فرماتے ہیں:

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۴۳

(۲) ایضاً

"وصلوٰۃ عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونہ" (۱)
اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "وإذا حدث عذر یمنع من الصلوٰۃ فی یوم الاضحی صلاھا من الغد وبعد الغد ولایصلیھا بعد ذلک کذا فی الجوھرۃ النیرۃ" (۲)
اور جب شہادت شرعیہ پائی گئی ہو تو اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ما سبق میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے جن لوگوں نے اس کا انکار کر کے دوسرے دن نماز پڑھی انہوں نے ناجائز وغلط کیا ان پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(۱) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۲۴
(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۷۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الجنائز

جنازہ کا بیان

نماز جنازہ میں امام ومقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری خطیب وامام نورانی مسجد واگرہ، ضلع بھروچ، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امام کو مقتدی سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہونا چاہیے؟ نیز مقتدیوں کو پہلی صف سے دوسری صف کے درمیان کتنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے؟

نوٹ: ہمارے یہاں گجرات میں اکثر وبیشتر جگہ امام ومقتدی باہم مل کر نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس طرح تمام نمازوں میں امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ باقی رہتی ہے یوں ہی نماز جنازہ میں بھی امام ومقتدی کی صف لگانے کا یہ طریقہ ہے کہ امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے فاصلے پر ہوں کہ بیچ میں سجدہ کرنے کی مقدار جگہ باقی رہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"یتقدم الإمام ویصف الناس خلفه کما في سائر الصلوات" (۱) یعنی امام آگے ہوگا اور لوگ اس کے پیچھے اسی طرح صف لگائیں گے جس طرح تمام نمازوں میں لگاتے ہیں۔ اور بلا عذر باہم مل کر کھڑا ہونا نہیں چاہیے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، ج:۲، ص:۱۵۴

دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے

مسئلہ از: محمد سمیع انصاری رضوی، محلہ بھر پورہ، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علماے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی وہابی دیوبندی غیر مقلد کی نماز جنازہ اس کے عقائد جانتے ہوئے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ حتی کہ علماے حرمین طیبین نے ان کے متعلق فرمایا کہ **"من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر"** اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۱) اور حدیث شریف ہے **"ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم"** (۲) لہٰذا وہابیوں کے عقائد کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والے پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور محض تملق و چاپلوسی اور کسی اور غرض کے تحت پڑھنا حرام ہے۔ پڑھنے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

نماز جنازہ کی امامت میں اگر ولی میت امام محلّہ پر فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے

مسئلہ از: انصار احمد گوجی درہ بھدرک، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: یہاں کی جامع مسجد میں ایسی جگہ جو سب لوگوں کے چندہ سے بنائی گئی ہے۔ خاص کر نماز جنازہ کے لیے نہ کہ مسجد کے اندر میں ایک مدت سے امام صاحب اور غیر امام عالم وحافظ سنی صحیح العقیدہ بھی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی بدمذہب آکر پڑھاتا تھا اور یہ خدشہ آئندہ بھی نہیں ہے لیکن سکریٹری مسجد نے اعلان کیا کہ صرف ہمارے امام صاحب ہی آئندہ نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں پڑھا سکتا، چاہے وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ایک عالم دین نے امام صاحب کو مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں دکھلایا کہ اگر ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل ہو تو وہ بھی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور سکریٹری کا یہ اعلان غلط ہے اس کو ختم کیا جائے۔ اس مسئلہ کو دیکھنے کے بعد امام صاحب نے کہا۔ سکریٹری جاہل ہے۔ اس کے بعد بھی مسجد کمیٹی نے اپنے اس قانون

---

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۸۴

(۲) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

میں کسی قسم کی ابھی تک تبدیلی بھی نہیں کی۔ فی الحال زید کا انتقال ہوا۔ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل نے نماز جنازہ پڑھادی۔ اب اس پر مسجد کی کمیٹی کے لوگ اعتراض کررہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل کا نماز جنازہ پڑھانا کیا صحیح ہے؟ اور کمیٹی والوں کا اس قانون مذکور پر اڑے رہنا اور کسی قسم کی تبدیلی بھی نہ لانا اور اپنے قانون کو صد فی صد درست جاننا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

نماز جنازہ کی امامت کے لئے اگر ولی میت امام محلہ پر فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے "وامام الحی فتقدمه مستحب" (۱)

درمختار میں ہے "وتقدم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولیٰ کما فی المجتبیٰ وشرح المجمع" (۲)

بہار شریعت میں ہے:

"نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے، پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلہ پھر ولی کو امام محلہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی میت بہتر ہے"۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ولی میت جو امام محلہ سے افضل ہے اس کا نماز جنازہ پڑھنا بے شک درست ہے اور جاننے کے باوجود کمیٹی والوں کا اپنے غلط موقف پر قائم رہنا شرعاً ہرگز درست نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ شریعت پر عمل کریں اور طبیعت کو شریعت پر ترجیح دے کر عاقبت نہ برباد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۳۳ھ

وہابی اپنے علاوہ سب کو کافر سمجھتے ہیں اور جو صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس، امام ٹنڈیل مسجد نیا محلہ، چھترپور، ایم پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۲۳۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۹

کیا جو سنی حاجی حضرات حج کرنے کے لیے جاتے ہیں اور مکہ شریف اور مدینہ شریف کے اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازیں نہیں ہوتی؟ کیا وہاں کے امام پر کفر کا فتویٰ ہے؟ یا اور کوئی وجہ ہے؟ نیز دنیاے اسلام سے جو مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں تقریباً سبھی ان کے پیچھے شاید نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ دیگر مسلم ممالک کے علما کا اس پر کیا فتویٰ ہے؟ براے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں دلیل وتفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں کی کم نصیبی ہے کہ حرمین طیبین پر نجدی، وہابی کی حکومت ہے اور وہابی عقیدہ کا امام مسجد حرام اور مسجد نبوی میں امامت کرتا ہے، جب کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمان کافر ومشرک ہیں۔

چنانچہ دار العلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

''محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں۔''(۱)

اور کتب حدیث وفقہ میں تصریح ہے کہ جو کوئی سارے مسلمان تو بہت بڑی بات ہے صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے۔ لہٰذا وہابیوں پر خود حکم کفر ہے اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے تو جب نجدی گمراہ بدمذہب اور بددین ٹھہرے تو ان کی اقتدا میں نماز ہرگز درست نہیں ہوسکتی ہے اور شریعت کا حکم کسی ایک ملک کے مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر ایک ملک کے سنی صحیح العقیدہ علماے کرام کا وہی فتویٰ ہے جو شریعت بتاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی عمل کرتا ہے اور کوئی بوجہ جہالت اور عدم علم اس کے خلاف کرتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہتے انتقال کرنا خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

مسئلہ از: خواجہ شریف خدانمائی چشتی، مقام وپوسٹ مرور تعلقہ وائی ضلع ستارہ، مہاراشٹر

محمد عبد الرحیم خاں قادری جمدادی بستوی، مدرسہ برکات غریب نواز ہوٹل راحل پلازہ، پنچ گی تعلقہ بھارلیشور، ضلع ستارہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آخری سانس مسلک اعلیٰ حضرت

(۱) الشہاب الثاقب، ص: ۵۱

زندہ باد کا ورد کرتے ہوئے ٹوٹی اور انتقال کر گیا۔ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہیں؟ جب کہ حضور نبی کریم کی متفق علیہ حدیث ہے "لَقِّنُوا موتاکم بکلمه لا إله إلا الله" تا کہ وہ حالت ایمان پر مرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

لفظ "مسلک اعلیٰ حضرت" آج کے دور میں برصغیر کے عرف واصطلاح میں مذہب اہل سنت وجماعت کے ہم معنی اور مترادف اور نام نہاد اہل سنت یعنی: وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت، مودودی جماعت، اور صلح کلی فرقوں سے ممتاز کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جولائی ۲۰۰۰ء، صفحہ: ۸ پر ایک سوال کے جواب میں ہے "الحاصل مسلک اعلیٰ حضرت کا لفظ سنیت کی شناخت ہے، پہچان ہے۔ عرف عام میں اہل سنت کا مترادف ہے۔"

اس لیے مسلک اعلیٰ حضرت کا معنی ہے مسلک اہل سنت تو مسلک اعلیٰ زندہ باد کا مطلب ہوا مذہب حق اور مذہب اسلام زندہ باد۔ اب غور کریں کہ یہ جملہ کیا کفر ہے؟ کہ جس پر یہ سوال ہو کہ جس کی آخری سانس مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد پر ٹوٹی اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہیں؟

فرض کیجیے ایک مسلمان نے مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کے بجائے مسلک اہل سنت زندہ باد یا مسلک حنفی یا مسلک شافعی یا مسلک صحابہ زندہ باد کہا اور یہی اس کا آخری جملہ تھا تو کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوا؟ اور اگر کوئی اس طرح کی بات کرے تو اسے شر وفساد اور کم فہمی کے سوا کیا نام دیا جائے گا؟

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے بالفرض سوال میں مذکور جملہ کہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے مرتے وقت بھی حقانیت کے ہمیشہ قائم رہنے کا اعلان کیا اور اس کے بقا کی تمنا کی تو یہ خاتمہ بالخیر ہونے کی واضح علامت ہے نہ کہ کفر یا سوء خاتمہ کی۔ (العیاذ باللہ) "اللهم ارزقنا حسن الخاتمة و احشرنا في زمرة الصالحين"

اب وہی حدیث پاک جسے سائل نے سوال میں ذکر کیا اور سوال ہی میں آگے یہ بھی لکھا کہ "تا کہ وہ حالت ایمان پر مرے" اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ سائل کے نزدیک جو کلمہ طیبہ اپنی آخری سانس میں نہ پڑھا وہ ایمان پر نہ مرا کہ سائل نے کلمہ طیبہ کی تلقین کا مقصود اور اس کی علت ایمان پر مرنا بتایا جب کہ حالت نزع میں بالفرض کوئی اگر کلمہ طیبہ کے بجائے معاذ اللہ کلمہ کفر زبان سے کہہ دے تو بھی اس پر حکم کفر نہ دیں گے۔ چنانچہ صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی رضوی علیہ الرحمہ درمختار کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

"مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمہ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی سے عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔" (۱)

(۱) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۳۱

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ مرنے والے کے پاس جو لوگ موجود ہوں وہ کلمہ کی تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے خود کلمہ طیبہ پڑھیں مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں اور اس تلقین کا مقصد تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "فتح القدیر" میں ہے:

"المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان" (۱)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مقصود تلقین ایمان کا یاد دلانا ہے اور جو مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہہ رہا ہے گویا وہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کو یاد کر رہا ہے تو اس کے قول میں کسی بھی طرح کفر یا شائبہ کفر نہیں ہے اور وہ دنیا سے کفر کے ساتھ نہیں بلکہ حسن خاتمہ کے ساتھ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

کس قسم کے وہابی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

مسئلہ از: محمد فخر الدین حشمتی، رضا نگر مہاڈا کالونی، ندی ناکہ بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔ دور حاضر میں علمائے اہل سنت وہابی دیوبندی کی دو قسمیں بتاتے ہیں

(۱) وہ جو کٹر وہابی ہے یعنی علمائے دیوبند کے کفری عقائد سے واقف ہے۔ اس کے باوجود ان کو اپنا پیشوا مانتا ہے۔

(۲) وہ جو وہابی کی باتوں میں آ کر وہابی بنا یا پہلے سے وہابی تھا مگر علمائے دیوبند کے عقائد سے ناواقف ہے۔ ایسے کو گستاخ رسول اور کافر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مسئلہ میں نے علمائے اہل سنت خصوصاً مفتی مطیع الرحمٰن صاحب و دیگر علمائے کرام کو بیان کرتے سنا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو دوسری قسم ہے کیا ان سے رشتہ وغیرہ کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھانا یا نکاح پڑھانا یہ سب درست ہے؟

نیز اگر رشتہ کرنا ہو یا نکاح پڑھانا ہو تو اس صورت میں آدمی ان کے عقیدے کی معلومات کرے مگر مثال کے طور پر محلہ میں کسی وہابی کا انتقال ہوا اس کا جنازہ سنی مسجد کے سامنے لا کر رکھ دے اور امام صاحب کو جنازہ پڑھانے کو کہا۔ اب اس صورت میں ہنگامہ اور فساد ہونے کا خطرہ ہے اور ایسا بھیونڈی میں ہو چکا ہے۔ اب امام کیا کرے۔ اس کے لیے جو بہتر راستہ ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴ ص: ۱۳۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو شخص دیوبندی مولویوں کی کفری عبارات پر یقینی اطلاع نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ ہی اہل سنت وجماعت کو کافر ومشرک سمجھتا ہے۔ اور نہ تو ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں کے طور وطریقے پر چلتا ہے اور خود کو وہابی کہتا ہے تو ایسا شخص کافر نہ سہی مگر گمراہ وبدمذہب وبدعقیدہ ضرور ہے اور بدمذہبوں کے متعلق رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک ہے:

"اھل البدع کلاب اھل النار" (۱)

دوسری حدیث ہے:

"اھل البدع شر الخلق والخلیفۃ" (۲) یعنی: بدمذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی عیادت اور نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے:

"لکل امۃ مجوس ومجوس امتی الذین یقولون لا قدر ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم" (۳) یعنی: ہر امت میں کچھ مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ: بدمذہب جہنمیوں کے کتے اور تمام مخلوق سے بدتر ہیں پھر کتوں سے بدتر لوگوں سے رشتہ قائم کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا کسی ایمان والے کا کام نہیں ہوسکتا ہے۔ لہٰذا وہابی خواہ مرتد ہو یا گمراہ وبدمذہب کسی سے رشتہ کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے کہ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا "ان ماتوا فلا تشھدوھم" وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ "ولا تصلوا علیھم" ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔" (۴)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۳) المسند لابن حنبل، ج: ۲، ص: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۳۵

''اگر ان کفری عبارتوں پر اسے اطلاع نہیں اور اس کا طریقہ مرتد وہابیوں جیسا ہے تو زید گمراہ ہے اور دونوں صورتوں میں اس سے رشتہ کرنا جائز نہیں ہے۔'' (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی کہلانے والے کسی شخص سے رشتہ کرنا، ان کا نکاح پڑھنا، مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے پر فساد کا خطرہ ہے تو پڑھنے میں ایمان کے برباد ہونے اور سنیت کے چلے جانے کا خطرہ ہے جو جھگڑا سے بڑھ کر خطرناک ہے۔ اس لیے کسی وہابی کی نماز جنازہ ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے اور اہل سنت و جماعت کے لوگوں کو مسئلہ سمجھا دیا جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ر صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

کافر و مرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا، بھٹورا، ضلع بلرامپور، یوپی

اگر کوئی شخص مذہب سنی پر عقیدہ رکھتا ہو لیکن آگے چل کر وہ کافر ہو گیا تو اس کو قبرستان میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیں۔

''باسمہ تعالیٰ و تقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ رب العالمین کافر و مرتد ہو جائے تو اسے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسے مردار کی طرح کسی گڈھے میں دبا دیا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں درمختار سے ہے ''**اما المرتد فیلقیٰ فی حفرۃ کالکلب**'' (۲)

ایک مقام پر سرکار اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا یا باوصف دعویٰ اسلام عقائد کفر رکھے جیسے آج کل نیچری مُردے کے لیے تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے اگر چہ وہ اسی مذہب کا ہوا گر چہ اس کا باپ، یا بیٹا ہو بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے''۔ (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۶۱۳ (۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۱۱۴

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۷، ص:۱۱۳

مرد کے لیے سنت کفن کتنے کپڑے ہیں؟

مسئلہ از: محمد مقیم متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

ایک علاقہ میں زمانہ دراز سے مرد میت کو چار کپڑوں میں کفن دینے کا رواج ہے اور اب حال یہ ہے کہ لوگ تین کپڑا دینے کو ناجائز سمجھ رہے ہیں اور علاقہ کے علماء نے بھی اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ابھی چند دنوں قبل زید کے والد کا انتقال ہوا اور زید چونکہ پڑھا لکھا سنی صحیح العقیدہ ہے اس لیے اس نے اپنی معلومات کے مطابق اپنے والد کی تکفین تین کپڑوں میں کی۔ عادت کے مطابق چار کپڑے نہ دینے کی وجہ سے لوگ زید پر اس قدر ناراض ہوئے کہ بعض نے اس کو دیوبندی تک کہہ دیا۔ زید نے انہیں بہار شریعت وغیرہ کا حوالہ دیا تو بعض خاموش ہو گئے لیکن بعض شرارتی لوگ ابھی بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور زید کو بائیکاٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اب جواب طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا مرد میت کو چار کپڑے کفن میں دینا ضروری ہے؟

(۲) زید نے جو کیا درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید کے اس عمل پر ناراض ہو کر اس کو دیوبندی وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ حالانکہ زید سنی صحیح العقیدہ اور مرکزی درسگاہ کا طالب علم ہے۔

(۴) سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس معاملہ میں علماء کا خاموش رہنا اور حق بات کو ظاہر نہ کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ برائے کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مرد کے لیے سنت کفن تین کپڑا ہے۔ ازار، قمیص اور لفافہ، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: "عن عبداللہ بن عمرو بن عاص قال المیت یقمص ویوز رویلف فی الثالث فان لم یکن الاثوب واحد لف فیہ"(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میت کو قمیص اور چادر پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

(۱) المصنف لعبد الرزاق ج:۳،ص:۴۲۶

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: ''کفن الرجل سنة ازار و قميص ولفافة و كفاية ازار ولفافة وضرورة ماوجد هكذا في الكنز''(۱)

اور درمختار میں ہے: ''ويسن في الكفن له ازار وقميص ولفافة'' (۲)

بدائع صنائع میں ہے: ''اكثر مايكفن فيه الرجل ثلاثة اثواب ازار ورداء و قميص وهذا عندنا'' (۳)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو کفن میں تین کپڑا دینا سنت ہے اور کم سے کم اتنا کپڑا کہ جس سے بدن ڈھک جائے ضروری ہے، چار کپڑا امرد کے کفن میں ضروری بتانا جہالت اور شریعت پر جرأت ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ زید کا عمل شریعت کے مطابق اور درست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اگر دیوبندی اعتقاد کر کے زید سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہا تو کہنے والا خود اسی گروہ میں جا چکا، حدیث پاک ہے: ''ايما امرئ قال لا خيه كافر فقد باء بها احدهما''(۴)

ایسی صورت میں کہنے والا تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور زید سے معافی مانگے اور اگر زید کو دیوبندی اعتقاد نہ کیا بلکہ طعن وتشنیع کے طور پر کہا تو اب توبہ واستغفار کرے اور زید سے معافی مانگے کہ اس نے بلا وجہ شرعی ایک مسلمان کو ایذاء پہنچائی جو کہ حرام وگناہ ہے، ارشاد حدیث ہے: ''من اذى مسلما فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله'' (۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من رای منکم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالک اضعف الايمان''(۶)

یعنی جو شخص کوئی غلط کام دیکھے تو اگر استطاعت ہو تو ہاتھ سے روک دے ورنہ زبان سے اس کی برائی بیان

---

(۱) الفتاوى العالمگيرية ج: ۱، ص: ۱۶۰

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار ج: ۳، ص: ۵۹

(۳) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۶

(۴) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۷

(۵) كنز العمال ج: ۱۶، ص: ۱۰

(۶) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۱

کرے اور اگر زبان سے بھی نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے، لہٰذا جن علماء نے استطاعت کے باوجود صحیح مسئلہ بتانے سے گریز کیا اور حق بات کو ظاہر نہ کیا وہ شرعاً قابل مواخذہ ہیں ان پر لازم ہے کہ لوگوں کو صحیح بات سے آگاہ کریں۔ ورنہ مجرم گردانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۱۰ر ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

کیا صدیوں قدیم مزارات کو منہدم کرنا درست ہے؟

مسئلہ از: محب علی نعیمی صدر تنظیم عوام اہل سنت، مراد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے ملک ہند میں شہروں، قصبوں، اور دیہاتوں میں صدیوں پرانے مزارات کثرت سے ہیں سنی مسلمان بالاتفاق ان کے عرس بھی کرتے ہیں فیض حاصل کرنے کے لیے حاضری بھی دیتے ہیں اور ان کے فیوض کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اگر ان سے سوال کیا جائے کہ یہ کس بزرگ کا مزار ہے تو کہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے باپ دادا پردادا نے ایسے ہی دیکھا ہے۔

زید کا کہنا یہ ہے کہ جن صاحب مزار کی تاریخ وصال ووفات، حسب ونسب، کردار وعمل، تعلیم وتربیت معلوم نہ ہو یعنی ثبوت شرعی نہ ہو تو سب فرضی ہیں قبر بلا مقبور کے حکم میں ہیں، کیا زید کا قول درست ہے؟ کیا ایسے سارے مزارات فرضی قرار دیے جائیں گے؟ اور شرعاً ایسے مزارات کو منہدم کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ قرآن وحدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک جب تک خلاف ظاہر پر کوئی شرعی ثبوت نہ ہو ظاہر کے مطابق حکم وعمل لازم ہے، سیر کبیر میں ہے: **"البناء علی الظاهر واجب مالم یتبین خلافه"**(۱)

اسی میں ہے: **"البناء علی الظاهر فیما یتعذر الوقوف علی حقیقته جائز"** (۲)

---

(۱) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

(۲) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (۱)

یوں ہی بلا وجہ شرعی مسلمانوں میں اختلاف و فتنہ پھیلانا بھی ناجائز وحرام ہے فتاوی رضویہ میں ہے: ''مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی اختلاف وفتنہ پیدا کرنا نیابت شیطان ہے'' حدیث میں ہے:''الفتنة نائمة لعن الله من ايقظها'' (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ جن مزارات کو مسلمان صدیوں سے مانتے چلے آئے ہیں محض اصحاب مزارات کی تاریخہائے ولادت و وصال وغیرہ نامعلوم ہونے کی بنا پر ان کو بلا ثبوت شرعی فرضی قرار دینا اور ان کو منہدم کرنے کا حکم دیدینا ناجائز و گناہ اور شریعت مطہرہ پر سخت جرأت ہے کیوں کہ ایسا کرنے میں بلا ثبوت شرعی ظاہر کے خلاف پر عمل کرنا ہے، نیز صدیوں پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں پر بلا وجہ شرعی بدگمانی کرنا ہے کہ انہوں نے فرضی مزارات بنائے ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرنا اور بعض صورتوں میں ان کے عقائد کی بربادی کا سبب ایجاد کرنا ہے، لہٰذا زید کا قول محض بے اعتبار، ناقابل قبول، شریعت کے خلاف اور فتنہ وفساد برپا کرنے والا ہے۔ ایسی بات سے رجوع لازم اور آئندہ خلاف شرع و مصلحت بات کہنے سے پرہیز واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۱۸/ جمادی الاولی، ۱۴۳۶ھ

---

(۱) سورۃ الحجرات آیت: ۱۲

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۲۰۳

ملک کی لڑائی میں مارے جانے والے شرعاً شہید نہیں ہیں

مسئلہ از: توحید احمد نظامی، جمد اشاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید انڈین آرمی میں بحیثیت کرنل مقرر ہے۔ نیز اس کے دستے میں موجود سبھی فوجی خوش عقیدہ مسلمان ہیں۔ اگر وہ پاکستان سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں تو ان پر شہید کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ مذکور کو واضح فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک شہید وہ ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ کی اور اس راہ میں مار ڈالا گیا۔ چنانچہ علامہ قاضی "ناصر الدین" بیضاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"الشهداء الذين ادرء بهم الحرص على الطاعة والحد فى اظهار الحق حتى بذلوا مهجهم فى اعلاء كلمة الله" (۱) اور علامہ "شیخ زادہ" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"الشهيد من قام بشهادة الحق والعمل به إلى ان قتل فى سبيل الله" (۲)

اس وضاحت سے معلوا ہوا کہ جو مسلمان پاکستان وغیرہ ممالک سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں وہ شرعاً شہید نہیں ہیں کہ وہ لوگ اسلام کی سربلندی کے لیے نہیں لڑتے ہیں۔ هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى. وهو تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

اجزا کے منتشر ہونے کے بعد نماز جنازہ نہیں "تفسّخ" کا معنیٰ

مسئلہ از: حافظ محمد نصیر الدین نقشبندی، مہلہ منڈی، ضلع راجوری، جموں وکشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے بارے میں کہ (۱) تفسّخ کسے کہتے ہیں (۲) تفسّخ قبل دفن مانع نماز جنازہ ہونے میں معتبر ہوگا یا نہیں؟ واضح جزئیات نقل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

---

(۱) تفسير البيضاوى مع شيخ زاده، ج:۲، ص:۱۴۸

(۲) تفسير البيضاوى مع شيخ زاده، ج:۲، ص:۱۴۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لفظ "تفسخ" باب تفعل کا مصدر جس کا مادہ "فسخ" ہے۔ تفسخ کا معنی ہے ٹکڑے، ٹکڑے ہونا، الگ، الگ ہونا۔

چنانچہ تاج العروس میں ہے "تفسخ الشعر عن الجلد، واللحم، عن العظم زال وتطاير خاص الميت اى لا يقال الاللشعر الميتة وجلدها وتفسخت الفارة فى الماء تقطعت الفسخ اى الحكم وتفسخ الحقد عن وهن او ذو صلول" (۱)

المعجم الاوسیط میں ہے:

"تفسخ الله انفسخ المادة العضوية انخلف بتاشير الجراثيم واشعرعن الجلد وتطاوير ويقال تفسخ اللحم عن العظم والفارة فى الماء تقطعت هذه الاربعة خاصه بالميت" (۲)

اور منجد میں ہے:

"تفسخ وتقطع والشعر عن الجلد زال" (۳)

مصباح اللغات میں ہے "تفسخ ٹکڑے، ٹکڑے ہونا۔ الشعر عن الجلد بال کا کھال سے جھڑنا" (۴)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ "تفسخ" کا معنی الگ، الگ ہو جانا، ٹکڑے، ٹکڑے ہو جانا اور کتب فقہ کے باب الجنائز میں بھی تفسخ کا معنی ٹکڑے، ٹکڑے ہونا ہی ہے۔ چنانچہ "فتح القدیر" میں ہے:

"لو كان فى رائهم انه تفرقت اجزائه قبل الثلث لا يصلون إلى الثلاث" (۵)

اور عنایہ میں ہے:

"ان كان فى اكبر رائهم ان اجزاء الميت تفرقت قبل ثلاثة ايام لا يصلون عليه إلىٰ ثلثة ايام" اھ(۶)

تبیین الحقائق میں ہے:

"مالم يتفسخ لان بعد التفسخ يشقق البدن ويتفرق والصلوٰة مشروعة على البدن" (۷)

---

(۱) تاج العروس، ج:۷، ص:۳۲۰

(۲) المعجم الاوسيط، ص:۸۸

(۳) المنجد، ص:۵۸۱

(۴) مصباح اللغات، ص:۶۳۳

(۵) فتح القدير، ج:۲، ص:۱۲۵

(۶) العناية مع فتح القدير، ج:۲، ص:۱۲۵

(۷) تبيين الحقائق، ج:۱، ص:۱۶۵

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"یصلی علیه ما لم یعلم انه قد تمزق کذافی السراجیة" (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ لغت اور فقہ دونوں اعتبار سے تفسخ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور الگ الگ ہونا۔ اجزاء کا متفرق و منتشر ہونا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) نماز جنازہ کے لیے جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا شرط ہے۔ در مختار میں ہے:

"وشرطها ایضا حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره" (۲)

بہار شریعت میں ہے:

جنازہ کا وہاں موجود یعنی کل، یا اکثر، یا نصف مع سر کے موجود ہونا۔ (۳)

فتح القدیر میں ہے:

"الصلوٰة لم تعرف شرعاً الاعلی تمام الجثة إلا انه الحق الاکثر بالکل فیبقی فی غیره علی الاصل" (۴)

اور جواب نمبر ایک میں تفصیل گزر چکی ہے کہ "تفسخ" میں بدن کے اجزاء متفرق و منتشر ہو جائیں گے تو اگر دفن سے پہلے ہی جسم کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو گئے تو نماز جنازہ کی شرط یعنی کل اجزاء یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا نہ پائی گئی تو اب اس کی نماز جنازہ بھی نہ ہوگی کہ "اذا فات الشرط فات المشروط" مشہور ہے اور تبیین الحقائق اور فتح القدیر کی مذکورہ بالا عبارتیں اس پر دال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

صلح کلیت کفر و نفاق ہے

مسئلہ از: مولانا محمد بشیر احمد صاحب قادری، استاذ دار العلوم اہل سنت نثار العلوم، دھنسوا، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۲) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۵۸۲

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۲۸

(۴) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۲۴

سوال-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے مگر عوام اگر پڑھتے ہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے کیوں کہ جس طرح اللہ کا نام لیں غنیمت ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس طرح جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے کس طرح نیت کی جائے۔

سوال-۲: ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی جائے یا نہ پڑھائی جائے۔ آیا ایک ہی مصلی پر دو جماعتیں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟

سوال-۳: زید کی نہ شیعیت واضح ہے اور نہ سنیت واضح ہے۔ اس کے گھر میں اس کی اولاد میں دو سنی صحیح العقیدہ ہیں اور دو شیعہ اور زید کی بیوی بھی شیعہ زید نے اپنے سنی لڑکوں کی شادی سنی کے یہاں کی اور شیعہ لڑکوں کی شادی شیعہ سے کی اور زید کا انتقال ہوگیا اور اس کی سنی اولادیں کہتی ہے کہ زید سنی ہے اور اس کی بیوی بھی سنی کہتی ہے۔ اب زید کا انتقال ہوگیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔

سوال-۴: زید سنی صحیح العقیدہ ہے اس کی شادی وہابی کے یہاں ہوئی۔ اب وہ لڑکی کو اپنے گھر لا کر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور سنی بنانا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کا نکاح پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے اور اسے سنی بنانے کے بعد کتنے دنوں تک اسے دیکھنے کا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جواب-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز کے متعلق فقہ حنفی کی رو سے عدم جواز کا حکم ہے اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام "احمد رضا" نے عوام کے لیے فرمایا "ایک روایت پر ان کے لیے صحت بس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جمعہ کی نیت سے پڑھیں گے تو پڑھانے والا بھی جمعہ کی ہی نیت کرے گا۔ اس کے لیے کوئی الگ طریقہ نہیں اپنائے گا"۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۲: یہ مسئلہ مجلس شرعی مبارکپور میں زیر بحث ہے، طے ہونے پر ہی کوئی واضح جواب دیا جائے گا۔ فی الحال جو طریقہ رائج ہے اسی پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۳: مذکورہ صورت سے پتہ چلتا ہے کہ زید صلح کلی تھا اور صلح کلیت بھی کفر و نفاق ہے "قال اللہ تعالیٰ: ﴿مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ﴾ (۱)

اس لیے ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔ حدیث پاک میں "بدمذہبوں کی نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے "ولا تصلوا علیھم" یعنی بدمذہبوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۴: لڑکی اگر دیوبندی، وہابی عقیدے کی ہے کہ اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی وغیرہ کے کفریات کو

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۳

جاننے کے باوجود ان کو اپنا پیشوا مانتی ہے تو سرے سے اس سے نکاح ہی نہیں ہوسکتا تو نکاح پڑھا کر سنی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر وہ پہلے وہابیت سے توبہ کرے اور سنیت اپنا لے تو دیکھا جائے جب اس پر کامل اطمینان ہوجائے کہ وہ وہابیت سے بیزار ہو چکی ہے اور مسلک اہل سنت پر اس کا عقیدہ مستحکم ہو گیا ہے تو اس کا نکاح کسی بھی سنی سے ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے ہرگز ہرگز اس کا نکاح نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: ماسٹر اسرار احمد، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام اور جنازہ اور بیشتر مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ نماز جنازہ پڑھنے والے مسجد میں ہوں تو اس صورت میں مسجد میں پڑھنے والوں نے صحیح کیا یا غلط اور اگر کوئی صحیح بتائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی مکروہ تحریمی، ناجائز وگناہ ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض بہر صورت ممانعت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"**لا یصلی علی میت فی مسجد جماعة لقوله علیه السلام من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له**" (۱) یعنی: جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں۔ اور "زین الملۃ والدین علامہ "ابن نجیم" مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "**ولا فی مسجد لحدیث ابی داؤد مرفوعاً من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر له وفی روایة فلا شئی له**"(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"**وصلاة الجنازه فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة سواء کان المیت**

(۱) الھدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۸۶

والقوم فی المسجد او ان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد والمیت فی المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار کذافی الخلاصه" (۱) ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے خواہ میت باہر ہو یا مسجد کے اندر ہو۔

اور صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض"(۲)

اسی طرح فتاویٰ شامی، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ بزازیہ، فتح القدیر، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، مراقی الفلاح، اور طحطاوی علی المراقی وغیرہ تمام کتب معتبرہ میں تصریح ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ وممنوع ہے۔ اور کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے جو مثل حرام ہے۔

لہٰذا جس نے یہ کہا کہ اگر جنازہ اور امام باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں تو مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہے۔ وہ مسئلہ شرعیہ سے جاہل اور بے علم ہے اور بے علم کا فتویٰ دینا حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور آئندہ بے علم مسئلہ بتانے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

مسلم وکافر سے پیدا ہونے والے بچہ کو مسلمان مانا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: محمد مبین علیمی، خادم سنی جامع مسجد، تکارا وسگاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ ایسے مرد وعورت (جن میں سے عورت مسلمان اور مرد عیسائی) کے جو بچے ہیں ان بچوں کو مسلم مانا جائے یا عیسائی اور اگر ان کا انتقال ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں جب کہ بچوں کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ایمان وکفر کے متعلق ناسمجھ بچے اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوتے ہیں جو بہترین دین پر ہو۔ علامہ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۵.

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۵۸

اجل امام مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں "او یسلم احد ابویہ فانہ یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس له إلا الام فان ولد الزنا لا اب له" (۱)

چوں کہ عورت مسلمان ہے اس لیے بچے بھی مسلمان مانے جائیں گے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے۔ اس کی نماز پڑھی جائے۔ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مسلمان ہجڑہ کی نماز جنازہ فرض ہے

مسئلہ از: محمد رحمت اللّٰہ نوری، خادم مدرسہ عربیہ نور العلوم، موضع ہرسیو کپور ۲، احاطہ ٹولہ، پوسٹ جنگلی، بچھی پور، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو ہجڑہ مسلمان ہوگیا تو کیا اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرسکتے ہیں یا نہیں اور ان کے یہاں قرآن خوانی یا میلاد شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے"۔ (۳)

اور جب نماز جنازہ فرض ہے تو بلاشبہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ودرست ہے اور اگر ہجڑہ تائب ہوکر اپنی پیشہ ورانہ حرکتیں چھوڑ دی ہوں تو اس کے یہاں میلاد وقرآن خوانی کرنا درست ہے، ورنہ منع ہے۔
ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللّٰہ تعالیٰ. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۷؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

(۱) الھدایۃ، ج:۱، ص:۱۶۱
(۲) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۴۶
(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۸۸

ملحقات مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد عقیل، ۳۵ غفور خان کی بزریا، اندور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک پرانی مسجد ہے اس کا وضو خانہ غسل خانہ اور استنجا خانہ ارکان مسجد نے توڑ کر مسجد کے صحن سے ملا دیا ہے اور یہ نیت کی کہ یہ زمین خارج مسجد رہے گی اور یہاں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ساتھ ہی جمعہ وعیدین میں بھی استعمال ہوگی۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ زمین جو صحن مسجد کے برابر ہے اور اس سے ملی ہوئی ہے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس جگہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ جائز ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر اس جگہ نماز جنازہ ہوسکتی ہے تو جس زید کی حیثیت ایک ذمہ دار عالم کی ہے اور اس کے اس طرح کہنے پر فتنے کا قوی اندیشہ بھی ہے تو اب ایسی صورت میں زید کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذکورہ زمین پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے کہ وہ نہ حقیقتاً مسجد ہے نہ حکماً تو منع کی کوئی وجہ نہیں۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"صحن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسقف نہیں جس کو عرف فقہا میں مسجد صیفی کہتے ہیں۔ اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات ومصالح مسجد کے لیے ہے۔ اول میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ دوسری میں نہیں۔" (۱) لہٰذا بکر کا قول درست اور زید کا قول غلط ہے۔ بغیر علم فتویٰ دینا ناجائز وگناہ ہے۔ زید پر توبہ واستغفار لازم اور غلط مسئلہ بتانے سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

جنازہ دفن کرنے سے قبل جنازہ رکھ کر تقریر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا تاج الدین علیمی نظامی، مقام ٹھوکا پوسٹ بھوجینی کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: میت کو نہلا کر کفن پہنا کر قبرستان میں نماز پڑھنے کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب سے کہتے ہیں کہ آپ تقریر کیجیے پھر امام

(۱) الفتاویٰ الامجدیۃ، ج:۳، ص:۱۲۶

صاحب میت کے سامنے کھڑے ہو کر عوام سے مخاطب ہو کر خطاب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ کیا شرع کے اعتبار سے میت کو سامنے رکھ کر تقریر کرنا درست ہے جب کہ علماے کرام فرماتے ہیں کہ میت کی جلد از جلد تجہیز و تدفین کی جائے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مذکورہ طریقہ شرعاً ممنوع ہے کہ اس میں بلا ضرورت دفن میں تاخیر کرنا ہے، جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اسرعوا بالجنازة فان تک صالحةً فخير تقدمونها اليه وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم ذلک" (۱)

یعنی جنازہ کے لے جانے میں جلدی کرو کہ اگر نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی طرف جلد پہنچانا چاہیے اور اگر بدکار ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتار دو"

فقہائے کرام نے تو نماز جنازہ سے پہلے یا بعد میں (یعنی قبل دفن) میت کے لیے لمبی دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بے ضرورت شرعیہ تاخیر ہوگی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا "یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دُعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے۔" (۲) لہٰذا سوال میں مذکور طریقہ سے اجتناب کریں۔ ہاں اگر جنازہ تیار ہے مگر قبر ابھی تیار نہیں ہے یا کوئی اور ضرورت ہے تو تقریر کرنے اور قوم کو وعظ و نصیحت کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی مسلمان عورت کی نماز جنازہ

مسئلہ از: محمد مبین علیمی، گوا

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسی عورت (جس نے ایک عیسائی سے نکاح کرلیا ہو) کا اگر انتقال ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یا نہیں۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۴۴

(۲) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۲۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ مسلمان تھی تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ متقی وپرہیزگار ہو یا فاسق وفاجر ہو۔حدیث شریف ہے:

"الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم مات برّاً کان او فاجر وان کان علی الکبائر"(۱)

بہار شریعت میں ہے:''ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگر چہ وہ کیسا ہی گنہ گار ومرتکب کبائر ہو''۔ (۲)واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

دیوبندیوں، وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہے

مسئلہ از: رضا کمیٹی، جیگوڑیا، ضلع بستی

مندرجہ ذیل سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔فرقہ باطلہ مثلاً دیوبندی وہابی کی نماز جنازہ پڑھنا ان کی مٹی دینا، ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا بحکم شرع کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی کفری عقائد رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا مولوی''اشرف علی'' تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے بعض علم غیب کو ثابت کیا۔

پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''(۳)

اور مولوی''قاسم نانوتوی'' نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا کہ

(۱)جامع الاحادیث، ج:۲، ص:۲۷

(۲)بہار شریعت ج:۴، ص:۱۴۶

(۳)حفظ الایمان، ص:۸

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''(۱)

اور ''مولوی خلیل احمد'' انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا کہ

''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعت علم کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''(۲) (استغفر اللہ)

مذکورہ بالا عقیدوں کے علاوہ اس گروہ کے اور بھی کفری عقائد ہیں۔اسی لیے دنیائے اسلام کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔تفصیل کے لیے ''حسام الحرمین'' اور ''الصوارم الہندیہ'' کا مطالعہ کریں۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ وہابی دیوبندی اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں اور کافر ومرتد کی نماز جنازہ حرام وسخت گناہ بلکہ کفر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَاتُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (۳) یعنی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ ان کے کسی مردے پر اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو۔

یوں ہی ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا سب حرام، حرام، اشد حرام ہے۔جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ وہابیوں دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر بھی انہیں مسلمان جان کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں ان کے یہاں شادی کرتے ہیں ان کا نکاح پڑھاتے ہیں۔وہ سب اسلام سے نکل گئے۔ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں۔تجدید ایمان ونکاح وبیعت کریں۔اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

اگر جنازہ کی نماز میں دیوبندی، وہابی شامل ہوجائیں تو کیا کرے

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، نصیب گنج، بازار، لکھاہی، پوسٹ مرزاپور، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمان کی نماز جنازہ میں اگر کچھ دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد شامل ہوجائیں تو کیا کیا جائے۔اگر نکالے سے بھی نہ نکلیں بلکہ کثرت تعداد کی

---

(۱) تحذیر الناس، ص:۲۸

(۲) البراهين القاطعه، ص: ۵۱

(۳) سورۃ التوبہ آیت: ۸۴

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

وجہ سے طاقت کے بل پر زبردستی پڑھیں یا ولی میت ان کو نہ نکالے تو ایسے نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے متعلق حکم شرع دلیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتا ہے ﴿اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۲) یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ میں وہابی دیوبندی شریک ہوجائیں اور کسی وجہ سے ان کو صف سے نہ نکال سکیں۔ مثلاً نکالنے کی طاقت نہیں یا نکالنے میں فتنہ وفساد ہے تو سنی معذور ہیں وہ اگر نماز جنازہ پڑھیں گے تو ان پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

چاپلوسی میں دیوبندیوں کی نماز جنازہ پڑھنے والے حرام کے مرتکب ہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ دیوبندی وہابی اور غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے سنی مسلمان کے متعلق کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ان کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی تو کفر ہے۔ پڑھنے اور پڑھانے والوں پر تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے اور اگر یوں ہی تملق وچاپلوسی اور کسی دنیوی غرض کے لیے پڑھا اور دل سے براجانتا رہا تو یہ حرام۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۳) حدیث پاک ہے "ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم" (۴) ایسی صورت میں ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۵　(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۱

(۳) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴　(۴) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

""اہل حدیث فرقہ"" کے جنازہ میں مختلف صورتوں سے شریک ہونے والے لوگوں کا مختلف حکم""

مسئلہ از: مسلمانان محلہ، احمد نگر، بھیونڈی

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے محلے میں ایک بدمذہب کی موت ہوگئی جو اہل حدیث فرقے سے تعلق رکھتا تھا مگر اس کے مرنے کے بعد بہت سے سنی مندرجہ ذیل طریقے سے شامل ہوئے۔ لہٰذا ان پر کیا شرعی حکم ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) میں صرف ٹوپی لگا کر کھڑا تھا جنازہ میں شامل نہیں ہوا۔

(۲) میں صرف میت کا بورڈ لکھا۔

(۳) میں صرف میت کے کام کاج میں لگا تھا۔

(۴) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر ساتھ، ساتھ تھا۔

(۵) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر کاندھا دیا۔

(۶) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر مٹی دیا۔

(۷) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر قبرستان گیا۔

(۸) میں دوسرے دن قرآن خوانی میں تھا مگر دعا نہیں کی۔

(۹) میں نے قرآن خوانی کی۔

(۱۰) میں نے نماز جنازہ پڑھی۔

(۱۱) میں نے دعا کے لیے صرف ہاتھ اٹھایا قرآن خوانی میں۔

(۱۲) میں نے فاتحہ اور دعا کی مگر معلوم نہیں تھا۔

""باسمہ تعالیٰ وتقدس""

الجواب بعون الملک الوہاب:

بدمذہبوں کی نماز جنازہ اور دفن، وکفن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

اَبَداً وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (۱) یعنی اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اس آیت کریمہ کے تحت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازہ کی نماز کسی حال میں جائز نہیں، اور کافر کی قبر پر دفن وزیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔(۲)

اورحدیث پاک میں ہے "لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم" (۳)

ان ارشادات سے بدمذہبوں کی نماز جنازہ میں شرکت اوران کے کفن ودفن اور قرآن خوانی میں جانے کا حکم واضح ہوگیا۔ صورت مسئولہ میں نمبر ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۱ تک کے لوگ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کسی بھی بدمذہب کی میت کے کسی کام میں شریک نہ ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۲ میں مذکور شخص بھی توبہ کرے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۹، ۱۰ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً بدمذہب کی قرآن خوانی کی یا نماز جنازہ پڑھی تو وہ اشد گنہگار اور حرام کام کے مرتکب ہوئے۔ وہ سب توبہ واستغفار کریں اور ایسی حرکت سے پرہیز کرنے کا عزم کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۱۲ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً عدم علم کی بنیاد پر فاتحہ خوانی کی تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر بہتر ہے کہ وہ بھی توبہ کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ

بدمذہب شخص کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: نثار احمد، مقام کلوہی پوسٹ بیارہ قاضی، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: کہ زید جو ایک سنی عالم ہے اور مدرسہ، ومسجد کا خطیب وامام ہے۔ زید عالم نے اجتماع جمعہ میں ایک سیاسی آدمی کی مغفرت کی دعا کی جب کہ سیاسی آدمی سنی دیوبندی غیر مسلم وغیرہ کی تقریب میں شرکت کرتا تھا اور اس کے گھر والے بدمذہب ہی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں سنی تھا، کچھ لوگ کہتے ہیں دیوبندی تھا جب کہ سیاسی آدمی کی نماز جنازہ غیر مقلد ہی نے پڑھائی ہے۔ ایسے

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

(۲) خزائن العرفان، حاشیہ بر آیت مذکورہ

(۳) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

میں سنی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام وکلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سنی عالم زید کو کیا کیا جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ سیاسی آدمی مولوی "قاسم" نانوتوی "رشید احمد" گنگوہی "خلیل احمد" انبیٹھوی اور "اشرف علی" تھانوی وغیرہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ جان کر ان کو مسلمان اور اپنا پیشوا مانتا تھا تو اس کے لیے دعائے مغفرت اشد حرام بلکہ کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فی الحلیة نقلاً عن القرافی واقر الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبر به"(۱)

اور اگر اس کے عقائد کا علم نہ بھی ہوتا ہم سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک آزاد خیال صلح کلی شخص تھا بہر حال جس سنی عالم نے جان بوجھ کر اس کے لیے دعائے مغفرت کی اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیں۔ قال الله تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) والله تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

علانیہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

مسئلہ از: محمد صاحب حسین بھدراک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی ہے مگر اس کا باپ بکر زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا جب بکر کی موت ہوئی تو زید نے اپنے باپ کی نماز جنازہ سنی امام سے پڑھائی۔ عبد اللہ کو جب معلوم ہوا تو زید کو بلا کر کہا کہ آپ کا باپ تو وہابی تھا اور زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ آپ نے سنی امام سے کیوں پڑھائی تو اس نے جواب دیا کہ مرنے سے کچھ دن قبل میں نے توبہ کرادی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے توبہ کیسے کرائی تو اس

(۱) الفتاوی الرضویة: ج۴، ص: ۵۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

نے جواباً کہا کہ جب میرے باپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان اب وہابیوں کے یہاں مت جاؤ اور توبہ کرلو پھر اس کے بعد کلمہ پڑھا دیا یعنی اس کے باپ نے کفر سے توبہ کرنے سے پہلے کلمہ پڑھا اور زید محض کلمہ پڑھنے کو توبہ کرنے سے تعبیر کیا۔ اس پر عبداللہ نے کہا تمہاری توبہ عندالشرع معتبر نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے "توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية" پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ ہوتی ہے۔ تم نے علی الاعلان توبہ کیوں نہیں کرائی؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہابیوں کا کلمہ پڑھنا اس وقت تک معتبر نہیں جب تک عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے:

"ان اتی بکلمة الشهادة علی وجه العادة لم ينفعه مالم يرجع عما قاله لانه بالاتيان بكلمة الشهادة لا يرتفع الكفر" اب عبداللہ کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہے سب کے سب توبہ کریں۔ ایسی صورت میں عبداللہ کا قول درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جانتے ہوئے برضا ورغبت دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھتا تھا اور دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان ماننا کفر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لیے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر ومرتد لکھا ہے۔ (۱)

اور مفتی حبیب اللہ اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو امام وہابیوں کو اچھا جانتا ہو اور برضا ورغبت ان کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتا ہو وہ بھی وہابی دیوبندی ہی ہے۔ (۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ "زید" کا باپ "بکر" از روئے شرع دیوبندی تھا کہ زندگی بھر دیوبندی امام کی اقتدا کرتا رہا اب جب تک کہ بکر وہابیہ بالخصوص طواغیت اربعہ کو علی الاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۱) الفتاوی الرضویة، ج: ٦، ص: ۷۷

(۲) حبیب الفتاوی، ج: ۱، ص: ۲۵۱

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایسا شخص جب تک وہابیہ خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنہیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے۔ اس کی توبہ صحیح نہیں ہوسکتی۔(۱)

لہٰذا بکر نے جب دیوبندیت سے توبہ نہ کی صرف کلمہ پڑھ لیا تو اس کی توبہ عندالشرع غیر معتبر ہے اور اس کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز۔ جن مسلمانوں نے بکر کے متعلق جانتے ہوئے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی ان پر توبہ واستغفار لازم ہے اور عبداللہ کا قول حق ودرست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکمہ.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر بدمذہب کی نماز جنازہ پڑھنا

مسئلہ از: سید افتخار الحسن برکاتی، محلہ قاضی گڑھی موراؤں، ضلع اناؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم دین ومفتی بھی ہے۔ انہوں نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جس کی وہابیت مشہور ہے۔ قصبہ کے کچھ ذمہ داروں نے ان سے یہ کہا کہ آپ خود مفتی ہیں۔ آج تک اپنی تقریر میں یہی بیان فرمایا۔ نہ وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو پھر آپ نے ایسے شخص جس کی وہابیت مشہور ہے اس کی نماز جنازہ کیسے پڑھ لی تو اس کے جواب میں کہا کہ میں بغیر نیت کیے ہوئے ایسے کھڑا ہوگیا تھا۔ واضح رہے کہ نہ کسی کا اصرار تھا نہ ہی کسی کا زور ودباؤ۔ مزید برآں کہ نماز جنازہ پڑھانے والا امام خود وہابی تھا۔ اس واقعہ کو تھوڑا عرصہ گزرا تھا پھر ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جو نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ جماعت اسلامی کی مسجد میں انہیں کے امام کی اقتدا میں تاحیات ادا کرتا رہا۔ ایسے شخص کے انتقال کے بعد اس کا جنازہ سنیوں کی جامع مسجد میں لایا گیا ایسے شخص کی نماز جنازہ مذکورہ عالم دین ومفتی صاحب کے علاوہ دوسرے ذمہ داروں نے ادا کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابیت ارتداد ہے اور وہابی کافر ومرتد اور بددین ہے اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنی حرام بلکہ کفر ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۸۲

فسقون﴾ (۱) لہٰذا زید پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے اور زید کا یہ کہنا کہ میں یوں ہی کھڑا ہو گیا تھا جب کہ نہ کسی کا خوف نہ ڈر تو اس کا یہ کہنا ہرگز قابل قبول نہیں۔ ورنہ یہ فساد عظیم کا سبب اور مسلمان کے ایمان و عقیدے کی بربادی کا ذریعہ ہو جائے گا۔

تعجب ہے کہ زید عالم و مفتی ہو کر ایسی حرکت کرتا ہے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر ایک جاہلانہ جواب دیتا ہے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم" زید جب تک توبہ و استغفار نہ کرے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے ﴿قال اللہ تعالیٰ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

اسی طرح جو زندگی بھر جماعت اسلامی اور مودودی جماعت کے امام کی اقتدا کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والوں پر بھی توبہ و استغفار لازم ہے کہ مودودیت بھی وہابیت کی ہی ایک شاخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے

مسئلہ از: قاری احمد شکیل نورانی خلیل آبادی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام ذیل کے مسئلہ کے بارے میں؟

ہمارے محلہ میں بھیڑی منڈی ہے جس میں بھیڑ، بکری وغیرہ فروخت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے گندگی بھی بہت رہتی ہے۔ بارش کے موسم میں بکریوں کی مینگنی اور پیشاب سے پورا کیچڑ رہتا ہے اور گرمی کے موسم میں کیچڑ تو نہیں رہتا ہے لیکن جگہ جگہ مینگنی اور پیشاب اور ان کی بدبو رہتی ہے اور وہاں پر نماز جنازہ پہلے سے ہوتی آ رہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ صحیح جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس طرح ہر نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یوں ہی نماز جنازہ کے لیے بھی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وکل ما یعتبر شرطاً لصحۃ سائر الصلوات من الطہارۃ الحقیقۃ والحکمیۃ" (الی

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

قولہ) یعتبر شرطا لصحۃ الجنازۃ ھکذا فی البدائع" (۱)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" قدس سرہ فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں۔ایک مصلی کے متعلق دوسری میت کے متعلق۔مصلی کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو مطلق نماز کی ہیں۔یعنی مصلی کا نجاست حکمیہ وحقیقیہ سے پاک ہونا نیز اس کے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔(۲)

اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اسی حالت میں جوتہ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ان کی نماز نہ ہوئی۔(۳)

اور حدیث شریف ہے:

"نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ......الخ" (۴) ان تمام اقوال وعبارات سے واضح ہوا کہ نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔لہٰذا صورت مسئلہ میں ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا درست نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ — ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

گناہوں سے توبہ کرنے والی میت کے متعلق احکام

مسئلہ از: خورشیدہ بیگم، فوجدار پارہ، رائے گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

میری والدہ حمیدہ بیگم ایک غیر مسلم کے ساتھ کئی برسوں تک میاں بیوی کی حیثیت سے رہی۔آج سے تقریباً دس سال پہلے انہوں نے اعلانیہ توبہ کیا اور کلمہ بھی پڑھا اور اس غیر مسلم سے علیحدہ ہوگئی۔میں حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ اس کے بعد میری والدہ حمیدہ بیگم نے کوئی غیر شرعی کام نہیں کیا۔بلکہ گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتی، رمضان اور محرم کے

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۸۷

(۲) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۴۶

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۸۸

(۴) مشکوٰۃ المصابیح، ص:۷۱

روزے رکھتی تھی، نماز بھی پڑھتی تھی، فطرہ زکوۃ بھی برابر ادا کرتی تھی۔ کچھ روز قبل ان کا انتقال ہو گیا ہے۔
غور طلب سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔ برائے کرام قرآن وحدیث اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) میری والدہ حمیدہ بیگم مسلمان مری یا مرتد ہو کر مری؟
(۲) ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟
(۳) ان کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا نہیں؟
(۴) ان کا تیجہ، چہلم برسی وغیرہ ہوگا یا نہیں؟
(۵) اگر ہوگا تو جو مسلمان ان کی نماز جنازہ، اور تیجہ، چہلم وغیرہ پر اعتراض کرے تو شریعت مطہرہ میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث شریف ہے:

"عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله علیه" (۱) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

"یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک" (۲) یعنی پروردگار کا فرمان ہے کہ اے انسان اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھے بخش دوں گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک ہے:

"عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب له" (۳) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ ہی

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۳

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۴

(۳) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

نہیں کیا۔

ان تمام حدیثوں سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہوگئی کہ بندہ جب صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ رحیم وکریم اپنی رحمت وعنایت سے اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

لہٰذا جب آپ کی والدہ حمیدہ بیگم نے اپنے گناہوں سے علانیہ توبہ واستغفار کرلیا اور احکام شرعیہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بسر کیا تو بلاشبہ انہیں مسلمان ہی کہا جائے گا اور ان پر احکام اسلام ہی جاری ہوں گے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے تیجہ اور چہلم اور برسی وغیرہ کرنا بھی درست ہوگا۔ جو لوگ ان کی نماز جنازہ پر بلاوجہ شرعی اعتراض کرتے ہیں وہ غلط کار وگنہ گار ہیں۔ ان کو اعتراض کرنے سے باز آنا چاہیے کہ جب پروردگار عالم صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ تو پھر بندے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کرے۔ لہٰذا ایسے لوگ توبہ واستغفار کریں اور احکام شرعیہ میں دخل اندازی سے باز رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مزارات کو اکھاڑنا وہابیوں کا طریقہ ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم خان، سکریٹری مدرسہ انوارالعلوم، مڑیا خاص، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

محلے میں دو مزارات ہیں جن کے متعلق زید اپنے ملنے جلنے والوں سے کہتا ہے کہ اگر گاؤں والے کہہ دیں تو میں ان قبروں کو اکھاڑ کر پھینک دوں۔ ایسی صورت میں زید پر کیا حکم شریعت نافذ ہوتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

قبروں اور مزاروں کو اکھاڑ پھینکنے کی مذموم وقبیح حرکت فرقۂ وہابیہ خبیثہ کا طریقہ ہے۔ اگر زید اپنے وہابیت زدہ عقیدے کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ وبددین، دشمن اسلام ومسلمین اور اولیائے کرام کا گستاخ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اس طرح کے گستاخانہ کلمات بکنے سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ

الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

ایک ساتھ چند جنازوں کی نماز جائز ہے

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ راؤیر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) مرد وعورت ایک ساتھ انتقال کر گئے۔ دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنے سے نماز جنازہ ہو جائے گی یا نہیں۔ مفصل بیان فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نماز جنازہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لو اجتمعت الجنائز يخير الإمام ان شاء صلى على كل واحد على حدة وان شاء على الكل دفعة بالنية على الجميع كذا في معراج الدراية" (۲) یعنی اگر چند جنازے ہوں تو امام کو اختیار ہے چاہے تو سب کی الگ الگ اور چاہے تو ایک مرتبہ میں سب کی نیت کر کے پڑھ دے ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ اور آگے تحریر ہے "يصف الرجال الى جهة الإمام ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء" (۳) یعنی جب چند جنازہ مختلف نوع کے اکٹھا ہوں تو ان میں امام کے آگے پہلے مردوں کو، پھر بچوں کو، پھر خنثی کو، پھر عورتوں کو رکھا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ اگر مرد وعورت دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جائے تو ہو جائے گی۔ ہاں الگ الگ پڑھنا اولی ہے۔ درمختار میں ہے: "لو اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة على كل واحدة اولى من الجمع وان جمع جاز اهـ" (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ مع قاضی خان ج: ۱، ص: ۱۶۵
(۳) حوالہ سابق
(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص ۱۱۸

نسبندی کرانے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: غلام محی الدین قادری، مقام آغا پوروہ، پوسٹ دھانے پور، ضلع گونڈا، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
ہندہ نے اپنی نسبندی نہ جاننے کی بنیاد پر کرائی تھی لیکن اب وہ اس امر پر نادم ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہ پڑھی جائے گی اور اگر نہیں پڑھی جائے گی تو اگر کسی نے پڑھا دیا تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
ہندہ اگر سنیہ صحیحۃ العقیدہ ہے تو بے شک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نسبندی کرانا ناجائز وحرام ہے مگر کفر نہیں ہے۔ تو جس طرح نماز ترک کرنا حرام، داڑھی منڈانا حرام، شراب پینا حرام ہے مگر ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسی طرح نسبندی کرانے والے کی بھی نماز جنازہ کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براً کان او فاجراً وان عمل الکبائر" (۱) یعنی تم پر ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔
درمختار وردالمحتار میں ہے:
"ھی فرض علی کل مسلم مات خلا الاربعۃ بغاۃ وقطاع الطریق فلایغسلوا ولایصلی علیھم اذا قتلوا فی الحرب وکذا اھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلاً بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمھم کالبغاۃ ولایصلی علی قاتل احد ابویہ اھانۃ لہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ" (۲)
سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ فرماتے ہیں: "بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا، اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا الا ما استثنیٰ ولیس ھنا منھم فرض قطعی علی الکفایۃ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار وتارک فرض ومستحق عذاب ہوں گے"۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴۲۳/۴/۲۱ھ

---

(۱) السنن لابی داؤد، ج:۲، ص:۳۴۳
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۱۰
(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۸۶

نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرے

مسئلہ از: محمد وارث خان، تھاوے ٹولہ، بھانٹ پار، ضلع دیوریا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ "نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہیے یا باندھ کر، مسئلہ شرعیہ سے آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کچھ پڑھے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کھول کر سلام پھیرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے" (۱)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ نے (۲) تحریر فرمایا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ / صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: اختر علی نظامی، مقام وپوسٹ چوکوا، سنہا، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی۔ پیدا ہونے کے بعد زندہ رہی پھر فوراً انتقال کر گئی۔ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور لڑکا تقریباً پندرہ منٹ تک زندہ رہا پھر وہ بھی انتقال کر گیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے چیخ نہ لگائی۔ ایسی حالت میں ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر نکلنے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل

---

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۵۴

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۳۹

وکفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ زندہ پیدا ہونے کے لیے چیخنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بچہ کی ماں یا جنائی کی شہادت ہی کافی ہے۔ ملک العلماء امام کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"کل مسلم مات بعد الولادة یصلی علیه صغیرا کان او کبیراً ذکرا کان او انثی." (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ویصلی علی کل مسلم مات بعد الولادة صغیراً کان او کبیراً" (۲)

لہٰذا ہندہ کے دونوں بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو سب گنہ گار ہوں گے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

مزارات کا طواف کرنا کیسا ہے؟

مسئله از: جماعت اسلامیہ، قصبہ گرہٹی، ضلع پٹنہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں وارثین انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاے کرام کے مزارات مقدسہ کا طلب شفا کی نیت سے طواف (چکر لگانا) کرنا درست ہے یا نہیں حالاں کہ طواف کرنے والوں کو آرام ملتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض علما نے اجازت دی ہے مجمع البرکات میں ہے "ویمکنه یطوف حوله ثلث مرات فعل ذالک" مگر راجح قول یہ ہے کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں "الطواف من مختصات الکعبة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء" (۳)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مزارات مقدسہ کا بطور تبرک طواف کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۴۷
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۶۳
(۳) الفتاوی الرضویه، ج:۴، ص:۱۸۱

کیا قبر پر اذان دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: زبیر احمد، گرام دیورا، پوسٹ دمیا پرسا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:...

قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ اسی طرح وہاں فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد اذان دینا جائز ومستحسن ہے اس کا ثبوت بہت سی معتبر اور مستند کتب سے ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "لقنو اموتاکم لا إله إلا الله"(۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ سکھاؤ۔

اس سکھانے سے بعد دفن سکھانا مراد ہے۔ جیسا کہ "علامہ ابن عابدین" شامی قدس سرہ فرماتے ہیں "اما عند اھل السنة فالحدیث ای لقنوا موتکم محمول علی حقیقة وقدروی عنه علیه السلام انه امر بالتلقین بعد الدفن" (۲) یعنی اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے دفن کرنے کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر "لا إله إلا الله" پڑھنا سنت رسول اکرم علیہ السلام ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہٰذا اذان کہنا گویا ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"إذا نودی للصلوٰة ادبر الشیطان له ضراط حتی لا یسمع التاذین" (۳) یعنی "جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان "گوز" لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

اور جب مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے۔ چنانچہ نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اذا سئل المیت من ربک یری له الشیطان فی صورت فیشیر الی نفسه انی انا ربک فلهذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل" (۴) یعنی میت سے جب سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۴

(۴) نوادر الاصول فی معرفة احادیث الرسول، ص: ۳۲۳

شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں۔ اسی لیے وارد ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

لہٰذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان کی برکت سے بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبروں پر تکبیر کہی ہے۔ اس سے بھی قبر پر اذان دینا ثابت ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" کا مطالعہ کریں۔

اور قبر پر فاتحہ پڑھنا بلاشبہ جائز و مستحب ہے کہ فاتحہ نام ہے ایصال ثواب کا اور مردے کے نام ایصال ثواب کرنے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں یونہی قبرستان میں جانا اور زیارت قبور کرنا بھی سنت ہے اور وہاں جا کر قرآن مجید پڑھنا رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ اس لیے قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھنا ہرگز ہرگز ناجائز نہیں ہے بلکہ کار ثواب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

ہندو کی مرنی کا کھانہ کھانا کہ اس کو ثواب پہنچے کفر ہے

مسئلہ از: اکرام برکاتی، کٹسہرہ، بازار گھورکپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین: زید ایک حافظ وقاری ہے اور ایک دارالعلوم کا صدر مدرس بھی اور زید کے تابع تمام طلبہ ومدرسین رہتے ہیں اور گاؤں میں زید کی مقبولیت بھی ہے اور اس گاؤں میں ہندو مسلم دونوں آباد ہیں۔ اتفاق سے ایک ہندو بنیے کا انتقال ہوگیا اور اس ہندو بنیے کے لڑکے نے اپنے باپ کی مرنی کا کھانا کیا اور گاؤں کے مسلم لوگوں کو بھی دعوت دی اور دارالعلوم کے سبھی مدرسین اور طلبہ کی بھی دعوت دی تو گاؤں کے مسلم لوگوں نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور دارالعلوم کے مدرسین وطلبہ نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس نے طلبہ کو اس مرنی کے کھانے پر مجبور کر کے طلبہ کو کھانا کھلوایا اور زید جو دارالعلوم کا صدر مدرس ہے وہ گاؤں کی جامع مسجد کا امام بھی ہے۔

اب زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔؟ شریعت کی رو سے اس پر کیا کیا چیزیں لازم آتی ہیں اور گاؤں والوں نے جو اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا ہے تو گاؤں والوں پر کیا شریعت کا حکم نافذ ہوتا ہے۔؟ عنداللہ اس کو بیان فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندوہ کے مرنی کے کھانے میں جانے والوں کی یہ نیت تھی کہ اس کھانے کا ثواب اسے پہنچے تو یہ کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔"(۱)

ایسی صورت میں جتنے مسلمان کھانا کھانے گئے اور نیت ایصال ثواب کی کی ان سب پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور اگر بہ قصد ایصال ثواب نہیں بس کسی دنیوی مقصد کے تحت چلے گئے تو توبہ واستغفار لازم اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد فیروز، شہر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید کا انتقال ہوا۔ انتقال سے پہلے اس نے یہ وصیت کی کہ مجھے فلاں جگہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس کے ورثہ نے اس زمین کے مالک کو معاوضہ دے کر زید کو وہاں دفن کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید کے ورثہ نے قبر کو پختہ بنانے کی تیاری کی جس پر آبادی کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہاں پر زید کا مزار ہرگز بننے نہیں دیا جائے گا۔ اگر پختہ مزار بنانا ہے تو اپنی جگہ میں لے جاؤ۔ زید کے ورثہ نے دفن کے سولہویں دن میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ورثہ نے ایک قبر سے دوسری جگہ جو منتقل کیا ان کے اس عمل پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

محض پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے "ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب إلا لحق آدمی"(۲)

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۲۰۸

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''صورت مذکورہ میں نعش حرام حرام سخت حرام اور میت کی اشد توہین وہتک واستہزا وزب العالمین ہے جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق وناخلف ہے۔''(۱) لہٰذا زید کے ورثہ پر بارگاہ رب العزت میں صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے کھانے کا کیا حکم ہے

مسئلہ از: محمد سراج الدین، مدرسہ غوث العلوم محمود پور، سعد اللہ نگر، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید تیجہ دسواں وغیرہ کا کھانا نہیں کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کھانے سے بچتا ہوں کیوں کہ بچنا بہتر ہے اور عمر جو کہ ایک عالم ہے اس کا کہنا ہے کہ اس کھانے سے بچنا نہ ہی شریعت سے ہے نہ ہی تقویٰ ہے اور عمر تیجہ دسواں کے کھانے کی وضاحت اس طرح کرتا ہے کہ اصل کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے اور فاتحہ میں اس کھانے کا ثواب تمام بزرگوں کی روحوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ تو اب یہ کھانا عام مردوں کا کھانا نہ رہا۔ بلکہ بزرگوں کا تبرک ہوگیا۔ لہٰذا اس کھانے کو کھانے میں کوئی قباحت نہیں اور عمر زید پر اپنے اس قول کی بنا پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ بھی ضرور تیجہ دسواں، بیسواں، ششماہی برسی وغیرہ کے کھانے کو کھائے اور احتراز نہ کرے۔

(الف) عمر کا یہ کہنا کہ اس کھانے سے احتراز کرنا شریعت ہے نہ ہی تقویٰ ہے؟

(ب) عمر کا تیجہ وغیرہ کے تعلق سے یہ تاویل پیش کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا کہ وہ بھی اس کھانے کو ضرور کھائے۔ از روئے شرع مندرجہ بالا سوالات کا جوابات مفصل بیان فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

تیجہ وغیرہ عام مسلمین کے نام پر کی گئی فاتحہ کے کھانے اگرچہ صدقات نافلہ ہیں جن کا کھانا غربا ومساکین کے علاوہ اغنیا کو بھی جائز ودرست ہے۔ مگر اصلاً وہ غربا وفقرا کا حق ہے تو ان کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے اور اغنیا کو کھلانے میں کم ثواب ہے۔ چنانچہ زین الملۃ والدین علامہ ابن نجم مصری قدس سرہ ذخیرہ کے حوالہ سے رقمطراز

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۲۰

ہیں"فی التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر" (۱) یعنی غنی پر صدقہ بھی ایک قسم کا ثواب ہے مگر فقیر پر صدقہ سے قربت وثواب میں کم ہے۔"

اسی لیے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام"احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابجا فرمایا ہے کہ تیجہ چالیسواں کا کھانا اغنیا کو مناسب وبہتر نہیں ہے۔ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

"فقیر لے کے خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔"(۲)

اور فرماتے ہیں:"عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم برسی ششماہی کا کھانا بھی اغنیا کو مناسب نہیں"(۳)

اور فرماتے ہیں:

"وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق دیا جاتا ہے۔فقرا اس کے لیے احق ہیں۔اغنیاء کو نہ چاہیے"۔(۴)

ان تمام ارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ زید اپنے قول میں حق بجانب ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ طعام میت سے احتراز نہ شریعت نہ تقویٰ اس کا یہ قول غیر معتبر اور تصریحات فقہاے کرام خصوصاً سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے ارشادات کے خلاف اور لغو ہے۔یوں ہی اس کی تاویل مذکور بھی غیر معتبر ہے۔کیوں کہ ان کھانوں کا مقصود اصلی مردوں کو ثواب پہنچانا ہے تو وہ طعام میت ہی کہا جائے گا اور اس پر وہی حکم نافذ ہوگا۔

حدیث پاک ہے"إنما الاعمال بالنیات" (۵) اور عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا اور طعام میت کو کھانے پر مجبور کرنا غلط اور نادرست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

تیجہ چالیسواں، برسی وغیرہ میں اعزا واقربا کی دعوت ناجائز ہے

مسئلہ از: محمد اجمل، جماعت سابعہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

---

(۱) البحر الرائق، ج:۵، ص:۱۸۷

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۲۲۵

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۲۲۵

(۴) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۲۱۴

(۵) مشکوۃ المصابیح، ص:۱۱

زید نے اپنے والد کا چالیسواں کیا جس میں اس نے غربا و مساکین کو مدعو کیا نیز اپنے عزیز و اقارب کو مدعو کیا۔ زید اپنے والدین کے چالیسواں میں اپنے عزیز و اقارب کو کھلا سکتا ہے یا نہیں؟ اور آج جو لوگ اپنے والدین کے چالیسواں میں اپنے عزیز و اقارب کو کھلاتے ہیں ان کا وہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟ نیز اگر زید اس دن اپنے عزیز و اقارب کو کھانا کھلانا چاہے تو کیا کرے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چالیسواں کا کھانا غرباء و مساکین اور اعزا و اقربا سب کے لیے جائز ہے کہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔ صدقے واجبہ نہیں ہے۔ البتہ اس کھانے کی دعوت کرنا اور شادی بیاہ کی طرح عزیز و اقارب اور احباب کو مدعو کرنا ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعة مستقبحة" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام کذا فی التاتار خانیة" (۲)

اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"میت کے گھر کھانے والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت۔" (۳)

حاصل یہ کہ طعام میت کے لیے دعوت ناجائز ہے۔ میت کے نام پر بنا ہوا کھانا ناجائز نہیں۔ لہٰذا زید اگر اپنے احباب و اقارب کو کھانا کھلانا چاہے تو بلا دعوت وقت پر بلا کر کھلا دے یا ان کے گھر بھجوا دے جس طرح سے عام طور پر لوگ محرم کے مہینے میں کھچڑا پکا کر بلا دعوت سب کو کھلاتے ہیں۔ البتہ زید کو چاہیے کہ اس طرح کا کھانا غربا و مساکین کو کھلائے اور اغنیا بھی ایسے کھانوں سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

---

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۶۹

اذان قبر کا ثبوت معتبر و مستند کتابوں سے

مسئلہ از: عبدالکریم النظامی، ساکن پنکھو باری، ہنکٹی بازار بستی، یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: اذان قبر کا ثبوت کہاں سے ہے؟ نیز قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ اور اذان کیوں دی جاتی ہے؟ جب کہ زید کا کہنا ہے کہ حضور کے زمانے میں اذان قبر نہیں ہوتی تھی اور اس زمانے میں ہو رہی ہے جب کہ حضور کی حدیث ہے "کل بدعة ضلالة" لہٰذا اس کے تحت اذان قبر بھی بدعت و گمراہی ہے۔ کیا زید کا کہنا صحیح ہے۔ نیز زید پر شرعی حکم کیا ہوگا؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مردہ کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا ثبوت بہت سی معتبر ومستند کتب سے ہے۔ حدیث شریف ہے: "لقنوا موتاكم لا إله إلا الله." (۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ اور یہاں تلقین بعد دفن مراد ہے جیسا کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اما عند اهل السنة فالحديث اى لقنوا موتاكم لا إله إلا الله محمول على حقيقة وقد روى عنه عليه الصلوٰة والسلام انه امر بالتلقين بعد الدفن" (۲) یعنی: اہل سنت کے نزدیک حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: آپ نے دفن کرنے کے بعد لا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر لا اله الا الله پڑھنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہٰذا اذان کہنا گویا ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: "اذا نودی للصلوٰة ادبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التاذين." (۳) یعنی جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔ اور جب

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۴

مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں بھی پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے لہٰذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان سن کر بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ قبر پر اذان دینا حکم حدیث پر عمل کرنا ہے۔اس سے مردے کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے اور یہ سب کام بلاشبہ جائز و درست ہے۔مزید تفصیل کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر" کا مطالعہ کریں۔زید اگر وہابیت کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ و بے دین ہے۔اس پر توبہ واستغفار لازم وضروری ہے اور اگر اپنی جہالت میں کہتا ہے تو اسے بے علم فتویٰ دینا حرام ہے۔بہر حال اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور عقائد اہل سنت پر کاربند رہنا فرض ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ

مسئلہ: از محفوظ عالم رضوی ٹیابرج کلکتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

سنن دارقطنی میں ہے "عن ابن عباس قال صلی جبریل علیہ السلام علی آدم علیہ السلام کبر علیہ اربعا صلی جبریل بالملئکۃ یومئذ ودفن فی مسجد الخیف (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی چار تکبیر کہہ کر نماز جنازہ پڑھی اس دن حضرت جبرئیل نے فرشتوں کو نماز پڑھائی اور حضرت آدم مسجد خیف میں مدفون ہوئے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، یوپی

۱۸ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

(۱) سنن الدار قطنی ج:۲، ص:۷۰، کتاب الجنائز

وہابی کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت

مسئلہ از: مولانا کمال احمد قادری، مقام پر واپوسٹ میمن جوت گوراچوکی، ضلع گونڈہ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اپنے کو سنی کہتا ہے اور خود دیوبندی اور وہابی کی عیادت کرتا ہے اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے اور ان کے خاندان میں رشتہ کرتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ایمان سلامت رہا یا نہیں؟ اور جو ایسے شخص کے ساتھ کھائے پیے اور ساتھ میں اٹھے، بیٹھے ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بدمذہبوں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان سے رشتہ کرنا سب ناجائز ہے۔ حدیث پاک میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں

"ان اللہ اختارلی واختارنی اصحابا و اصہار اوسیاتی قوم یسبونہم و ینقصونہم فلاتجالسوہم ولاتشاربوہم ولاتواکلہم ولاتناکحوہم ولاتصلوا علیہم ولاتصلوا معہم۔"(۱)

جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو جو کافر ومرتد ہو اس کا حکم کتنا سخت ہوگا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ کو جان کر ان کو مسلمان مانتا ہے اور ان کی عیادت کرتا ہے، ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اور ان سے رشتہ کرتا ہے تو وہ سنی نہیں ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾(۲)

اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور دیگر اسلامی معاملات رکھنا منع ہے جو رکھے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۹/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) المستدرک للحاکم، ج:۳، ص:۶۳۲

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰

وہابی باپ کی موت پر اس کے گھر جانا کیسا؟

مسئلہ از: حافظ محمد نہال الدین، مقام ہڑہا کبولی، ضلع باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پکا سنی اور عاشق اعلیٰ حضرت ہے اور زید کا سسر جس کا نام بکر ہے پہلے اس کا عقیدہ ظاہری طور پر درست تھا لیکن بعد میں اس کی حقیقت ظاہر ہوگئی کہ وہ وہابی تھے اور زید نے اس کی حقیقت معلوم ہونے پر آنا جانا بند کر دیا لیکن کبھی کبھی زید اپنی بیوی کو بکر یعنی اس کے باپ کے پاس بیماری یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت اور کبھی خوشی کے موقع پر بھی بھیج دیا کرتا تھا آخر کار زید نے اپنی بیوی ہندہ کو اس کے باپ کے مرنے پر میت میں بھی بھیج دیا اور اس کی بیوی ایک دن رک کر واپس ہوگئی۔

زید اور ہندہ کے لئے کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوھاب

کسی وہابی دیوبندی وغیرہ بدمذہب کی شادی بیاہ میں شرکت اور عیادت وتعزیت کے لئے جانا جائز نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لاتواکلوھم و لاتشاربوھم و لاتناکحوھم و اذا مرضوا فلاتعودوھم و اذا ماتوا فلاتشھدوھم و لاتصلوا علیھم و لاتصلوا معھم."(۱)

لہٰذا زید وہندہ وہابی کی تعزیت کرنے اور کرانے کی بنا پر توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

بغیر اجازت کسی کی زمین میں دفن کرنا؟

مسئلہ از: عبد اللہ، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں۔

(۱) کسی کی ملکیت والی زمین میں (مالک کی اجازت کے بغیر وقف نہ ہوتے ہوئے) میت کو دفنایا جانا کیسا فعل ہے؟ کیا اس زمین کو قبرستان کا نام دیا جا سکتا ہے؟

(۲) کسی کی ملکیت والی قبرستان کو یعنی کسی کی ملکیت والی قبرستان کے ایک حصہ کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱۱، ص: ۳۲۴

وقف کرنا کیسا فعل ہے؟

(۳) مقامی لوگوں کی مخالفت کے باوجود قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کر کے مسجد تعمیر کرنا کیسا فعل ہے؟ مسجد مکمل تعمیر ہونے کے بعد اس میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا فعل ہے؟

(۴) قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کر کے اس میں تعمیر کرنا یا دکان وغیرہ بنا کر آمدنی کا ذریعہ بنانا کیسا فعل ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) کسی کی مملوک زمین میں بغیر اجازت مالک مردہ دفن کرنا ناجائز ہے اور اگر بے اجازت مردہ دفن کر دیا گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زمین سے مردہ نکلوا دے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لاینبغی اخراج المیت من القبر بعد مادفن الا اذا کانت الارض مغصوبة او اخذت بشفعة."(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں

"کسی کی مملوک زمین میں بغیر اس کی اجازت کے مردہ دفن کر دیا ہو اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی وعمارت ہر شئی کا اختیار ہے۔"(۲)

اور جب مالک زمین کی اجازت کے بغیر دفن کرنا جائز نہیں تو اس جگہ کو قبرستان کا نام دینا بھی درست نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

(۲) اگر کسی نے اپنی مملوک زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دی اور پھر اس کی اجازت سے اس جگہ مردہ دفن کئے گئے اور وہ جگہ قبرستان قرار دے دی گئی تو اگر مالک نے اسے بنام قبرستان وقف کر دیا تو اب اس کے کسی بھی حصہ کو مسجد کی تعمیر میں نہیں لگا سکتے ہیں کہ وقف کی تبدیل ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ۔"(۳)

فتح القدیر میں ہے **"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ."**(۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "مقبرہ وقف میں اپنا مکان سکونت بنانا یا خلاف

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۰۸

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۴) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۰

وقف اپنے کسی تصرف میں لینا حرام ہے۔ "فان الوقف لایملک ولایخالف الخ"(۱)

اور اگر مالک زمین نے ا۔ ۔۔ام قبرستان وقف نہ کیا تو جس جگہ پر قبریں نہ ہوں اسے تعمیر مسجد میں مالک کی اجازت سے شامل کر سکتے ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا حق ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے

''مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا **فان الملک مطلق لہ والمالک لایحجر** اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں ناروا **لمافیہ من اسعھانۃ بالمسلمین الخ**''۔(۲) **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

(۳) اگر وہ قبرستان وقفی ہے یا کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور اس نے اجازت نہ دی تو اس قبرستان کے کسی بھی حصہ کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز و گناہ ہے اور اس میں نماز بھی ناجائز ہے کہ ارض مغصوبہ میں نماز جائز نہیں۔ درمختار میں ہے :"وکذا تکرہ فی اماکن (الی قولہ) وارض مغصوبۃ."(۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے''**ان غصب دارا فجعلھا مسجد الا یسع لاحد ان یصلی فیہ.**"(۴)

بہار شریعت میں ہے''زمین مغصوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔''**واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب**(۵)

(۴) وقفی قبرستان میں گھر تعمیر کرنا دوکان بنانا سب ناجائز و حرام ہے اور اگر وقفی قبرستان نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو تو جس جگہ قبریں نہ بنی ہوں وہاں مکان و دکان تعمیر کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس تعمیر سے قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔ ورنہ مفضی الی الحرام کی بنا پر یہ تعمیر درست نہیں ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین ۔۔ری

۷/صفر المظفر ۔ ھ

غیر مسلموں کے گھر تعزیت کے لئے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: شرافت علی سگا، ضلع بلودہ، بازار چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندوؤں کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے گھر دوکان جانا یا اسی نیت سے راستہ وغیرہ میں ملنا

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۱۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۲۸

(۳) الدر المختار مع الرد المحتار ج: ۲، ص:۲۴

(۴) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۵، ص:۳۲۰

(۵) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۳۰

اور ملاقات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اگر جائز نہیں ہے تو جانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ، مزار شریف کا فنڈ مشترک ہے کیا فنڈ کی اشتراکیت اور آمد وخرچ کی شمولیت درست ہے؟ حکم شرع کیا ہے واضح فرمائیں

(۳) کیا اسی مشترکہ فنڈ سے بوقت ضرورت کسی بھی کمی بیشی کو پورا کرنا جائز ہے؟

(۴) ہندوؤں کے تیوہاروں کے موقع پر دیا جلانا یا کسی بھی طریقے سے شرکت کرنا یا مندروں کے پاس گزرتے وقت سر جھکانا یا ہاتھ جوڑنا کیسا ہے؟

اوپر ذکر کئے گئے سوالات کے جوابات جو کچھ بھی علمائے حقہ عنایت فرمائیں ان پر عمل کرنے کرانے کے لئے مسلم جماعت کا کیا فرض بنتا ہے؟ عمل نہ کرنا یا نہ کرانے میں مسلم جماعت اور کمیٹی کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ مفتی صاحب قبلہ سے عرض ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں موثر انداز میں حق واضح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فقاہت فی الدین کی اعلیٰ منزل عطا فرمائے۔ آمین

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) تعزیت کا مطلب میت کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرنا ہے اور اسلام نے مشرکین سے شدت اور سختی سے پیش آنے اور ان کی طرف سے دل میں عداوت ونفرت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے: ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ (۲)

لہٰذا اُن کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے پسماندگان کے پاس جانا اور تعزیت کرنا جائز نہیں ہے جو لوگ جائیں وہ توبہ واستغفار کریں البتہ اگر کسی حکمت ومصلحت اور غرض صحیح کی بنا پر صرف ظاہراً چند کلمات ہمدردی کہیں تو اجازت ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''موالات صوریہ'' (ظاہری محبت وہمدردی) کو بھی شرع مطہرہ نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ در بارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب بدر

(۱) سورۃ التوبہ: آیت ۷۳

(۲) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۳

رضی اللہ عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیح البخاری ومسلم تفسیر علامہ ابوالسعو دمیں ہے فیہ زجر شدید للمومنین عن اظہار صورۃ الموالات لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ قال تعالی اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ اور مزار شریف کی آمدنی اگر وقف کی ہے یعنی کوئی جائیداد مسجد ومدرسہ اور عیدگاہ پر وقف ہے اوراس کی آمدنی ہے تو اگر ہر ایک کا وقف الگ الگ ہے تو ایسی صورت میں ہر وقف کی آمدنی کو الگ الگ رکھنا واجب ہے اوراگر مذکورہ مقامات کے نام پر مشترکہ طور پر چندہ کرکے رقم جمع کی جاتی ہے اور چندہ دہندگان کو معلوم ہے کہ تمام رقوم اکٹھا رکھی جاتی ہیں اورسب کو جہاں پر ضرورت پڑتی ہے خرچ کیا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر وقف کی آمدنی ہے تو ایک وقف کی آمدنی کو دوسرے وقف پر خرچ کرنا ناجائز وحرام ہے۔ درمختار میں ہے:"وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لایجوزلہ ذلک."(۲)

اور بہار شریعت میں ہے"اگر واقف دونوں وقفوں کے دو ہیں مثلاً دو شخصوں نے ایک مسجد پر وقف کیا یا واقف ایک ہی ہومگر جہت وقف مختلف ہومثلاً ایک ہی شخص نے مسجد ومدرسہ بنایا اوردونوں پر الگ الگ وقف کیا تو ایک کی آمدنی دوسرے پر صرف نہیں کرسکتے۔"(۳)

یونہی اگر مسجد کے نام پر چندہ ہوا تو مدرسہ وغیرہ پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔البتہ اگر مسجد ومدرسہ وغیرہ کے لئے مجموعی طور پر چندہ ہوااور چندہ دینے والوں کواس کا علم ہو کہ سب رقم اکٹھا رہتی ہے اورتمام ضرورتوں میں خرچ ہوتی ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کرنا ان موقعوں پر دیا جلانا سخت حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:"یکفر بخروجہ الی نیروزالمجوس والموافقۃ معھم فیمایفعلون فی ذالک الیوم." (۴)

اور مندروں کے پاس سر جھکانا اور ہاتھ جوڑنا اشد واخبث کفر ہے کہ مندروں کے سامنے سر جھکانا یا ہاتھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ م، ج:۱۴،ص:۴۳

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۳،ص:۳۷۲

(۳) بہارشریعت،ج:۱۰،ص:۴۷

(۴) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج:۱،ص:۶۹۸

جوڑنا مشرکین کی عبادت معبودان باطلہ کا طریقہ ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو فوراً اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہو گیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: ''عبادة الصنم كفر ولا اعتبار بما في قلبه.''(۱)

جو لوگ ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کریں وہ تجدید اسلام ونکاح کریں اور جو مندروں کے سامنے سر جھکائیں یا ہاتھ جوڑیں وہ ایسے کافر ہو گئے کہ ان کی بیویاں نکاح سے باہر ہو گئیں پھر اگر وہ اسلام قبول کرلیں جب بھی عورتوں کو اختیار ہوگا کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کریں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہو گیا جسے معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر ومرتد ہو گیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اگر تائب ہوا اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن وجنازہ سب حرام۔'' ملخصاً۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان.''(۳)

یعنی تم میں سے جو کوئی برا کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی بیان کردے اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

بہار شریعت میں ہے ''اگر غالب گمان یہ ہے کہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کر سکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل ہے کہ امر کرے۔''(۴)

اسی میں ہے:

''قوم کے چودھری اور زمیندار وغیرہ بہت سے عوام ایسی حیثیت رکھتے ہیں کہ ہاتھ سے روک سکتے ہیں ان

(۱) الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۹
(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۱
(۴) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۲۲۲

پرلازم ہے کہ روکیں ایسوں کے لئے فقط دل سے براجاننا کافی نہیں۔"(۱)

اس تفصیل سے مسلم جماعت کا اپنے عوام سے مسائل شرعیہ پرعمل کرانے نہ کرانے کا حکم بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ بعض حالات میں مسلم جماعت پرواجب ہوگا کہ لوگوں کو احکام شرع پرعمل کرائے اور بعض حالات میں ترک کرنا اور بعض حالات میں کرنا افضل اور بعض حالات میں اختیار ہے۔سائل مسلم جماعت کے حال کو دیکھ کر جان سکتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

الجواب صحیح: محمد قمرعالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۱۴/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

وہابی کو ایصال ثواب کرنا کیسا؟

مسئلہ از: اسماعیل امجدی،بھروچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مشہور وہابی کے مرنے پر ہورہی قرآن خوانی میں حاضری دی اور تلاوت کے بعد دعا بھی کردی۔مرنے والا کٹر وہابی دیوبندی تھا۔یہ اس کو بھی اقرار ہے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بخشا ہے نہ فاتحہ میں اس کا نام لے کر دعا کی ہے نہ اس کو مغفرت کی دعا کی نیت کی ہے مگر وہ محفل خاص اس وہابی کے ایصال ثواب کے لئے تھی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) خاص وہابی دیوبندی کے لئے دعائے مغفرت کی محفل میں جانا کیسا ہے؟

(۲) وہاں جا کر قرآن پڑھنا پھر فاتحہ پڑھ کر بظاہر دعا کرنا اور کروانا کیسا ہے؟

(۳) پھر یہ کہنا کہ میں نے اس کے لئے دعا نہ کی یہ بہانہ کرنا کیسا ہے؟

(۴) زید مولوی ہے اور اس نے خود وہاں فاتحہ کر کے دعا کی اور کروائی تو عوام میں یہی مشہور ہوگا اور ہوا کہ وہابی کا فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے تو اس عمل سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہوا کہ نہیں؟

(۵) اب زید علانیہ توبہ کرنے کو تیار نہیں تو اس کے لئے ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

برائے کرم خلاصہ وار جواب عنایت فرمائیں ورنہ عوام میں صلح کلیت اور پھیلے گی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" کافر ومرتد ہیں۔امام اہلسنّت

(۱) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۲۲۲

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''وہابیہ، نیچریہ، قادیانیہ، غیر مقلدین اور دیوبندیہ چکڑالویہ یہ قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔''(۱)

اور کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام ہے۔ درمختار میں ہے: ''والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر.''(۲)

بلکہ بعض فقہائے کرام نے کفر فرمایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''فی الحلیه نقلا عن القرافی واقره الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبر به.''(۳)

اسی میں ہے ''اور کافر کے لئے دعائے مغفرت ہی کفر ہے نہ کہ نماز جنازہ۔''(۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام و گناہ ہے اور حرام و گناہ کی محفل میں جانا بھی حرام ہے تو دیوبندی کے لئے قائم کی گئی محفل دعائے مغفرت میں کسی مسلمان کا جانا حرام و گناہ ہے جانے والے پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ سب ناجائز و حرام اور گناہ شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حکم ظاہر پر لگتا ہے لہٰذا اس کا یہ بہانہ شرعاً مسموع نہ ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بیشک زید نے اپنے عمل سے مسلمانوں پر ظاہر کیا کہ دیوبندیوں کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے اور اس نے عوام کو گمراہ ہونے کا راستہ دکھایا جو بلاشبہ ناجائز ہے۔

(۵) اگر زید علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے سلام وکلام، میل جول اس کی اقتدا میں نماز سب ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۶، ص: ۹۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۹

(۳) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۴، ص: ۵۳

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۴، ص: ۵۷

(۵) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

فرضی مزار بنانے اور وہاں فاتحہ وغیرہ کرنے کا حکم

مسئلہ از: اظہار احمد، ہاٹا، ندولی ضلع دیوریا یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ مزار بنوائی جہاں پہلے سے کوئی قبر یا مزار نہ تھا لوگوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ایک بابا نے مجھے خواب میں بشارت دی۔ اب وہ شخص اس مزار پر فاتحہ پڑھتا ہے، چادر پوشی کرتا ہے اور کئی مرتبہ اس کے سامنے نماز بھی پڑھ چکا ہے۔ گاؤں کے کچھ لوگ اس سے میل جول رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بائیکاٹ کرتے ہیں لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس شخص پر جو شرعی حکم نافذ ہوتا ہے نیز ان لوگوں پر جو اس سے میل جول رکھتے ہیں بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فرضی مزار بنانا حرام ہے اور اس پر چادر اور پھول ڈالنا، وہاں فاتحہ پڑھنا سب ناجائز وگناہ ہے۔ ایسا کرنے والے اور ان کا ساتھ دینے والے سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ لوگ توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان سب کا بائیکاٹ کردیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"قبر بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اس جلسہ زیارت قبر بلا مقبور میں شرکت جائز نہیں اس معاملے سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو مدد ومعاون ہیں سب گناہگار وفاسق ہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

وہابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے گاؤں کے رہنے والے سنی عقیدہ کے ہیں لیکن گاؤں والوں کی رشتہ داری وہابیوں کے یہاں جوڑی ہوئی ہے سب کچھ کرتے ہیں۔ میلاد شریف بھی پڑھواتے ہیں اور جنازہ میں بھی جاتے ہیں اور جب وہابیوں کے گھر میت ہوتی ہے تو سنی لوگ مسجد کے مائک سے میت کا اعلان کرتے ہیں اور دس روپے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۱۵

اعلان کرنے کا لیتے ہیں اور یہ پیسے امام اور موذن کے پاس جمع ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پیسے امام اور موذن کے پاس نہ جمع کیا جائے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام اور موذن کو اگر یہ پیسے نہ دیے جائیں تو امام اور موذن میت کے گھر کھانا بھی نہ کھائیں لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر وہابی کی نماز جنازہ پڑھے گا اس کی بیوی نکاح میں رہے گی یا نکل جائے گی؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں۔
"وہابیہ دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں"۔(۱)

اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا.﴾(۲)

لہٰذا جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے رسول پاک کی توہین کی ہے ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوں گے ان کے لئے استغفار کریں گے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان پر توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید ایمان ونکاح لازم ہوگا اگر وہ ایسا نہ کریں تو اب ان کی بھی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز ہے۔

اور اگر کسی کی چاپلوسی دباؤ یا لحاظ میں آ کر وہابیوں کے جنازہ میں شریک ہوں تب بھی توبہ واستغفار بہر حال لازم ہے اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز وحرام ہے تو ان کی میت کی نماز جنازہ کے لئے کسی سنی مسجد سے اعلان بھی سخت ناجائز ہے جو لوگ ایسا کریں ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۸/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

مزارات پر انجام دیے جانے والے چند امور کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

آج کل سنت وجماعت میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں تو سرہانے کی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۹۰
(۲) سورۃ التوبہ، آیت:۸۴
(۳) سورۃ المائدہ، آیت:۲

طرف کھڑے ہوکر مزار شریف پر سر رکھ کر دعا مانگتے ہیں اور کہیں کہیں درگاہ کے اندر زنجیر باندھتے ہیں اور مزار شریف کی زیارت کرنے والے زنجیر کو بڑی عقیدت سے چومتے ہیں اور چوکھٹ کو بھی چومتے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں جالی میں تالا لگاتے ہیں، مزار شریف کی دیوار میں سکہ چپکاتے ہیں، جالی میں ڈورا باندھتے ہیں اور کہیں کہیں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جہاں بزرگوں نے چلے کئے وہاں مزار بنا دیتے ہیں چادر اور پھول چڑھاتے ہیں۔ صندل لے جاتے ہیں ڈھول اور تاشہ بجایا جاتا ہے کچھ لوگ مزار شریف کی جالی میں چٹھی باندھتے ہیں کچھ لوگ طغرے یا کلینڈر میں بنائے ہوئے کسی ولی یا شہید کے مزار کو چومتے ہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مزار شریف پر صرف ایک ہی چادر چڑھانا درست ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے کسی مزار کی زیارت نہیں کرنی چاہئے۔

مذکورہ بالا باتوں کے متعلق شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مزارات طیبہ کی حاضری کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتیں کی طرف سے حاضر ہو اور کچھ دور کھڑے ہوکر سلام پیش کر کے دعا کرے جگہ نہ ہو تو سرہانے میں کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ مگر مزار شریف پر سر رکھنا منع ہے ہرگز ایسا نہ کرے۔ زنجیر یا چوکھٹ کے چومنے میں حرج نہیں۔ البتہ سجدہ کرنا حرام ہے۔ جالی میں تالا لگانا، مزار شریف کی دیوار میں سکہ چپکانا، جالی میں ڈورا باندھنا یہ سب جہالت ہے بلکہ اضاعت مال بھی ہے تو یہ ناجائز ہے، چلہ گاہوں کو مزار بنانا ناجائز پھر اس مزار کی زیارت کو جانا، چادر پھول پیش کرنا، صندل لے جانا، ڈھول تاشہ بجانا، جالیوں میں چٹھی کا باندھنا، یہ تمام کام جہالت کے ہیں ان کا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ طغرے اور کلینڈر میں بنے مزار شریف کے نقشے کو بوسہ دینے میں حرج نہیں کہ علمائے کرام نے اصل کی طرح عکس کی بھی تعظیم کے لئے فرمایا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

"علمائے دین نے نقشے کا اعزاز واعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔"(۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

"اشیاء معظم کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔"(۲)

اور بقصد تبرک مزارات پر چادر ڈالنا مستحسن ہے۔ خواہ ایک ڈالی جائے یا دو چند مگر ان سب چادروں کو ان پر چھوڑا نہ جائے بلکہ صرف ایک چادر رہنے دیں کہ مقصود قلوب عوام میں مزارات مبارکہ کی عظمت پیدا کرنا ہے اور وہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۸۵

ایک سے حاصل ہے اور بغیر ثبوت کسی مزار کی زیارت کونہیں جانا چاہئے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ مسلمان کی ہے کہ اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِہٖ، وقال تعالیٰ: وَمَالَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ و قال اللہ تعالیٰ ان اللہ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔تو جو امر سنت وحرام ومستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۸/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

فرضی مزار بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مجسم،، دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے ہند اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

چندلوگوں نے ایک جگہ مصنوعی مزار بنایا ہے اور وہاں عرس وغیرہ بھی کرتے ہیں اس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور وہ لوگ اس مزار کے نام سے چندہ کرتے ہیں اور اس چندے کے پیسہ سے ناچ اور فضول رسم کرواتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو یہ تمام امور انجام دیتے ہیں۔

نیز جولوگ یہ جانتے ہوئے چندہ دیتے ہیں کہ یہ مزار بناوٹی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس پیسے سے ناجائز رسوم ادا کرتے ہیں تو چندہ دینے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز جولوگ اس مزار پر بہ نیت ثواب اور مرادیں لے کر جاتے ہیں اور مذکورہ بالا مسئلہ جاننے والوں کے علم میں ہو یا نہ ہو اور اگر ان کے علم میں نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

فرضی مزار بنانا اور وہاں عرس وغیرہ کرنا ناجائز وگنا اور بدعت سیئہ ہے، اور جولوگ ایسا کرتے ہیں وہ مجرم وگنہگار اور مستحق نار ہیں، ان پر لازم ہے کہ ان باطل حرکتوں سے اور ناجائز کاموں سے فوراً باز آجائیں اپنے کرتوت پر صدق دل سے نادم ہوں، اور توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴،ص:۲۰۸

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۱)

اور جولوگ جانتے ہوئے ایسی جگہوں پر چندہ دیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں ان پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اس جلسۂ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو مدد ومعاون ہیں سب گناہگار وفاسق ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان بلکہ جو باوصف قدرت ساکت ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ.(۲)

اور جولوگ عدم علم کی بنا پر ایسے فرضی مزار پر چلے جائیں تو ان پر الزام نہیں مگر بعد علم توبہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵/ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

شہدائے احد کے مزارات پر حاضری کی حدیث

مسئلہ از: مولانا امجد علی، جامعہ رضویہ نور العلوم مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے سلسلہ میں کہ

زید نے دوران تقریر یہ کہا کہ رسول پاک علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر بذات خود تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعاء خیر کرتے تھے لہٰذا اس حدیث پاک سے بزرگان دین کے مزارات پر جانے کا ثبوت ملتا ہے۔

زید کے مخالف بکر نے یہ کہا کہ تمہاری پیش کردہ حدیث کسی بھی روایت میں موجود نہیں ہے لہٰذا تمہاری یہ بات درست نہیں۔ زید نے "فتاویٰ رضویہ جلد ۴" اور "فتاویٰ بحر العلوم جلد ۲" کا حوالہ بھی دیا مگر بکر پھر بھی نہیں مانا اور اپنے قول پر اڑا رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ براہ کرم تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بیشک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث حافظ جمیل الشان امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۱۵

احدا کل عام، فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار."(۱)

اور امام اجل سیدی عبدالرزاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"عن محمد بن ابراهیم التیمی رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یاتی قبور الشهداء عند راس الحول فیقول: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قال: وکان ابوبکر وعمر وعثمان یفعلون ذلک." (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ زید کا قول درست اور صحیح ہے اور بکر جھوٹا ہٹ دھرم اور کتب دینیہ سے ناواقف اور شریعت پر جری و بے باک ہے۔ رب تعالیٰ اسے سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم و احکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۳/ ربیع النور ۱۴۳۳ھ

اگر نابالغ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ از: غلام مرسلین، پرتاپگڑھ (اتر پردیش)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی سمجھ دار نابالغ بچہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو دیگر مسلمان فرض کفایہ سے سبکدوش ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر سمجھ دار نابالغ بچے نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ لی تو تمام مسلمان بری الذمہ ہو گئے یا نہیں اس میں عبارات فقہاء مختلف ہیں بعض اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ دیگر مسلمان بری الذمہ نہیں ہوں گے جب کہ بعض ارشادات بری ہونے کی تائید کرتے ہیں چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"قال الامام الاسروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جاز واذا ام فی صلاة الجنازة ینبغی ان لا یجوز وهو الظاهر لانها من فروض الکفایة وهو لیس من اهل اداء الفرض ولکن یشکل برد السلام اذا سلم علی قوم فرد صبی جواب السلام اه . اقول: حاصله

(۱) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج:۳، ص:۵۸

(۲) المصنف لعبدالرزاق، ج:۳، ص:۵۷۳/ تفسیر القرطبی، ج:۹، ص:۳۱۲

انها لاتسقط عن البالغين بفعله لان صلاتهم لم تصح لفقد شرط الاقتداء وهو بلوغ الامام وصلاته وان صحت لنفسه لاتقع فرضا لانه ليس من اهله وعليه فلو صلى وحده لايسقط الفرض عنهم بفعله "(۱)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کے پڑھ لینے سے دیگر مسلمان بری نہ ہونگے بلکہ انہیں نماز جنازہ پڑھنی ہوگی مگر علامہ شامی علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں:

"لكن يشكل على ذلك مسئلة السلام وكذا جواز تغسيله للميت مع انه فرض ايضا وقد ساعن التحرير قريبا استشكال سقوط الصلاة بفعله وعن شارحه انه لم يره ،وان ظاهر اصول المذهب عدم السقوط لكن نقل في الاحكام عن جامع الفتاوى سقوطها بفعلها كرد السلام ونقل بعده عن السراجية لا يشترط بلوغه"(۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر نابالغ نے میت کو غسل دے دیا تو دوبارہ مسلمانوں کو اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے یوں ہی اگر کسی نے مجمع عام پر سلام پیش کیا اور اس میں موجود کسی نابالغ نے جواب دے دیا تو سب بری الذمہ ہو گئے ان مسائل سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نابالغ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ دی تو سب بری ہو جائیں گے کیونکہ میت کا غسل فرض تھا یوں ہی سلام کا جواب دینا واجب تھا اور یہ دونوں فعل نابالغ سے صادر ہوا ہے مگر ارشادات فقہاء سے صاف واضح ہے کہ نابالغ کے اس فعل سے سب بری الذمہ ہو گئے لہٰذا نماز جنازہ کا حکم بھی یہی ہوگا کہ اگر نابالغ نے پڑھ لی تو سب بری ہو جائیں گے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے چنانچہ جد الممتار میں ہے

"قوله :قال الامام الاسروشني في كتاب "احكام الصغار "الصبى اذا غسل الميت جاز"

"اى:يسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاته على الميت اولى لانها دعاء وهو اقرب للاجابة من المكلفين "(۳) والله تعالى اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) ردالمحتار ج:۳،ص:۱۰۴،کتاب الجنائز

(۲)حوالہ سابق

(۳)جد الممتار على رد المحتار ج:۳،ص:۲۵۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الزکاۃ

قال اللہ تعالیٰ

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَتُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا﴾
(التوبۃ/١٠٣)

یعنی

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو اس کی وجہ سے
انہیں پاک اور ستھرا بنادو۔

از ص:________	تا ص:________

کل فتاویٰ:٥٦

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الزکاۃ

زکاۃ کا بیان

سونے اور چاندی کا نصاب نئے اوزان سے کتنا ہے

مسئلہ از: عبداللہ امجدی جی این یو، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں

زکاۃ واجب ہونے کے لئے ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ضروری ہے نئے وزن یعنی گرام کے اعتبار سے کتنا وزن ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک تولہ کا وزن بارہ گرام ۴۴۱ ملی گرام اور کچھ پوائنٹ ہوتا ہے اس کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن چھ سو ترپن (۶۵۳) گرام اور ایک سو چوراسی (۱۸۴) ملی گرام ہوتا ہے اور ساڑھے سات تولہ سونا کا وزن ترانوے گرام تین سو بارہ (۳۱۲) ملی گرام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۵ر جمادی الآخرۃ ۱۴۳۴ھ

تجارتی زمین پر زکاۃ ہے کہ نہیں

مسئلہ از: محمد محسن رضوی ابن حافظ محمد مومن رضوی، جھانسی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل بہت سے لوگ پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں جس میں زمین کو خرید تے اور بیچتے ہیں ایسی زمینوں پر زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ نے تین طرح کے مالوں پر زکاۃ فرض فرمائی ہے۔

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی روپیہ پیسہ کرنسی (۲) مال تجارت (۳) چرائی کے جانوران کے علاوہ کسی مال میں زکاۃ نہیں ہے اوران تینوں میں مال تجارت میں کوئی تعیین نہیں ہے جو مال بھی تجارت کے لئے ہو اس میں زکاۃ ہے خواہ کپڑا لوہا پیتل وغیرہ ہو یا زمین ومکان اور فلیٹ ہو چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں ہیرے جواہرات میں زکاۃ نہیں لیکن اگر کوئی ان کی تجارت کررہا ہو تو اب ان کی زکاۃ واجب ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے:

"واما الیواقیت واللالی والجواھر فلازکاۃ فیھا وان کانت حلیا الا ان تکون للتجارۃ." (۱)

لہٰذا جو زمین تجارت کی ہو اس پر زکاۃ واجب ہے درمختار میں ہے:

"کمالوشری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ اوعشریۃ او بذرا للتجارۃ وزرعہ لایکون للتجارۃ لقیام المانع." (۲)

ردالمحتار میں ہے:

"ومفھومہ انہ اذا لم یزرعھا تجب زکاۃ التجارۃ فیھا لعدم وجوب العشر فلم یوجد المانع. اھ"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

ایڈوانس قیمت دے دی مگر مال پر قبضہ نہیں کیا تو زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیض میمن دبئی عرب امارات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی نے خرید وفروخت میں قیمت پہلے ادا کردی اور مال پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ابھی وہ دوکان دار کے پاس ہی ہے تو خریدار پر اس مال کی زکاۃ ہے یا نہیں؟

---

(۱) الجوھرۃ النیرۃ، ج:۲، ص:۱۱۲

(۲) الدرالمختار، ج:۳، ص:۱۹۵

(۳) ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۹۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ واجب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال آدمی کی ملکیت اور حقیقتاً یا حکماً قبضہ میں ہو چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"لان المراد بالتام المملوک رقبة ویدا."(۱)

صورت مذکورہ میں چونکہ مال ابھی خریدار کے قبضے میں نہیں آیا اس لئے اس مال کی اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے جیسا کہ "البحر الرائق" میں ہے:

"واطلق الملک فانصرف الی الکامل وھو المملوک رقبة ویدا فلایجب علی المشتری فیما اشتراہ للتجارة قبل القبض." (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۵؍شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکاۃ ہے یا نہیں

مسئلہ از: محمد فیض تمیز الدین رسول پور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس ٹینٹ ہاؤس ہو اور اس میں کرایہ پر دینے والے سامانوں کی قیمت مقدار نصاب کو پہنچتی ہو تو اس پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ٹینٹ ہاؤس میں جو سامان کرایہ پر دینے کے لئے ہوں ان کی قیمت کتنی ہی زیادہ ہو ان سامانوں پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

"وکذالک آلات المحترفین الا مایبقی اثر عینه کالعصفر لدبغ الجلد ففیه الزکاة اھ"(۳)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"لواشتری قدورا من صفر یمسکھا ویواجرھا لاتجب فیھا الزکاة کمالاتجب فی بیوت الغلّة." (۴)

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۵۹
(۲) البحر الرائق، ج:۲، ص:۲۰۳
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۸۳
(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۹۲

بہار شریعت میں ہے:

"کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیگیں ہوں ان کی زکاۃ نہیں یوں ہی کرایہ کے مکان۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

۲۵ ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

بینک میں جمع شدہ روپیوں کی زکوٰۃ

مسئلہ از: محمد گلزار اشرف صدیقی، دار العلوم حسینیہ، ہمت نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو صاحب نصاب ہے ہر ماہ اس نے نوسو روپے ڈاک خانہ میں جمع کروایا۔ پانچ سال بعد زید کو تقریباً پچھتر ہزار روپے ملے تو زید ان روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

تفصیل مذکور کے مطابق زید نے سال بھر میں دس ہزار آٹھ سو روپے جمع کیے۔ اب اگر زید دوسرے مال کی بنا پر یا اس رقم کو ملانے سے مالک نصاب ہو جاتا ہے تو سال پورا ہونے پر بینک میں جمع شدہ اتنی رقم کی دوسو ستر روپے زکوٰۃ ہوئی۔ زکاۃ کی رقم وضع کرنے کے بعد اب بینک کی رقم دس ہزار پانچ سو تیس روپے بچی۔ اس رقم کو دوسرے سال میں جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ روپے میں جوڑیں۔ کل رقم ۲۱۳۳۰ ہوئی۔ اب اس کی زکوٰۃ کل ۵۳۳ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۲۰۷۹۷ روپے بچی۔ اب اس رقم میں تیسرے سال کی جمع شدہ ۱۰۸۰۰ جوڑ دیں۔ کل رقم ۳۱۵۹۷ روپے ہوئی۔

اب اس کی زکوٰۃ ۷۹۰ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۳۰۸۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس رقم کی زکوٰۃ ۱۰۴۰ روپے ہوئی زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب جوڑیں کل رقم ۴۰۵۶۷ روپے ہوئی اب اس پوری رقم میں چوتھے سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ جوڑیں۔ کل رقم ۴۱۶۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس پوری رقم میں پانچویں سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ کو جوڑیں۔ کل رقم ۵۱۳۶۷ روپے ہوئی اور اس کی زکوٰۃ ۱۲۸۴ روپے ہوئی۔ اس طرح پانچ سال میں جمع شدہ کل رقم کی زکوٰۃ کل ۳۹۱۷ روپے ہوئی۔ بقیہ رقم جو بینک نے اپنی طرف سے دیا تو چوں کہ انڈیا

(۱) بہار شریعت، ج:۵، ص:۳۵

گورنمنٹ کے ڈاک خانوں اور بینکوں سے زائد ملنے والی رقم ایک مال مباح ہے اور مال مباح میں ملکیت کا ثبوت قبضہ کے بعد ہوتا ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ ملنے کے بعد دینی ہے گزشتہ سالوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ جب قبضہ میں آگئی۔ اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ کل زائد ملنے والی رقم کا ڈھائی فیصد حصہ زکوٰۃ میں دے دیں۔ هكذا قال العلماء الكرام في كتب الفقه والفتاوىٰ. والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل شانه اتم واحكم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کو قبرستان کی باونڈری میں لگانے سے متعلق ایک سوال

مسئله از: محمد یونس عزیزی، بانسی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کیا زکوٰۃ وفطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ جواب سے نوازیں

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں لگانا جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ عالمگیری سے ہے "لا يجوز ان يبنى بالزكوٰة المسجد وكذا الحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه كذا في التبيين" (۱)

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنی طرف سے قبرستان کی باؤنڈری کے لیے دے دے تو اسے باؤنڈری میں استعمال کرسکتے ہیں۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اگر روپے بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔" (۲)

البتہ اگر وہاں کے لوگ اس حیثیت کے ہوں کہ زکاۃ کے علاوہ دوسری رقم دے کر باونڈری کراسکتے ہیں تو زکاۃ کی رقم کو حیلہ شرعیہ کرکے بھی لگانے کی اجازت نہیں ہے۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ رشوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱) الفتاوى الرضوية، ج:۴، ص:۴۷۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۴۶۸

حیلہ شرعی سے مال زکوٰۃ کو دینی کتب کی اشاعت میں خرچ کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد سلیم احمد قادری، مقام پھریندا جاگیر، پوسٹ مہراج گنج بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حیلہ شرعی کے بعد دینی کتب کی اشاعت میں زکوٰۃ کی رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حیلہ شرعی کے بعد یعنی کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک بنا دیں اب وہ فقیر دینی کتب کی اشاعت کے لیے وہ رقم خود دے دے یا اس سے دلوا دے۔ بلاشبہ جائز ہے، بلکہ دونوں کے لیے اجر عظیم اور ثواب جاری ہے۔

ایک ایسے ہی مسئلہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"بحرالرائق میں زیر قول متن" لا إلى بناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء من يعتق" فرمایا" والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يامره بعد ذلك بالصرف في هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكوٰة وللفقير ثواب هذا الصرف كذا في المحيط"(۱)

مگر یہ اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ دوسری رقم نہ مل سکے اور اشاعت کتب کی ضرورت ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ
۲/ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

جس مدرسہ میں باہری طلبہ نہ ہوں وہاں زکاۃ صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسیب قادری، بیبا پور، ضلع، بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ۔

(۱) ایسے گاؤں کے مدرسہ میں جہاں باہری طلبہ نہ رہتے ہوں، نہ ہی ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۴۶۹

ضروریات کا انتظام ہو تو ایسے مدرسہ میں زکاۃ وفطرہ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اس رقم سے اساتذہ کی تنخواہ دینا کیسا ہے؟ اور نہ ہی اس گاؤں کے لوگوں کی حیثیت ہے کہ اپنی جیب خاص سے مدرسہ چلا سکتے ہیں بلکہ باہر سے آئے ہوئے چندہ سے مدرسہ چلتا ہے۔

(۲) برکت حاصل کرنے کے لیے بزرگ کی قبر سے مٹی یا اینٹ وغیرہ لے جا کر قبر بنانا، عرس کرنا اور فاتحہ دلانا وغیرہ امور کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس مسلم آبادی کی حالت ایسی ہو کہ وہاں کے لوگ عطیات وصدقات نافلہ سے دینی ادارہ چلانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو وہاں دین کی بقا کے لئے بوجہ مجبوری زکاۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد ایسے دینی ادارہ کے لیے بھی صرف کی جا سکتی ہے جہاں باہری طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد ونوش کا انتظام نہ ہو فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر و الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی قبریں فرضی ہیں وہاں عرس اور نذر ونیاز کرنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی
۵ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے کپڑے بستر کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کریم بستی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے دوائی، بستر، کپڑہ وغیرہ کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الحیل ج:۶، ص:۳۹۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بستر وغیرہ کا انہیں مالک بنادیا جاتا ہو تو جائز ہے ورنہ بغیر حیلہ شرعی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کیا زکاۃ کی رقم بینک میں جمع کرنا صحیح ہے

مسئلہ از: عبدالرؤف نگر

جو زکوۃ مدرسہ میں دی جاتی ہے بعینہٖ وہی رقم مدرسہ میں استعمال نہیں کی جاتی بلکہ بینک وغیرہ میں جمع کردی جاتی ہے اور ضرورت کے مطابق بینک سے نکالی جاتی ہے تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

حیلہ شرعی کرنے کے بعد بینک میں جمع کی جائے تاکہ زکاۃ دینے والوں کی ادائیگی زکاۃ میں تاخیر نہ ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

زکاۃ سے مدرسہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ سید یعقوب احمد، خادم مدرسہ عربیہ جھنہرہ باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جھنیر الال پور، ضلع باندہ میں ۲۰۰۰ء میں بدست علماء اہل سنت ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں حفظ وناظرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ لیکن مدرسہ میں باہری غریب طلبہ ومطبخ میں کھانے والا کوئی طالب علم نہیں ہے۔ لہٰذا مفتیان کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ صدقہ، فطرہ وزکوٰۃ سے مدرسہ بنوانا مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو تو بتائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وصدقۂ فطر کو تعمیر مدرسہ اور مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”لایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا الحج وکل مالا تملیک فیہ کذا فی العیین۔ ملخصاً“(1)

البتہ اگر حیلہ شرعیہ کرلے تو اب خرچ کرسکتے ہیں۔حضور صدرالشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز وتکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کرسکتے ہیں کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک بنادیں اور وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ہوگا۔(۲)

اور درمختار میں ہے:

”حیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد“ (۳)واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم عیدگاہ میں لگانا ناجائز ہے

مسئلہ از: محمد انظار عالم، مقام سالکی، پوسٹ کاچھپارہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عیدگاہ میں صدقۂ فطر اور زکوٰۃ کا مال لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وصدقہ فطر کی رقم عیدگاہ میں لگانا ناجائز ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد ولذا الحج وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین“ (۴)

بہار شریعت میں ہے:”زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کے تجہیز وتکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کرسکتے ہیں کہ تملیک

---

(۱)الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۸۸

(۲)بہار شریعت، ج:۵، ص:۲۴

(۳)الدر المختار مع ردالمحتار ج:۲، ص:۱۲

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۸۸

فقیر نہیں پائی گئی۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

ایک غریب شخص کو زکوٰۃ دینے کے متعلق سوال

مسئلہ از: حافظ محمد عمر کمال، نواری بازار، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید غریب آدمی ہے جو مزدوری کر کے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے اور زید اپنا علاج کرانے کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو گیا جس کے ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ نیز زید کے پاس دس بسوا زمین بھی ہے۔ مگر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اس میں کاشت کاری کر سکے۔ کیا ایسی صورت میں زید کو زکوٰۃ کی رقم لینی جائز ہے؟ بالتفصیل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید زکوٰۃ کی رقم کو لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لو کان لہ حوانیت او دار غلۃ تساوی ثلثۃ الاف درھم وغلتھا لا تکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکوٰۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ" (۲)

اور بہار شریعت میں ہے "اس کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں ہو جو سال بھر کی خورش کے لیے کافی ہو، اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ اگرچہ کھیت وغیرہ کی قیمت دوسو درہم یا اس سے زائد ہو۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا قرضدار پر زکاۃ فرض ہے جب کہ قرضدار سال پورا ہونے کے بعد ہوا ہو

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیوریا، پوسٹ رام پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید مالک نصاب ہے

(۱) بہار شریعت، ج:۵، ص:۸۸
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص ۱۸۹
(۳) بہار شریعت ج:۵، ص:۶۲

مگر سال گزرنے کے بعد وہ دوسو روپیہ قرض دار ہو گیا تو کیا زکوٰۃ اس کے اوپر فرض ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ یہ قرض ادائیگی زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

''دین اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکوٰۃ پر اس دین کا کچھ اثر نہیں۔''(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وهذا كله اذا كان الدين في ذمته قبل وجوب الزكوٰة اما اذ لحقه الدين بعد وجوب الزكوة فلم تسقط الزكوٰة هكذا في الجوهرة النيرة" (۲) **والله تعالىٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

زکوٰۃ، فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کا لباس بنانا جائز ہے

مسئلہ از: نثار احمد علیمی، الہاس نگر، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دارالعلوم کی آمدنی جو کہ زکوٰۃ و فطرہ و صدقات سے ہوئی ہے۔ اس آمدنی کے پیسوں سے مدرسہ یا دارالعلوم کے بچوں کو وردی بنانا جائز ہے یا ناجائز۔ بصورت دیگر کوئی ایسا حیلہ شرعی بیان فرمائیں جس سے جواز کا عندیہ ملتا ہو۔ **بینوا فی الدنیا وتوجروا فی الآخرة.**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دارالعلوم کے وہ بچے جو سید نہ ہوں، نہ ہاشمی ہوں، نہ زکوٰۃ دینے والے کی آولاد ہوں اور نہ مالک نصاب کی نابالغ اولاد ہوں تو ان کے لیے زکوٰۃ و فطرہ کی رقم سے وردی بنا کر انہیں مالک بنا دینا جائز ہے۔

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۱۴

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۷۳

درمختار میں ہے "لو اطعم يتيماً ناوياً الزكوة لا يجزئه الا اذا دفع المطعوم كما لو كساه" (۱)
اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:
"عوض زر زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انہیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۲) اور اگر زکوٰۃ کی رقم کا حیلۂ شرعی کر کے وردی بنائیں تو بھی درست ہے۔" واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

مدارس عربیہ میں زکاۃ کے خرچ کی صورت

مسئلہ از: محمد زماں رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلۂ ذیل میں کہ:
مدرسہ کے لیے زکوٰۃ، فطرہ کی رقم اکٹھا کر کے اسے مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا کیسا ہے اور اس سے زکوٰۃ فطرہ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں۔ نیز اگر خرچ کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زکوٰۃ و فطرہ کے اصل حقدار غرباء و مساکین ہیں۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس عربیہ اسلامیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ و بقا وابستہ ہے اگر ان میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس عربیہ بند ہو جائیں۔ جس سے اسلام و سنیت کا بڑا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت و مجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس دینیہ میں زکوٰۃ و فطرہ کو حیلۂ شرعی کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:
"اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۲، ص: ۳
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۴، ص: ۳۸۰
(۳) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۰

تنخواہ مدرسین وملازمین جملہ مصارف میں خرچ ہوسکتا ہے۔"(۱)

اور حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"صدقہ فطروزکوٰۃ نہ تعمیر مدرسہ میں خرچ کی جاسکتی ہے نہ تنخواہ مدرسین میں مگر اس قسم کے پیسوں کو اگر نکال دیا جائے تو مدرسہ کی آمدنی اتنی کم رہ جائے گی جس سے اس کا چلنا دشوار ہو جائے گا اور تحصیل علم کا دروازہ بند ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

لہٰذا ان چیزوں میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر بطور حیلہ کے صرف کیا جائے کہ رقمیں کسی فقیر کو بطور تملیک دے دی جائیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو اب اس رقم کا صرف کرنا جائز ہو جائے گا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

تنخواہ سے کٹنے والی رقم کی زکوٰۃ

مسئلہ از: غیبی صاحب، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کمپنی میں نوکری کرتا ہے۔ اس کی تنخواہ سے ہر ماہ پانچ سو روپیہ کٹتا ہے اور اب زید اپنی نوکری سے ریٹائر ہو رہا ہے اور اس کی تنخواہ سے جو ہر مہینہ پیسہ کٹتا تھا وہ پورا پیسہ جتنا ہوتا ہے اتنا ہی کمپنی اپنی طرف سے ملا کر دیتی ہے ریٹائر ہونے پر۔ تو جواب طلب امر یہ ہے کہ جو بھی پیسہ مل رہا ہے ان سب روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے گی اور کیا روپیہ اپنے قبضہ میں آنے پر فرض ہے یا جب سے تنخواہ کٹ رہی ہے ان سب پیسوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ حالاں کہ کٹے ہوئے پیسوں کو زید اپنے قبضہ میں نہیں پایا ہے اور کٹنے والے روپیوں کی زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی اور تیس سال پہلے سے پیسہ کٹ رہا ہے اور اس کی زکوٰۃ نہیں دی گئی تو کیا زید گنہ گار ہوا یا نہیں؟ برائے کرم ان سب سوالوں کا جواب مفصل تحریر کریں، مہربانی ہوگی۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہو کر مدت ملازمت ختم ہونے پر ملتی ہے وہ ملازم کی ملک ہوتی ہے۔ سیدی اعلیٰ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۴۶۸

(۲) الفتاویٰ الامجدیہ، ج:۱، ص:۳۷۶

حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ
"ملازمت جائزہ کی تنخواہ ماہ بماہ خواہ اس کا کوئی جز جمع ہوکر بعد ختم ملازمت دیا جائے ہر طرح وہ اس ملازم کی ملک ہے۔"(۱)

اور وہ رقم شرعاً قرض کی حیثیت رکھتی ہے گویا ملازم نے کمپنی کو اپنی تنخواہ کا ایک حصہ بطور قرض دے رکھا ہے اور قرض میں دیے گئے روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔(۲)

لہٰذا اگر اس رقم یا دوسری رقم کو ملانے پر ملازم صاحب نصاب ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:
"ملازم اگر مالک نصاب ہے تو دیگر زکاتی مالوں کے ساتھ فنڈ مذکور میں جب سے رقم جمع ہونی شروع ہوئی اسی وقت سے اس رقم کی بھی زکوٰۃ ہر سال واجب ہوگی۔(۳)

خلاصہ یہ کہ ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہوکر کمپنی میں جمع ہوتی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ ملازم صاحب نصاب ہو۔ صورت مسئولہ میں اگر زید تیس سال قبل مالک نصاب تھا تو پانچ سو روپے ماہانہ کے حساب سے سال اول کی جمع شدہ رقم چھ ہزار ہوتی ہے؛ جس کی زکاۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ڈیڑھ سو روپے ہوئی پھر سال دوم کی جمع شدہ چھ ہزار اور سال اول کی چھ ہزار سے ڈیڑھ سو روپیہ زکوٰۃ نکال کر بقیہ گیارہ ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ سال دوم میں نکالی جائے گی۔ یوں ہی باقی تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب لگالیا جائے۔

اور چوں کہ تنخواہ سے کٹی ہوئی رقم شرعاً قرض ہے اور قرض کی رقم پر اگرچہ زکوٰۃ واجب ہے مگر ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب کم از کم خمس یعنی پانچواں حصہ نصاب وصول ہو جائے اس لیے زید مذکور رقم کی زکوٰۃ مدت ملازمت کے درمیان نہ دینے کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوا۔ البتہ ریٹائر ہونے کے بعد جب وہ رقم مل جائے تو فوراً حساب کرکے اس کی زکوٰۃ ادا کردے یہ تفصیل تو زید کی تنخواہ سے کٹی رقم کے متعلق ہوئی۔

مگر جو رقم کمپنی اپنی طرف سے ملا کردے گی اس میں سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ بلکہ جس سال وہ رقم زید کو ملے گی اس سال زکوٰۃ نکالتے وقت دیگر مالوں کے ساتھ اس کو بھی ضم کردے گا۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب "جدید مسائل زکوٰۃ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۸، ص:۱۸۳

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۴۳۲

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۷۹

حیلہ شرعی کر کے عشر کے مال سے مدرسین کی تنخواہ دینا جائز ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچپوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا کھیت سے پیدا ہوئے غلہ کے عشر کو بھی حیلہ شرعی کر کے اساتذہ کی تنخواہ کے عوض دینا ضروری ہے؟ اور اس کے لیے بھی تملیک شرط ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عشر صدقات واجبہ سے ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو زکاۃ کے مصارف ہیں اور زکاۃ کی رقم بغیر حیلہ شرعیہ مدارس میں استعمال نہیں کی جاسکتی ہے تو عشر کا بھی وہی حکم ہے کہ بغیر حیلہ شرعی مدارس میں اساتذہ کی تنخواہ عشر سے دینا ناجائز ہے۔ علامہ زماں فقیہ النفس امام قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کل ما تخرجہ الارض یجب فیھا العشر" (۱)

اور فرماتے ہیں:

"ویصرف العشر الی من یصرف الیہ الزکوٰۃ" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری   کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مدارس کے سفرا عاملین میں شامل نہیں

مسئلہ از: محمد شمس القمر القادری، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: کیا مدرسے کے سفرا عاملین کے زمرے میں ہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عامل کی تعریف علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی ہے:

(۱) الفتاوی الخانیہ علی ہامش الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۷۶-۲۷۷

(۲) حوالہ سابق

"واما العاملون عليها فهم الذين نصبهم الإمام لجباية الصدقات" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وهو من نصبهم الإمام لاستيفاء الصدقات والعشور كذا فى الكافى" (۲)

اس کے علاوہ تمام کتب تفسیر وفقہ میں عامل کی تعریف یہی کی گئی ہے۔ کہ جسے امام یعنی سلطان اسلام یا اس کے نائب نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو۔ ظاہری بات ہے کہ مدرسہ کے سفراء کو نہ تو امام مقرر کرتا ہے نہ ہی اس کا نائب، اس لیے ان پر عامل کی تعریف صادق نہیں آتی۔ لہٰذا یہ حضرات عاملین میں سے نہیں ہیں۔ ہاں اگر قاضی شریعت یا اعلم علمائے شہر نے کسی کو زکاۃ وصول نے پر مقرر کر دیا تو وہ عامل ہوگا کہ قاضی شریعت قائم مقام سلطان اسلام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ کے مال کا حیلہ شرعی کن کن لوگوں سے کرانا بہتر ہے

مسئلہ از: محمد جاوید برکاتی فیضی، چندیری اشوک نگر، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے کس جگہ لگانا جائز ہے؟

(۲) زکوٰۃ کے مال کا کن کن لوگوں سے حیلہ شرعی کرانا بہتر ہے؟

(۳) والد نے ساری ملکیت اپنے لڑکے کو دے دیا کہ گھر کا سارا کاروبار چلائے تو کیا لڑکا مالک نصاب ہوگا یا لڑکے کے والد؟

(۴) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے معلم کی تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) زکوٰۃ وصدقات واجبہ صرف فقراء ومساکین وغیرہم کا حق ہے۔ قال الله تعالیٰ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس اسلامیہ عربیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ وبقا وابستہ ہے

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۵۱

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۱۸۸

(۳) سورة التوبة آيت: ۶۰

اگر ان میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس دینیہ بند ہو جائیں جس سے اسلام وسنیت کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت ومجبوری کی وجہ سے فقہاے کرام نے مدارس عربیہ کے لیے حیلہ شرعیہ کی اجازت دی ہے نہ کہ ہر دینی کام کے لیے حیلہ شرعی کی آڑ بنا کر فقرا کی حق تلفی کی جائے۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اغنیاے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول وخواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں۔(۱)

لہٰذا بوجہ ضرورت ومجبوری گو کہ تمام امور خیر میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد لگانا جائز ہے۔ مگر دینی مدارس میں صرف کرنے کے لیے ہی حیلہ شرعیہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مسلمان عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ بالخصوص نیک دین دار طالب علم دین یا عالم دین سے حیلہ شرعیہ کرانا افضل ہے۔ درالمختار میں ہے:"وفي المعراج : التصدق على العالم الفقير افضل."(۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اگر والد نے اپنے لڑکے کو ساری جائیداد ہبہ کر دی تو لڑکا قبضہ کے بعد مالک ہو جائے گا۔ اب اگر وہ جائیداد نصاب کو پہنچتی ہو تو مالک نصاب بھی ہو جائے گا اور اگر صرف گھر کا نظم وضبط رکھنے اور اخراجات وانتظامات کی نیت سے دیا ہے اور سوال میں مذکور ''گھر کا سارا کاروبار چلائے''۔ جملہ سے یہی ظاہر ہے کہ صرف تصرفات کا اختیار دیا ہے تو لڑکا مالک نہیں ہوگا اور جائیداد والد کی ملکیت رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) جائز ہے جیسا کہ جواب اول سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے

مسئلہ از: محمد اصغر خان، میڈیکل اسٹور، قصبہ تندواری، ضلع باندہ، یوپی

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر حسین صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

خیریت دارم وخیریت خواہم کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ ہمارے قصبہ میں ایک مدرسہ جس میں ناظرہ تک پڑھائی ہوتی ہے اس میں گاؤں ہی کے بچے پڑھتے

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۳۹۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۲۷۵

ہیں۔ کمیٹی کے پاس اتنا پیسہ نہیں، نہ ہی گاؤں میں اتنی امداد کرنے والا کوئی ہے کہ مدرسہ کی عمارت مدرسوں کی تنخواہ بچوں کی کتابیں امداد کے پیسہ سے اخراجات پورا کیا جاسکے۔ لہٰذا اس میں زکوٰۃ فطرہ کا پیسہ حیلہ شرعی کر کے خرچ کیا گیا ہے اور پیسہ بھی زکوٰۃ وفطرہ کا اکٹھا ہے جسے حیلہ شرعی کر کے ہم بھر لگانا چاہتے ہیں جس میں کچھ لوگوں کا اعتراض ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو مدرسہ کا چل پانا مشکل ہے۔ اس پیسہ کو ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور حیلۂ شرعی کا طریقہ تحریر فرمائیں۔ شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم براہ راست مدرسہ کی تعمیر یا مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے اور مذکورہ صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا الحج وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین ملخصاً" (۱)

اور اگر مدرسہ وغیرہ میں خرچ کرنا چاہے تو حیلہ شرعی کے بعد خرچ کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

فقیہ ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"مال زکوٰۃ حیلۂ شرعی کے بعد تعمیر مدرسہ وغیرہ ہر کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں" (۲)

اور حیلۂ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کسی مسلمان محتاج وفقیر کو دے دیں۔ اب وہ اپنی طرف سے ناظم مدرسہ کو خرچ کرنے کا وکیل بنادے اس کے علاوہ بھی کئی طریقے ہیں کما فی الاسفار الفقھیۃ من الاشباہ والنظائر والفتاویٰ الرضویۃ وغیرھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری	کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری	۲۷ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

فلاحی کاموں میں زکوٰۃ لگانے کا حکم

مسئلہ از: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ چھپرہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنے شہر میں ایک تنظیم جس کا نام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۹۰

ہے چلاتا ہے جس کا مقصد خستہ حال مسجدوں ... کی تعمیری وتربیتی وتعلیمی کام کو انجام دینا ہے ساتھ ہی غریب اور بیمار لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ اب جاننا یہ ہے کہ کیا اس تنظیم کو چلانے والے زکوٰۃ، صدقات وعطیات کی رقم حیلہ شرعی کے بعد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں صدقات نافلہ اور عطیات کا استعمال تو بلا شبہ جائز ہے رہ گئی زکوٰۃ کی رقم تو اس کے لئے ہر جگہ حیلۂ شرعیہ کر کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ البتہ جہاں ضرورت ہو اور حیلہ شرعیہ کے بعد صحیح طریقہ سے خرچ میں لانا ہی مطلوب ہو وہاں اجازت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اغنیاء کثیر المال شکر نعمت بجالائیں، ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

مساجد میں قائم مکاتب اور فلاحی وسماجی کاموں کے لیے تحصیل زکاۃ

مسئلہ از: مولانا محمد توفیق رضوی، شہر خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام محققین اسلام مندرجہ ذیل مسائل میں جن میں مسلمانوں کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

(۱) اسپتال، دینی و دنیاوی مخلوط تعلیم گاہوں اور غریب لڑکیوں کی شادی بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا مال زکوٰۃ و دیگر صدقات وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا کیا جائز ہے؟ اور کیا اُس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) مساجد میں قائم وہ مکاتب کہ جن میں اہل محلہ کے بچے قاعدے وسی پارے پڑھتے ہیں ان کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلۂ شرعی کرنا کیسا ہے؟ ایسا کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) حیلۂ شرعی ضرورت وحاجت شرعیہ کے وقت کیا جاتا ہے تو کیا مذکورہ چیزوں پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کے لیے ضرورت وحاجت شرعیہ کا تحقق ہو چکا ہے؟

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۴۹۶

(۴) کیا حربی کو صدقہ نافلہ دیا جاسکتا ہے؟

(۵) آج ملک میں کثرت سے مدارس، مکاتب، لائبریری، دار الاشاعت اور دار الافتاء وغیرہ پائے جاتے ہیں کیا ہر طرح کے دینی اداروں کے لیے زکوٰۃ وفطرہ وصول کرنے اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی کی اجازت ہوگی؟ یا ان میں کچھ تفصیل ہے؟ واضح فرمائیں۔

(۶) ایک خاص ادارے کے نام سے وصول کی گئی زکوٰۃ کسی دوسرے ادارے یا کسی نیک کام میں صرف کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ایسا کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۷) مال زکوٰۃ سے محتاجوں کو تجارت کے لیے قرض دینا اور کاروبار چلنے پر ان سے واپس لے لینا کیا جائز ہے؟ بینو توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو انفاق مال کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے کتاب وسنت میں بے شمار مقامات پر انفاق کے فضائل ومسائل اور بخل وعدم انفاق کی مذمت بلکہ وعید وتہدید بھی مذکور ہے۔ دراصل اسلامی فلسفہ یہ ہے کہ مسلمان ہر جہت سے ایک بہتر اور خوش گوار فضا میں رہیں اور دیگر امور کے ساتھ معاشیات میں بھی دیگر قوموں سے کسی حیثیت سے کم تر نہ دیکھیں جائیں۔

اسی فلسفہ کے پیش نظر زکاۃ وصدقہ فطر کفارہ اور دیگر صدقات وخیرات کا حکم جا بجا کتب اسلامی میں مفصل طور پر سے مذکور ومسطور اور مصرح ہے اور ان کے مصارف کا ذکر بھی پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے۔ انقلاب زمانہ کی بدولت آج مسلمانوں کی بعض تنظیمیں اپنے اپنے طور پر رفاہی فنڈ قائم کر کے مسلمانوں کی رقوم جمع کرتی ہیں اور بلا جھجک جہاں دل میں آیا خرچ کرتی ہیں جب کہ زکاۃ اور صدقات واجبہ کے مصارف کی فہرست خود کلام ربانی نے پیش کر دی ہے اور کلمہ "انما" سے انہیں مصارف میں منحصر کر دیا ہے۔

البتہ صدقات واجبہ کو ان مذکورہ اور متعینہ مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ پر صرف کرنے کے لیے ائمہ اسلام نے تین بنیادی امور کا لحاظ لازم قرار دیا ہے۔

(اول) یہ کہ جس مصرف میں رقم لگائی جائے اس کا از قبیل قربت ہونا ضروری ہے۔

(دوم) یہ کہ حیلہ شرعی کے بعد ہی لگائی جائے۔

(سوم) یہ کہ اس مصرف میں خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کی حاجت وضرورت بھی متحقق ہو۔

متعدد کتب فقہ میں ان امور کی صراحت موجود ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فی جمیع ابواب الخیر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر." اھ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر حیلہ شرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے بہ نیت زکوٰۃ دے کر اس کو اس کا قبضہ کرادے پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اسے دے کر خریداری تعلیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور خیر میں لگادے۔''(۲)

اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

''کہ اس قسم کے امور خیر کے لیے حیلہ کرنے میں کسی قسم کی کراہت یا قباحت نہیں۔''(۳)

اس کے حاشیہ میں ہے:

''یہ اس کی دلیل ہے کہ امور خیر میں صرف کرنے کے لیے حیلہ کی اجازت ہے فقراء کی حق تلفی اور امور دنیوی میں صرف کرنے کے لیے اجازت نہیں۔ لہٰذا حیلہ کے بعد بھی اسکول وکالج دنیوی تعلیم میں صرف کرنا ممنوع ہے۔''(۴)

فتاویٰ امجدیہ میں ایک مقام پر ہے:

''زکاۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ سے نیک کام میں خرچ کرنا جائز ہے۔''(۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۴، ص: ۴۷۳

(۳) الفتاویٰ الامجدیۃ ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۴) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق ص: ۳۸۸

یکسر ابطال ہے تو گویا اسکا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین"۔(۱)

حاشیہ فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

"بضرورت حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد زکاۃ وصدقہ فطر کی رقوم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ جو حکم بضرورت ہوتا ہے وہ قدر ضرورت سے متجاوز نہیں ہوتا۔"(۲)

مذکورہ تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ہر طرح کے کام میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم کا حیلہ شرعیہ کر کے صرف کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے بلکہ صرف خیر وبر میں بعد تحقق ضرورت ہی حیلہ شرعیہ کر کے خرچ کرنے کی اجازت ہوگی اور اگر ان متعینہ مصارف کے علاوہ دیگر مصارف میں صرف کرتے وقت مذکورہ امور ثلاثہ کا لحاظ نہ کیا گیا تو وہاں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کا صرف کرنا شرعاً جرم ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں خود زکاۃ دینے والا ادائیگی زکاۃ سے بھی بری الذمہ نہ ہوگا۔

بیت المال کا قیام:

بیت المال درحقیقت سرکاری خزانہ کے محفوظ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں تو گورنمنٹی خزانہ کا قائم کرنا خود حکومت اور گورنمنٹ کا کام ہے اگر چند لوگ اپنے طور پر کوئی فنڈ قائم کرلیں تو یہ بیت المال نہ ہوجائے گا۔ اور وہ بیت المال جو گورنمنٹی طور پر قائم ہوتے تھے جب فقہائے کرام نے ان کے متعلق فرمادیا کہ ان کا نظام خراب ہو چکا ہے اور اب ان میں رقوم جمع نہ کی جائیں تو بھلا آج عامۃ الناس کے لیے بھلا کیسے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ از خود بیت المال قائم کر کے اس میں مسلمانوں کی رقم جمع کریں اور من مانی خرچ کریں۔ یوں ہی فلاحی تنظیمیں جو ہر طرح کی رقم جمع کر کے ہر طرح کے مصرف میں خرچ کرتی ہیں ان کو زکاۃ دینے کیوں کر اجازت ہوسکتی ہے لہٰذا ان تنظیموں کو زکوٰۃ وصدقہ فطر کی رقم ہرگز ہرگز نہ دی جائیں البتہ اگر معتمد ومتدین علما اپنی مکمل گرفت رکھتے ہوئے ایسی تنظیموں میں رقم جمع کرائیں اور تمام شرعی اصول کی رعایت کرتے ہوئے ان رقوم کو صرف کیا جائے تو گنجائش ہے۔

اور اگر ایسے خدا ترس اور ذمہ دار علما کی نگرانی نہ ہو اور لوگ اپنے طور پر زکاۃ وصدقات کو وصول کر کے خرچ کرتے ہوں تو اگر حیلہ شرعیہ کے بعد خرچ کریں تو زکاۃ ادا ہوجائے گی البتہ غیر مصرف میں خرچ کا وبال اب ان تنظیموں کے ذمہ داروں کے سر ہوگا۔

کہاں حیلہ شرعی کیے بعد بھی صرف کی اجازت نہیں:

(۱) جو ادارے خالص دینوی تعلیم کے لیے ہیں (۲) جو ادارے دینوی تعلیم کے لیے ہوں مگر وہاں ضمناً

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۳۹۶

(۲) الفتاوی الامجدیۃ ج:۱، ص:۳۷۲

برائے نام دینی تعلیم بھی ہوتی ہو (۳) جو تنظیمیں بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم سب کی امداد کرتی ہوں (۴) جو ہاسپٹل مسلم و غیرہ مسلم سب کے علاج کا انتظام کرتے ہوں (۵) جو تنظیمیں امیر و غریب مسلم و غیر مسلم سب پر کسی بھی نوعیت سے رقوم خرچ کرتی ہوں۔

ایسے تمام مقامات میں حیلہ شرعی کے بعد بھی زکاۃ و صدقات فطر کا صرف کرنا ممنوع ہے بلکہ ان کے لیے حیلہ شرعی کی بھی اجازت نہیں ہے کہ دنیوی تعلیم کار خیر نہیں تو اس میں صرف کار خیر میں صرف نہیں یونہی جن اداروں میں برائے نام دینی تعلیم ہوتی ہو اور اصل حصہ دنیوی تعلیم ہو وہاں صرف کرنا بھی کار خیر میں صرف کرنا نہیں ہے۔ اور جو تنظیمیں مسلمان اور کافر سب کی امداد کرتی ہوں اور جو ہاسپٹل سب کا علاج و معالجہ کرتے ہوں وہ بھی مصرف خیر نہیں کہ ہندوستان کے کفار حربی ہیں اور حربیوں پر صدقہ نافلہ تک صرف کرنے کی اجازت نہیں تو بھلا صدقات واجبہ سے ان پر صرف کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

"جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبة او تطوعا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایة البیان." (۱)

اور جد الممتار میں ہے:

"اقول: فی کراهیة الهندیة الباب ۱۴ لا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریبا کان او بعیدا محاربا کان او ذمیا واراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیر المستامن فلا ینبغی للمسلم ان یصله بشئی کذا فی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومصالحة فلا باس بان یصله کذا فی التا تار خانیة. ا ه وقد ذکرنا فی المحجة الموتمنة نصوصًا کثیرةً علی تحریم صلة الحربی فراجعه."(۲)

اس تفصیل کی روشنی میں سوالات کے جوابات درج ہیں:

(۱) جن اسپتالوں میں بلا تفریق ملت و مذہب سب کا علاج کیا جاتا ہو یونہی دنیوی تعلیم گاہیں اور وہ تعلیم گاہیں جہاں دینی تعلیم ثانوی حیثیت سے دی جاتی ہے اسی طرح جو تنظیمیں مسلم و غیر مسلم سب کی شادی وغیرہ میں رقوم خرچ کرتی ہیں ان سب کے لیے مال زکاۃ کا وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا ناجائز ہے کہ ناجائز مصرف میں خرچ کرنے

---

(۱) البحر الرائق ج:۲، ص:۴۲۳

(۲) جد الممتار ج:۴، ص:۴۰

کے لیے وصول کرنا بھی ناجائز ہوگا لقولہ تعالیٰ ﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (۱)

البتہ اگر ان رقوم کو حیلہ شرعیہ کے بعد مذکورہ مدات میں صرف کریں گے تو زکاۃ ادا ہو جائے گی ورنہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی یونہی اگر زکاۃ کے ساتھ دیگر صدقات نافلہ کو وصول کر کے ملا دیا جاتا ہو تو بھی زکاۃ ادا نہیں ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اس طریقے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ و غیر زکوٰۃ بلکہ مسلم و غیر مسلم سب کے چندے خلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادائے زکوٰۃ نہیں رہتا فان الخلط استہلاک فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:" رجلان دفع کل منهما زكوة ماله الى رجل ليؤدى عنه فخلط مالهما ضمن الوكيل مال الدافعين وكانت الصدقة عنه كذا فى فتاوى قاضي خان." (۲)

(۲) جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حیلہ شرعیہ کی اجازت، بضرورت ہے تو یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کہیں پر مصلیانِ مسجد اس حیثیت کے قطعی نہ ہو کہ ان مکاتب کے اساتذہ کی تنخواہ زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ دوسرے اموال سے دے سکیں تو وہاں اجازت ہوگی مگر مشاہدہ یہ ہے کہ اگر معمولی محنت و توجہ سے کام لیا جائے تو تحصیل زکاۃ کی ضرورت کم ہی پڑے گی لہٰذا مساجد میں قائم مکاتب کے لیے حیلۂ شرعی کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے روکا جائے۔

(۳) اسپتالوں کے لیے یونہی دیگر مدات مذکورہ میں خرچ کرنے کے لیے مطلقاً تحقق حاجت کا انکار یا اثبات مشکل امر ہے حاجت و ضرورت حالات و مقامات کے لیے مختلف ہوسکتی ہیں بہ تحقیق جہاں ضرورت ہو وہاں حیلہ شرعیہ کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

(۴) کافر حربی کو صدقہ نافلہ وغیرہ دینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی خارجی یا داخلی مصلحت وحاجت پائی جائے۔

(۵) جن اداروں کے پاس دیگر اموال کی آمدنی کے ذرائع ہیں ان میں اجازت نہیں کہ الضرورة يتقدر بقدرها معروف و مسلم ہے۔ بصورت دیگر اجازت ہے۔

(۶) زکوٰۃ وصول کرنے والے زکاۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور وکیل کو جس امر کا وکیل بنایا گیا ہے صرف وہی امر انجام دے سکتا ہے جب کسی خاص ادارہ کے نام زکاۃ وصول کی گئی تو گویا دینے والے نے اسی جگہ زکاۃ دینے کا وکیل بنایا لہٰذا اب کسی دوسرے ادارہ یا کسی دوسرے کار خیر میں نہیں دے سکتا ہے اور اگر دے تو بعض فقہائے

---

(۱) سورۃ المائدہ آیت: ۲

(۲) الفتاوی الرضویۃ ج: ۴، ص: ۴۷۱

کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے پر تاوان لازم ہے اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک یہ ہے کہ تاوان لازم نہیں اب جن فقہائے کرام کے نزدیک تاوان لازم ہے ان کے اعتبار سے دینے والا گنہگار بھی ہوگا اور مؤکل کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی چنانچہ درمختار میں مذکور "وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر" کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"قولہ: (لولدہ الفقیر) واذا کان ولداً صغیرا فلا بد من کونہ فقیر ا ایضاً، لان الصغیر یعد غنیا بغنی ابیہ، افادہ ط عن ابی السعود، وھذا حیث لم یامرہ بالدفع الی معین اذلو خالف ففیہ قولان حکاھما فی القنیۃ. وذکر فی "البحر" ان القواعد تشھد للقول بانہ لا یضمن لقولھم: لو نذر التصدق علی فلان لہ ان یتصدق علی غیرہ اھ

اقول: وفیہ نظر، لأن تعیین الزمان والمکان والدرھم والفقیر غیر معتبر فی النذر، لأن الداخل تحتہ ماھو قربۃ وھو اصل التصدق دون التعیین فیبطل وتلزم القربۃ کما صرحوا بہ وھنا: والوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل وقد امر بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ، کما لو اوصی لزید بکذا لیس للوصی الدفع الی غیرہ فتامل." (۱)

البتہ اگر دینے سے پہلے حیلہ شرعی کر لیا تھا تو اب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر دینے والا گنہگار ہوگا کہ یہ زکاۃ دینے والوں کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب ہے جو سخت ناجائز ہے۔

(۷) اگر کسی نے زکاۃ کی رقم اسی فنڈ کے لیے وصول کی اور حیلہ شرعیہ کے بعد غریبوں کو تجارت کے لیے دیتا اور واپس لیتا ہے تو بوجہ مجبوری اس کی اجازت ہوگی لیکن اگر بغیر حیلہ شرعیہ کے انہیں دے کر واپس لیتا ہے یا کسی اور نام سے وصول کر کے ایسا کرتا ہے تو سخت گنہگار ہے کہ ایسی صورت میں مؤکل کی مرضی کے خلاف اور اس کی ادائیگی زکاۃ میں تاخیر کرنا ہوگا۔ ان مسائل کے متعلق "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف" نے مندرجہ ذیل فیصلے صادر کیے ہیں۔

(۱) دینی اور دنیوی تعلیم گاہوں اور لڑکیوں کی شادی و بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو مذکورہ فنڈ میں صرف کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کرنا منع ہے کہ اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے۔ اگر کوئی انفرادی طور پر مال زکوٰۃ محتاج بچیوں کی شادی و بیاہ پر بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرے تو اس کی اجازت ہے۔ یا وہ مال زکوٰۃ کی خود مستحق بچیوں کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس جگہ کے مسلمان اپنے دیگر اموال سے مکاتب کی ضروریات پوری کرنے کی حیثیت نہ رکھتے ہوں وہاں تعلیم قرآن کے لیے بقدر حاجت زکوٰۃ وصول کرنے اور بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ضرورت و حاجت کا تحقق کہاں اور کس کے لیے ہے یا نہیں اس کا فیصلہ تحقق ضرورت و حاجت کے بعد

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۷۵، ۱۷۶

ہی ہوسکتا ہے۔ اور اس کے مراتب کا بھی یہی حال ہے۔ علی العموم تمام جگہوں کے لیے تحقق ضرورت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ البتہ مضرت مظنون کے سد باب کے لیے اسے بے نیت تصدق کچھ دے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جن مقامات کے حالات سے معلوم ہو کہ دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کی خاطر دارالافتاء اور لائبریری کے لیے کتب کی فراہمی بلا زکوٰۃ نہیں ہوسکتی ہے وہاں بعد حیلہ خرچ کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) کسی خاص ادارہ کے نام وصول کی گئی زکوٰۃ حیلہ شرعی سے قبل کسی بھی ادارہ یا کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے اور مزکی نے جس ادارہ کے نام سے زکوٰۃ بھیجی ہے اسی ادارہ کے لیے حیلۂ شرعیہ کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) کسی تنظیم یا وصول کنندہ کا مال زکوٰۃ سے بغرض تجارت محتاجوں کو قرض دینا جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکوٰۃ بھی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۵؍ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

نصاب زکاۃ میں کس کی قیمت معتبر ہے سونا یا چاندی کی؟

مسئلہ از: سبحان اللہ خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت نے زکاۃ کے سلسلہ میں سونا چاندی کو معیار بنایا ہے لیکن آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، تو وجوب زکاۃ کے سلسلہ میں اگر کرنسی کا اعتبار کیا جائے تو سونے کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا چاندی کی قیمت کا اور کس اعتبار سے نصاب مانا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زکاۃ کے نصاب میں سونے چاندی کے علاوہ کرنسی کو دیکھا جائے تو دونوں میں سے اس کی قیمت لگائی جائے گی جس سے فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"يقومها بما هو انفع للفقراء".(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ولو بلغ باحدهما نصابا دون الآخر تعين مايبلغ به".(۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مستحقین زکاۃ کا جس میں زیادہ نفع ہو اسی کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سونا کے ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے دام لگایا جائے گا اور اگر چاندی کے ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے لگایا جائے گا۔

آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، ساڑھے سات تولہ سونے کی ہندوستانی قیمت تقریبا (1,75000) پونے دولاکھ روپیہ بنے گی اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریبا (25000) پچیس ہزار ہوگی، تو چاندی کے نصاب کی قیمت کا اعتبار کرنے میں فقراء کا زیادہ نفع ہوگا کہ زیادہ لوگوں پر زکاۃ واجب ہوگی، تو زکاۃ میں زیادہ رقم نکلے گی، لہذا چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی خریدنے کی قیمت ہو وہ مالک نصاب ہوگا بشرطیکہ قرض وغیرہ کی وجہ سے نصاب کم نہ ہو رہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

مرغی فارم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد انوار عرف منٹو بدھیانی خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں نے مرغی فارم کھول رکھا ہے جس میں مرغیاں پالتا ہوں اور ان کو بیچتا ہوں اگر مرغیوں سے انڈا تیار ہوتا ہے تو وہ بکتا ہے، سوال یہ ہے کہ مرغیوں کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مرغیاں اور ان کے انڈے سب مال تجارت ہیں کہ ان کو دام سے خریدا، تو مال کا تبادلہ مال سے ہوتا ہے اور یہی تجارت کی حقیقت ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

---

(۱) الهدایہ، ج: ۱، ص: ۱۷۵

(۲) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۹

"تجارة وهي مبادلة المال بالمال لان التجارة كسب المال ببدل ما هو مال"۔(۱)

اور یہ مسلم ہے کہ مال تجارت پر زکاۃ واجب ہے لہٰذا ان مرغیوں پر زکاۃ واجب ہے بشرطیکہ آپ ان مرغیوں کی قیمت کی وجہ سے یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہوں اور دیگر شرائط زکاۃ پائے جاتے ہوں اور ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سب مرغیوں اور انڈوں کا بازار بھاؤ سے حساب لگائیں جو قیمت بنے اس کا ڈھائی فیصد نکال دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا سیکورٹی کی رقم پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: مسجد رضا بن آس محمد قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بڑے بڑے شہروں میں دکان ومکان کرایہ پر لینے میں کافی قید و بند لگائی جاتی ہے، مکان مالک کرایہ دار سے ایک خطیر رقم سیکورٹی کے نام سے لیتے ہیں اس رقم کو "زر ضمانت" بھی کہتے ہیں، کرایہ دار جب مکان خالی کرتا ہے تو مالک مکان اسے وہ رقم واپس کر دیتا ہے سوال یہ ہے کہ اس سیکورٹی کی رقم کی زکاۃ کس پر ہے، کرایہ دار پر یا مالک دکان و مکان پر؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیکورٹی کی رقم شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا مالک مکان نے عقد اجارہ کرتے وقت یہ شرط لگا دی کہ تم اتنی رقم مجھے قرض دو اور جب مکان واپس کرو گے تو تمہیں یہ رقم دے دوں گا، بظاہر یہ عقد شرط فاسد کی بنا پر فاسد ہونا چاہئے ہے، مگر علمائے کرام نے بوجہ حاجت اور تعامل ناس اس کی اجازت دی ہے، تو اس رقم کا لینا مالک مکان کے لئے صحیح ہے مگر وہ قرض ہی ہے اگر چہ رہن کی صورت بھی پائی جا رہی ہے اور قرض سے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"اعلم ان الديون عند الامام ثلثة قوى و متوسط و ضعيف فتجب الزكاة اذا تم نصابا و حال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض و مال التجارة"۔(۲)

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج:۲، ص:۹۳

(۲) رد المحتار، ج:۲، ص:۳۵

حاصل یہ کہ سیکورٹی کی رقم مالک مکان کے پاس بطور قرض ہے،لہذا اگر کرایہ دار مالک نصاب ہے تو اس پر سیکورٹی کی بھی زکاۃ واجب ہے۔البتہ دینا اس وقت لازم ہوگا جب اس رقم سے کم از کم نصاب زکاۃ کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے۔مزید معلومات رسالہ ''جدید مسائل'' سے حاصل کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

بونس کی رقم پر زکاۃ کب واجب ہے؟

مسئلہ از: رفیع الدین قادری گورکھپور

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ اپنے ملازمین کو ختم سال یا ختم ملازمت پر بطور انعام بونس کے نام سے کچھ رقم دیتی ہے جو ملازمین کے کھاتے میں جمع ہو جاتی ہے اس پر زکاۃ کس طرح دینی ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

آدمی جب تک مال کا مکمل مالک نہ ہو اس مال پر زکاۃ نہیں ہے،شرائط زکاۃ میں ملک تام ہونا ہے۔چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

''ومنھا الملک المطلق وھو ان یکون مملوکا لہ رقبۃ ویدا''۔(۱)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

''الملک التام ھو ما اجتمع فیہ الملک والید واما اذا وجد الملک دون الید لا تجب فیہ الزکاۃ''۔(۲)

اور بونس کی رقم جب تک بینک سے نکال کر اپنے قبضہ میں نہ لے لی جائے محض لیجر بک پر اندراج سے ملکیت کا ثبوت نہیں ہوگا،لہذا جب ملازم وہ رقم حاصل کر لے اور دیگر شرائط زکاۃ پائے جائیں،تو اس کی زکاۃ بھی نکالے اور جس سال وہ رقم حاصل ہوگی اسی سال کی زکاۃ بھی واجب ہوگی،گزرنے سالوں کی زکاۃ نہیں،کیونکہ ان سالوں میں ملازم اس کا مالک نہیں تھا تو ان سالوں کی زکاۃ بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲،ص:۸۸

(۲) الجوھر النیرۃ: ۱،ص:۱۳۴

کیا ایڈوانس کرایہ پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد روشن لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکان یا دکان کرایہ پر لینے کی صورت میں اکثر مالکوں کو پیشگی کرایہ ایڈوانس کے نام سے دینا پڑتا ہے، تو اس رقم کی زکاۃ کس پر ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایڈوانس کرایہ جب مالک مکان یا دکان کو دیا گیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا، کرایہ دار کا اس پر کوئی حق نہیں اور جب مالک کو اس پر ملک تام حاصل ہو گئی تو اگر وہ مالک نصاب ہے تو اس رقم پر زکاۃ واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

"ذکر الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل البخاری فی الاجارۃ الطویلۃ التی تعارفھا اھل بخاری ان الزکاۃ فی الاجرۃ المعجلۃ تجب علی الآجر لانہ ملکہ قبل الفسخ وان کان یلحقہ دین بعد الحول بالفسخ"۔(۱)

فتاوی عالمگیری میں ایڈوانس کرایہ کے متعلق ہے:

"ثم الاجرۃ تستحق باحد معان ثلثۃ اما بشرط التعجیل او بالتعجیل او باستفاء المعقود علیہ فاذا وجد احد ھذہ الاشیاء الثلثۃ فانہ یملکھا کذا فی شرح الطحاوی اھ"۔(۲)

لہٰذا کرایہ داری کا معاملہ طے ہونے کے بعد بطور اجرت جو پیشگی رقم مالک مکان یا دکان کو دی گئی وہ مالک کی ملکیت ہو گئی اور اس کی زکاۃ مالک مکان یا دکان پر واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

طویلے کے جانوروں پر زکاۃ

مسئلہ از: قاری محمد صابر علی رضوی ہاتھرس

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بہت سے لوگ بڑے بڑے مکانات اور احاطے بنا کر اچھی خاصی تعداد میں بھینس رکھتے ہیں ہزار دو ہزار تعداد رہتی ہے ان سے دودھ حاصل کرتے ہیں اور جب مناسب

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۸۴
(۲) الفتاوی العالمگیریہ: ج:۴، ص:۴۱۳

سمجھتے ہیں تو بھینسوں کو بیچ بھی دیتے ہیں مگر اصل کام دودھ حاصل کرنا ہوتا ہے وہ جانور چر کر نہیں بلکہ مالکوں کی مہیا کردہ خوراک پر پلتے ہیں اس کاروبار میں زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ جانوروں پر زکاۃ ہوگی یا دودھ سے ملنے والی قیمت پر یا اور کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

طویلے والے بھینس اپنے پاس رکھ کر ان کے دودھ بیچتے ہیں، فقیر کے نزدیک ان بھینسوں پر زکاۃ نہیں ہے کیونکہ جانوروں میں زکاۃ اس وقت واجب ہے جب وہ سائمہ ہوں اور سائمہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو سال کے اکثر ایام میں چرائی پر رہیں اور گھر سے انہیں چارہ نہ دیا جائے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

"ثم السائمة هي الراعية التي تكتفي بالرعي عن العلف ويمونها ذلك ولا يحتاج الى ان تعلف فان كانت تسام في بعض السنة و تعلف و تمان في البعض يعتبر فيه الغالب"۔(۱)

جبکہ طویلے کی بھینسوں کا حال یہ ہیکہ یہ چرائی پر بہت کم اور مالکوں کی طرف سے مہیا کردہ چارہ پانی پر زیادہ رہتی ہیں، لہذا یہ سائمہ نہی ہیں۔ بلکہ آلات، حرفت وصناعت کی طرح دودھ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، تو جس طرح ان سامانوں میں زکاۃ واجب نہیں اسی طرح ان بھینسوں پر بھی زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"لو اشترى الرجل دارا اوعبدا للتجارة ثم آجره يخرج من ان يكون للتجارة لانه ما آجره فقد قصد المنفعة ولو اشترى قدورا من من صفر يمسكها او يواجرها لاتجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الفلة"۔(۲)

البتہ ان بھینسوں کے دودھ سے جو آمدنی ہوگی اگر آدمی اس سے یا کسی مال سے مالک نصاب ہے تو اس آمدنی پر زکاۃ واجب ہوگی، یونہی اگر بھینس کو بیچ دے تو اب بیچنے سے جو دام ملے اس کی زکاۃ دیگا۔ اسی مسئلہ کی مزید تفصیل "جدید مسائل زکاۃ" میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۳۰

(۲) الفتاوى الخانيه مع الهندية: ج۱، ص: ۲۵۱

زکاۃ بذریعہ ڈرافٹ بھیجنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ابرار قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بینک کا نظام روپئے کی حفاظت کے لئے بہتر ثابت ہورہا ہے، لوگ بڑی بڑی رقمیں بذریعہ ڈرافٹ روانہ کرتے ہیں تو کیا زکاۃ کی رقم کو بھی بذریعہ ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں؟ جبکہ وہ ایک امانت ہوتی ہے جس میں تبدیلی کی شرعا اجازت نہیں ہوتی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکاۃ کی رقم وصولنے والے سفراحضرات زکاۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور زکاۃ کی رقم ان کے پاس امانت ہوتی ہے جس میں تبدیل کا ان کو حق نہیں ہوتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"زر امانت میں اس کو تصرف حرام ہے یہ ان مواضع میں ہے جن میں دراہم ودنانیر متعین ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اس روپئے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے"۔(۱)

لیکن اگر موکل کی طرف سے صراحتاً یا عرفاً یا دلالۃً تبدیلی کی اجازت ہو تو بدل سکتے ہیں جس طرح چند لوگوں کی زکاۃ کو خلط کرنا ناجائز ہے مگر دینے والوں کی اجازت سے درست ہے۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"ضمن وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مودیامال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الااذاوجدالاذن او اجازالمالکان ای اجازقبل الدفع الی الفقیر ثم قال فی التتارخانیۃ اووجدت دلالۃ الاذن بالخلط کماجرت العادۃ بالاذن من ارباب الحنطۃ بخلط ثمن الغلات"۔(۲)

اور آج کل عموماً خطیر رقوم بذریعہ ڈرافٹ بھیجنے کا رواج اور عرف مشہور ومتعارف ہے اور یہ بھی معلوم ومشتہر ہے کہ ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں رقم بینک کے حوالہ کردی جاتی ہے جس میں تغییر وتبدیل لازم ہے گویا ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں زکاۃ کی رقوم میں تبدیلی متعارف ہے۔ اور زکاۃ دہندہ کی طرف سے صراحتاً نہ سہی دلالۃً اجازت ہوتی ہے، لہٰذا ڈرافٹ بنوا کر بھیجنے کی شرعا اجازت ہے یہ اور بات ہے کی حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد

---

(۱) الفتاوی الرضویہ: ج:۸، ص: ۳۱

(۲) رد المحتار: ج:۳، ص:۱۸۸

ڈرافٹ بنوایا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

زکاۃ میں بازار بھاؤ کا اعتبار ہے یا آپس میں طے شدہ دام کا؟

مسئلہ از: محمد ایوب قادری کانپور یوپی

کیا فرماتے ہیں محققین اسلام اور مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس سونا ہے، اس کا بازار بھاؤ مثلاً پچیس ہزار 25000 روپے میں ایک تولہ ہے اور وہ سونا جب سنار کے پاس بیچنے لے جاتا ہے، تو سنار اس سونے کو بازار بھاؤ یعنی پچیس ہزار 25000 روپے میں نہیں لیتا ہے بلکہ اس سے کم مثلاً بیس ہزار 20000 روپے میں لیتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ شخص اپنے سونے کی زکاۃ بازار بھاؤ کے اعتبار سے نکالے گا یا جس قیمت میں سنار خرید رہا ہے اس اعتبار سے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اولاً قیمت اور ثمن کا فرق سمجھیں، بازار بھاؤ کے اعتبار سے کسی چیز کی جو مالیت بنتی ہو اسے "قیمت" کہا جاتا ہے اور بیچنے خریدنے والے باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام اور بھاؤ آپس میں طے کرلیں اسے "ثمن" کہا جاتا ہے۔ باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام قیمت سے کم بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔

ثانیاً تمام کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ زکاۃ میں جس چیز مثلاً سونا کا دینا واجب ہو اور سونے کی جگہ چاندی یا کرنسی دی جائے، تو لحاظ ثمن کا نہیں بلکہ قیمت کا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تبیین الحقائق میں اس پر اجماع تحریر فرمایا، چنانچہ رقمطراز ہیں: "ولو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع "۔(۱)

یعنی اگر زکاۃ خلاف جنس سے ادا کرے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف جنس سے زکاۃ کی ادائیگی میں ثمن کا اعتبار نہیں بلکہ قیمت کا اعتبار ہے۔ لہذا جس شخص کا سونا سونار مثلاً بیس ہزار 20000 تولہ کے حساب سے خرید رہا ہے جبکہ اتنے سونے کی قیمت پچیس ہزار 25000 ہے، تو زکاۃ، قیمت یعنی پچیس ہزار 25000 کے اعتبار سے دے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

(۱) تبیین الحقائق، ج: ۲، ص: ۴۷

GPF (جی پی ایف) کی رقم پرزکاۃ کا حکم

مسئلہ از: محمد اجمل بن محمد شمشاد علی سابق چیر مین فورم کورٹ سلطانپور

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین اور بعض پرائیویٹ کمپنیوں کے ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم کٹتی رہتی ہے جو ختم ملازمت پر مع اضافہ ملازمین کو واپس دی جاتی ہے اسے جی پی ایف کا نام دیتے ہیں اس پرزکاۃ واجب ہے یا نہیں بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

GPF (جی پی ایف) میں جو رقم ملازمین کی تنخواہ سے کٹتی ہے وہ ملازم کی ہے اور شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا ملازم نے بطور قرض بینک کو دے رکھا ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پرزکاۃ واجب ہے البتہ ادائے گی اس وقت واجب ہوگی جب نصاب کا پانچواں حصہ یا اس سے زیادہ وصول ہو جائے درمختار میں ہے اعلم ان الدیون عندالامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتھا اذاتم نصابا وحال الحول لکن لافورابل عندقبض اربعین درھما من الدین القوی"۔(۱)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا اور مع زکاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپے تک پہونچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اس پر سال گزرا اس وقت سے اس پرزکاۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکاۃ واجب ہوتی رہی"۔(۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ GPF (جی پی ایف) کی رقم پرزکاۃ واجب ہے بشرطیکہ ملازم اس رقم یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہو اور ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب اس رقم سے کم از کم پانچواں حصہ وصول ہو جائے مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ گزشتہ سالوں کی بھی زکاۃ واجب ہوگی۔

مزید تفصیل فقیر کی کتاب "جدید مسائل زکاۃ" میں دیکھی جاسکتی ہے یہ حکم اس رقم کا ہے جو ملازمین کی تنخواہ سے کٹ کر بینک میں جمع ہوتی رہی، رہا اس پر ملنے والا نفع تو اگر انڈیا کے گورنمنٹی بینک یا خالص غیر مسلم کی کمپنی سے ملے تو اس پرزکاۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر قبضہ حاصل ہو جائے مگر اس پر گزشتہ سالوں کی زکاۃ واجب

---

(۱)الدر المختار مع ردالمحتار : ج:۳،ص:۳۰۵

(۲)الفتاوی الرضویہ : ج:۴،ص:۴۲۶

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

چیک کے ذریعہ زکاۃ کی ادائیگی کا حکم

مسئلہ از: اقبال احمد نظامی سیتا پور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص زکاۃ کی رقم کا چیک بنا کر دے دے تو زکاۃ کی ادائیگی کا کیا حکم ہوگا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چیک شرعاً کوئی مال نہیں بلکہ حصول مال کی ایک سند ہے اگر وہ خود مال ہوتا تو ذرا سی غلط تحریر پر کوئی اسے پھاڑ کر پھینک نہیں دیتا اور نہ بینک والا اسے واپس کرتا یہ علامت ہے اس بات کی کہ چیک خود مال نہیں ہے اس کی حیثیت نہ عرف عام میں اور نہ عرفِ شرع میں نوٹوں کی طرح ہے نوٹ خود مال ہے اور چیک سند مال۔ فتاوی رضویہ میں نوٹ اور چیک کی حقیقت بتاتے ہوئے مذکور ہے: "**اقول بل من اردء الشکوک توھم انہ سند من قبیل الصکوک ای ان السلطنۃ التی تروج ھذہ القراطیس تستدین من اخذیھا الدراھم وتعطیھم ھذہ تذکرۃ لدیونھم ولمقادیرھا فاذا جاؤابھا الی السلطنۃ قضتھم دیونھم واخذت قراطیس**"۔(۱)

حاصل یہ کہ چیک خود مال نہیں ہے جبکہ ادائیگی زکاۃ کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ الگ کر کے کسی مستحق کو اس کا مالک بنا دے چنانچہ درمختار میں ہے:

"**تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیرھا شمی ولا مولاہ للہ تعالی**"۔(۲)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو اس سے زکاۃ نہیں ادا ہو سکتی"۔(۳)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ: ج:۷، ص: ۱۲۹

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ج:۲، ص:۲۵۷

(۳) الفتاوی الرضویہ: ج:۴، ص:۴۷۷

ان تمام عبارات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے زکاۃ کی رقم کا چیک بنا کر دیا تو ابھی صرف اس چیک پر قبضہ سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی کہ چیک پر قبضہ مال پر قبضہ نہیں بلکہ مال وصول کرنے کی سند پر قبضہ ہے جبکہ ادائیگی زکاۃ کے لیے مال کا مالک بنا دینا ضروری ہے لہذا جب چیک کے ذریعہ بینک سے رقم وصول ہو جائے اور مستحق کو مل جائے تو زکاۃ ادا ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

طویل مدتی قرض پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد صہیب رضوی بارہ بنکی یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ مکان بنانے، تجارت کو فروغ دینے اور دیگر لمبے لمبے کاموں کے لیے حکومت سے اچھی مقدار میں رقم قرض کے طور پر لیتے ہیں، جسے بیس پچیس سال میں قسط وار ادا کرتے ہیں، اب جو آدمی اس طرح قرض لے رکھا ہو، تو کیا اس پر بھی زکاۃ ہے یا اس قرض کا اعتبار کر کے اسے مقروض مانا جائیگا اور اسے ایک قرض دار کے حکم میں رکھا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ واجب ہونے کے لیے ایک شرط مال کا دین سے محفوظ ہونا ہے، خواہ اس دین کی ادائیگی کے لیے آپس میں کوئی مدت مقرر کر لی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة اھ"(۱)

ھدایہ میں ہے:

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه و ان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا".(۲)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

(۱) الفتاوى العالمگيرية: ج: ۱، ص: ۲۳۴
(۲) الهداية: ج: ۱، ص: ۱۶۶

"دین العباد مانع من وجوبها"۔(۱)

ان ارشادات میں یہ تفصیل کہیں نہیں ہے کہ کم مدتی قرض ہو تو زکاۃ واجب ہے اور طویل المعاد ہو تو واجب نہیں ہے، بلکہ صاحب مجمع الانہر نے یہ صراحت فرمادی ہے کہ میعاد خواہ قصیر ہو یا طویل ہو زکاۃ واجب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"فارغ عن الدين والمراد دين ا، مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم او لله تعالى و سواء كان المطالبة بالفعل او بعد زمان فينتظم الدين المؤجل"۔(۲)

یعنی مال نصاب دین سے بری ہو اور دین سے مراد ایسا دین ہے کہ من جانب العباد اس کا مطالبہ ہو خواہ وہ دین بندے کا ہو یا خدائے تعالیٰ کا اور مطالبہ فی الحال ہو یا ایک مدت کے بعد، لہذا دین موَجل بھی مانع زکاۃ میں شامل ہوگا۔

حاصل یہ کہ اگر کسی نے دکان ومکان یا تجارت کے لیے حکومت یا کسی سے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لے رکھا ہے اور سالانہ اس کی قسطیں مقرر کردی ہیں تو سالانہ قسطوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ پورے رقم کے اعتبار سے قرض دار مانا جائیگا مثلاً ایک شخص نے (100,00,000) ایک کروڑ روپیہ گورنمنٹ سے بطور قرض لیے اور سالانہ قسط (500000) پانچ لاکھ روپیے مقرر ہوئی تو مسئلہ زکاۃ میں ایسا نہیں ہوگا کہ اسے صرف پانچ لاکھ کا قرض دار مانا جائے بلکہ پورے ایک کروڑ کا قرض دار مانا جائیگا اور وجوب زکاۃ میں صرف پانچ لاکھ نہیں بلکہ پورا ایک کروڑ مانع ہوگا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

"ولافرق في الدين بين المؤجل والحال والمراد بالدين دين له مطالب من جهة العباد"۔(۳)

بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها ان لا يكون عليه دين مطالب به من جهة العبادعندنا فان كان فانه يمنع وجوب الزكاة بقدره حالا كان او مؤجلا"۔(۴)

ہمارے بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سال میں جتنی رقم جمع کرنی ہے صرف وہی قرض میں وضع ہوگی بقیہ قرض وجوب زکاۃ سے مانع نہیں ہوگا ان کا استدلال یہ ہے کہ جس دین کا بندے کی طرف سے مطالبہ ہو وہی

(۱) الاشباہ والنظائر: ص: ۲۲۶

(۲) مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر: ج: ۱، ص: ۹۳

(۳) تبيين الحقائق: ج: ۲، ص: ۲۴

(۴) بدائع الصنائع: ج: ۲، ص: ۹

مانع ہے اور ایک سال میں صرف سالانہ مقرر شدہ قسط کا ہی مطالبہ ہوتا ہے تو وہی مانع ہوگا۔

مگر ان کا یہ ارشاد فقہی جزئیات اور ارشادات وعبارات سے میل نہیں کھاتا کیونکہ عبارات فقہیہ سے صراحتاً یہ بات ثابت ہے کہ مطالبہ خواہ فی الحال ہو یا تاخیر سے اور ادائیگی کی مدت تھوڑی ہو یا زیادہ بہر حال وجوب زکاۃ سے مانع ہے۔ مجمع الانہر کی عبارت گزری:

سواء كان المطالبة بالفعل او بعد زمان"۔(۱)

لہٰذا جس نے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لیا تو اس کا وہ پورا قرض مانع وجوب زکاۃ ہوگا اور وہ قرض دار قرض کی کل رقم وضع کر کے دیکھے اگر دیگر مال کی بنا پر وہ مالک نصاب ہے تو بقیہ مال نصاب کی زکاۃ ادا کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم باصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

ڈوبے ہوئے قرض کی زکاۃ

مسئلہ از: محمد احمد بن سیٹھ شاکر علی بدھیانی خلیل آباد

کیا حکم ہے شریعت کا اس مسئلہ میں کہ کاروبار کرنے کے سلسلہ میں کبھی کبھی آدمی قرض دے کر پھنس جاتا ہے، قرضدار سے مطالبہ کرتے کرتے تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ اب یہ قرض نہیں ملے گا، مگر سالوں بعد وہ رقم مل جاتی ہے، اس رقم کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جس قرض کے حصول ہونے کی امید بالکل ختم ہو جائے یا آدمی مایوس ہو جائے، تو اس پر وصولی سے پہلے زکاۃ واجب نہیں ہوگی اور جس قدر وصولی ہوئی، حولان حول یعنی سال تمام ہونے پر صرف اسی مقدار پر زکاۃ واجب ہوگی، گزشتہ سالوں کی زکاۃ اس مال پر واجب نہیں ہے، ایسا مال ''قرض مردہ'' کہلاتا ہے اور فقہ میں اسے مال ضمار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ويشترط أن يتمكن من الاستمناء بكون المال في يده او يد نائبه فان لم يتمكن من الاستمناء فلا زكاة عليه وذالك مثل مال الضمار و هو كل ما بقي اصله في ملكه ولكن زال

(۱) مجمع الانهر: ج: ۱، ص: ۱۹۳

عن یده زوالا لایرجی عوده فی الغالب"۔(۱)

لہٰذا جب وہ قرض وصول ہو جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگی، سال گزشتہ کی زکاۃ واجب نہیں۔ حدیث شریف ہے "لا زکاة فی مال الضمار"۔(۲) واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

F.D ایف ڈی اور N.S.C این ایس سی کی زکاۃ

مسئلہ از: محمد دانش بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ اپنی رقم ایک مخصوص مدت تک کے لیے بینک میں جمع کر دیتے ہیں یونہی ڈاکخانہ وغیرہ میں بھی N.S.C (این ایس سی) کے نام سے جمع کرتے ہیں، یہ رقم مدت پوری ہونے کے بعد مع اضافہ واپس ملتی ہے، اس پر زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(FD) اور (NSC) ایف ڈی اور این، ایس، سی کے نام سے جو رقم بینک میں جمع کی گئی اس کی حیثیت دین قوی یعنی قرض کی ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے، جب نصاب زکاۃ کا کم از کم پانچواں حصہ مل جائے۔

فتح القدیر میں ہے:

"فی القوی تجب الزکاة اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درهما ففیها درهم و کذا فیما زاد فبحسابه"۔(۳)

لہٰذا جس شخص نے ایف، ڈی یا این، ایس، سی کرائی اگر وہ مالک نصاب ہو تو سال بسال اس مال کی بھی زکاۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے جب وہ مال کم از کم خمس نصاب کی مقدار وصول ہو جائے۔ ہاں اسے

---

(۱) الفتاوی العالمگیریه ج:۱، ص:۱۷۳

(۲) بدائع الصنائع ج:۲، ص:۸۸

(۳) فتح القدیر کتاب الزکاة، ج:۲، ص:۱۷٦

اختیار ہے اگر چاہے تو سال بسال بھی ادا کرتا رہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

ہیرے جواہرات پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد لطیف اورنگ آباد

کیا فرماتے ہیں محققین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے پاس دو لاکھ کا ہیرا موتی رکھا ہوا ہے، تو اس پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ نے سونے چاندی، سائمہ جانور اور مال تجارت کے علاوہ کسی سامان پر زکاۃ واجب نہیں فرمائی ہے، خواہ دو لاکھ کا ہو یا دس لاکھ کا۔

لہٰذا ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں، تو کتنی ہی مالیت کے ہوں، ان پر زکاۃ نہیں ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"اما الیواقیت واللآلی والجواہر فلا زکاۃ فیھا وان کان حلیا الا ان تکون للتجارۃ"۔(۱)

درمختار میں ہے:

"لا زکاۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الی ان تکون للتجارۃ والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ"۔(۲) واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

اریر کی رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلہ میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ

(۱) الفتاوی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵

گورنمنٹ ان کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کہ چند مہینوں کے بعد یہ اعلان کرتی ہے مثلاً مارچ میں علان ہوتا ہے کہ ملازمین کی تنخواہ جنوری سے بڑھائی گئی اس رقم کو"ایریر" کا نام دیتے ہیں اس پر زکاۃ کب سے واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایریر کی رقم ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہے اس کا حکم G.P.F (جی پی ایف) میں کٹی رقم کی طرح ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے البتہ گورنمنٹ نے جس تاریخ کو ایریر کا حکم صادر کیا اسی تاریخ سے اس رقم کا مالک ہوگیا مثلاً گورنمنٹ نے یکم مارچ کو اعلان کیا کہ ماہ جنوری سے تنخواہ بڑھادی گئی تو جنوری اور فروری کے ایریر کا بھی وہ مالک ہوگیا اب اگر پہلے سے مالک نصاب ہے تو یہ رقم نصاب میں ملحق ہوجائیگی اور اگر اسی رقم سے مالک نصاب ہورہا ہو، تو حولان حول پر زکاۃ واجب ہوگی، البتہ ادائیگی خمس نصاب کی مقدار رقم ملنے کے بعد واجب ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا بینک سے ملنے والے انٹرسٹ پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر گورنمنٹ کے بینک میں پیسہ جمع کیا جائے تو بینک بنام انٹرسٹ کچھ رقم زیادہ دے کر پیسہ واپس کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ انٹرست پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انڈیا گورنمنٹ کے بینکوں سے ملنے والا انٹرسٹ ایک مال مباح ہے جس کا لینا درست ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مال مباح پر بغیر قبضہ ملکیت ثابت تک نہیں ہوتی، لہذا جب تک آدمی بینک سے نکال کر انٹرسٹ پر قبضہ نہ کرلے اس وقت تک وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور جب بینک سے نکال کر قبضہ میں لے لے، تو اگر صاحب نصاب ہے تو یہ مال نصاب سے ملحق ہوجائیگا اور حولان حول پر دیگر مال کے ساتھ اس کی بھی زکاۃ دے اور اگر اسی انٹرسٹ والی رقم سے صاحب نصاب ہو رہا ہو، تو جس دن وہ قبضہ میں آئے اس دن سے سال پورا ہونے پر زکاۃ ادا کرے، گزرے سالوں کی زکاۃ کا حکم اس رقم سے متعلق نہیں ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

باغ کا مالک زکاۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد عقیل موڈ کیرے کرناٹک

مفتیان دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس باغ ہے جس میں پھل نہیں آتے اور اس کے پاس سونا، چاندی یا مال تجارت، نصاب بھر نہیں ہے، تو کیا ایسا شخص زکاۃ لے سکتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ شخص ایسے باغ کا مالک ہے جس کی قیمت نصاب زکاۃ کو پہنچ رہی ہے تو اسے زکاۃ لینا دینا جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو كان له دار فيها بستان و هو يساوى مائتى درهم قالوا ان لم يكن فى البستان ما فيه مرافق الدار من المطبخ والمغتسل و غيره لايجوز صرف ان كان اليه و هو بمنزلة من له متاع وجواهر"۔(۱)والله تعالى اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اگر مختلف لوگوں کی زکاۃ کو ملا دیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، بھیونڈی مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ سفرا حضرات زکاۃ وصولتے ہیں اور سب کی زکاۃ ملا کر رکھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکاۃ دینے والوں کی اجازت کے بغیر مختلف اموال زکاۃ کا ملانا ناجائز ہے اس طرح کرنے سے زکاۃ دینے والوں کی زکاۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"رجلان دفع كل منهما زكاة ماله الى رجل ليؤدى عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن

(۱)الفتاوی العالمگیریہ ،ج: ۱ ،ص: ۱۸۹

الوکیل مال الدافعین و کانت الصدقة عنه کذا فی فتاوی قاضی خان"۔(۱)
لیکن اگر دینے والوں کی طرف سے صراحتاً، دلالۃً اور عرفاً کسی طرح سے اجازت ہو تو ملا سکتے ہیں۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے:
''زکاۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکاۃ جمع کریں اور روپیہ ملانے کی اجازت دیں یہ خالص زکاۃ شرعی کا مال کہ مالکوں کی اجازت سے خلط کیا گیا ان فقراء مظلومین کو پہنچایا جائے''۔(۲)
آج کل جو سفرا حضرات چندہ وصول کرنے جاتے ہیں لوگوں کو ان کے متعلق یہ علم ہے کہ زکاۃ وصول کر کے یکجا رکھتے ہیں اور انہیں کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا ہے تو عرفاً و دلالۃً ان کی طرف سے ملا کر رکھنے کی اجازت ہے، لہذا ان اموال زکاۃ کو ملا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔
اسی میں ہے:
''یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکانہ ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروف و معہود ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔
ردالمحتار میں ہے:
"قال فی التتار خانیه اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اه اسی میں ھے ثم قال فی التتار خانیه او وجدت دلالة الاذن". (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اگر سفرا مال زکاۃ از خود خرچ کر لیں اور پھر اپنی تنخواہ وغیرہ سے جمع کر دیں تو؟

مسئله از: محمد شعیب، جاج مئو، کانپور
کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مدارس کے سفرا چندہ وصول کر کے اگر خود خرچ کر لیں اور مدرسے میں اپنی تنخواہ سے وضع کرا دیں تو کیسا ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:
زکاۃ کے محصلین کے پاس مال زکاۃ امانت ہے اسے اپنے مصرف میں لے لینا امانت میں خیانت ہے ساتھ

(۱) الفتاوی العالمگیریه: ج:۶، ص:۱۸۳
(۲) الفتاوی الرضویه: ج:۴، ص:۴۷۱
(۳) الفتاوی الرضویه: ج:۴، ص:۴۷۰

ہی ایک مسلمان کے مال میں تعدی ہے اور دونوں کام حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱)

علاوہ ازیں زکاۃ دہندگان کی طرف سے اگر از خود رقم دیدیں، تو بھی ان کی زکاۃ ادا نہیں ہوگی جب تک ان سے یہ بتانہ دیں کہ آپ کی رقم مجھ سے خرچ ہوگئی ہے آپ اجازت دیں کہ آپ کی طرف سے ہم رقم مدرسہ میں جمع کردیں۔

حاصل یہ کہ جو سفرا مال زکاۃ کو وصول کر کے اسے اپنے مصرف میں لے لیتے ہیں خواہ کرایہ وغیرہ میں یا دیگر ضروریات میں وہ شرعا مجرم وگنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ سب مال زکاۃ کو مدرسہ میں جمع کردیں پھر ذمہ داروں کے ذریعہ اپنی محنت وغیرہ شرعی طور پر وصول کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سورۃ الانفال آیت: ۲۷

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

مالک نصاب پر فطرہ واجب ہے

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیوریا، پوسٹ رامپور، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج مسئلہ کے بارے میں زید مالک نصاب ہے اور رمضان کا مہینہ آیا اور کپڑا بنوانے کی رقم اس کے پاس نہیں ہے تو کیا وہ فطرہ دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

عید کے دن صبح صادق کے وقت اگر زید مالک نصاب تھا تو اس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کے پاس رقم نہ ہو۔

بہار شریعت میں ہے:

"صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا، ساقط نہ ہوگا۔"(۱) اور درمختار میں ہے:

"فلا تسقط الفطرة وكذا الحج بهلاک المال بعد الوجوب كما لا يبطل النكاح بموت الشهود." (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۲۵؍شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

فقیر صدقات کا مال خود کھا سکتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی کھلا سکتا ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا، بھٹورا، ضلع بلرامپور، یوپی

ہندہ ایک غریب عورت ہے اور بیوہ بھی ہے اور فطرہ کا مال کھاتی ہے اور اپنے چھوٹے نابالغ بچے کو بھی کھلاتی ہے۔ اس کو فطرہ کھانا یا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) بہار شریعت، ج۵، ص: ۱۴۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۱۴۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندہ اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں رکھتی ہے تو وہ فطرہ کی مصرف ہے اور اس کو فطرہ کا مال لینا اور بچوں کو کھلانا بلاشبہ جائز و درست ہے۔"قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾" (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

"اور اس کے (صدقۂ فطر کے) مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوۃ ہیں"(۲)

اور مصرف زکوٰۃ کی تفصیل کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مملوک مال سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں۔"(۳) حاصل یہ ہے کہ ہندہ اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو وہ فطرہ کا مال کھاسکتی ہے اور اپنے بچوں کو بھی کھلا سکتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد معراج قادری، بستی

عید الفطر کے موقع پر فطرہ ادا کیا جاتا ہے شرعاً اس کی مقدار کیا ہے۔ بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صدقۂ فطر کی مقدار کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی اعلیٰ درجہ کی احتیاط اور تحقیق یہ ہے کہ نصف صاع انگریزی روپے سے ۱۷۵ روپے اٹھنی بھر ہے۔

اور ایک روپیہ گیارہ گرام ایکسو چوسٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے اس اعتبار سے نصف صاع جدید وزن کے اعتبار سے دو کلو سینتالیس گرام ہوا مزید تفصیل فتاویٰ رضویہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۰ (۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۴۶۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۴۶۴

ھو العلیم

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ رَبِّ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَبِہٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصوم

قال اللہ تعالیٰ

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾
(البقرہ/۱۸۳)

یعنی

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض تھا
جو تم سے پہلے ہوئے، تا کہ تم گناہوں سے بچو۔

از ص:________	تا ص:________

کل فتاویٰ:۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ از: عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان المبارک میں یا دوسرے ایام میں حالت روزہ میں بیماری کے علاج یا قوت کی فراہمی کے لیے انجکشن لگوانا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس سلسلے میں فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ انجکشن لگوانا مفسد صوم نہیں ہے۔ حضرت شارح بخاری علامہ مفتی "شریف الحق" امجدی اور فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد امجدی علیہما الرحمہ نے اس موضوع پر بڑی تفصیلی اور تحقیقی گفتگو فرمائی ہے اور فقہی جزئیات وکلیات سے یہ ثابت فرما دیا ہے کہ انجکشن خواہ گوشت میں لگایا جائے یا رگ میں کسی سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ایسی حالت میں انجکشن لگوانا مکروہ ہے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا فتویٰ "معارف شارح بخاری" صفحہ ۸۳۹ میں اور حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ فیض الرسول میں تحریر فرمایا ہے کہ "تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چاہے رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں"۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

بے وقت افطار کرنے والوں پر روزہ کا کفارہ لازم ہے

مسئلہ از: شبیر احمد موضع سوہن پور سنکٹیا، بڈھیرہ گنج برئی پار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے گھر میں ایک بابا

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۵۱۶

آئے۔رمضان کے مہینے میں صبح تقریباً آٹھ بجے دن میں گھر والے ناشتہ بنا کر پیش کیے تو بابا مذکور نے کہا کہ افطاری کا حکم آگیا ہے۔سب مل کر افطار کرو وہاں موجود حاضرین جن میں معمر، دانشمند و اہل علم سے بھی اشخاص تھے بابا کی بزرگی وکشف پر اعتماد رکھتے ہوئے صبح آٹھ بجے دن میں ہی رمضان کے مہینے میں افطار کر لیے تو اس بابا اور افطاری کے نام پر روزہ توڑ دینے والے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور جو حاضرین اس جگہ موجود رہے اور روزہ نہیں توڑے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بابا اور اس کے حکم پر عمل کرنے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت کیا سلوک کرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ بابا نہیں شیطان مجسم اور مستحق نار جہنم ہے۔روزہ توڑنے والے بھی مستحق عذاب نار اور لائق غضب جبار ہیں۔سب پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور روزے کا کفارہ ادا کریں کہ ساٹھ روزے لگا تار رکھیں اور جنھوں نے روزہ نہیں توڑا انہوں نے صحیح کیا کہ حکم خدا ورسول پر عمل کیا اور جو لوگ مسخرہ شیطان بابا کے حکم پر چلے ان سب پر توبہ لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کریں اور اس مکار نام نہاد بابا کی صحبت سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان لوگوں کا بھی مکمل بائیکاٹ کردیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

برطانیہ کے بعض علاقوں میں سحر وافطار کا حکم

مسئلہ: از محمد فیض گجراتی، برطانیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومحققین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ برطانیہ اور یورپ کے بعض علاقوں میں سورج کے طلوع وغروب کا یہ حال ہے کہ ڈوبنے کے تھوڑی ہی دیر بعد طلوع ہوجاتا ہے اب اگر یہ کیفیت ایام رمضان میں ہو تو روزہ اور سحر وافطار کا کیا حکم ہوگا کیونکہ بسا اوقات سحری کھانے کا بھی وقت نہیں مل پاتا ہے اور کبھی کبھی روزہ بہت طویل ہوجاتا ہے ان حالات میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ علاقوں میں سحری کب تک کھائی جائے اور روزہ کس طرح رکھا جائے۔اس سلسلے میں کتب فقہ میں صراحتاً کوئی حکم نظر نہیں آتا ہے فقہاء کرام نے فاقد وقت عشاء کے تعلق سے تو بحث فرمائی مگر روزہ کے متعلق کچھ ذکر نہ فرمایا، ہاں خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ کے ارشاد سے کچھ روشنی ملتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"لم ار من تعرض عندنا لحکم صومھم فیما اذا کان یطلع الفجر عندھم کما تغیب الشمس أوبعدہ بزمان لا یقدر فیہ الصائم علی اکل ما یقیم بنیتہٗ ولا یمکن أن یقال بوجوب موالاۃ الصوم علیھم لأنہ یؤدی الی الھلاک فان قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر وھل یقدر لیلھم باقرب البلاد الیھم کما قالہ الشافعیۃ ھنا أیضا اَم یقدر لھم بما یسع الأکل والشرب أم یجب علیھم القضاء فقط دون الأداء کل محتمل فلیتامل،

ولا یمکن القول ھنا بعدم الوجوب أصلا کالعشاء عندالقائل بہ فیھا لأن علۃ عدم الوجوب فیھا عندالقائل بہ عدم السبب وفی الصوم قد وجد السبب وھو مشھود جزءٍ من الشھر وطلوع فجر کل یوم ھذا ما ظھر واللہ تعالیٰ أعلم"(۱)

علامہ شامی قدس سرہ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ جن مقامات پر سورج ڈوبتے ہی نکل آتا ہے یا ڈوبنے کے بعد کچھ وقفہ سے نکلتا ہے مگر وہ وقفہ اتنا طویل نہیں رہتا کہ جس میں آدمی آرام سے کھا پی سکے تو ان مقامات پر روزہ کے حکم میں متعدد احتمال ہیں۔

(۱) ان جگہوں پر روزہ واجب ہی نہیں ہے۔

(۲) روزہ واجب ہے اور اقرب البلاد کے مطابق دن ورات کی تقدیر سے رکھا جائے گا۔

(۳) روزہ واجب ہے اور اتنی مقدار رات تسلیم کی جائے گی جتنی مقدار میں آدمی کھا پی سکے۔

(۴) روزہ کی قضا واجب ہے اور جب ایسے ایام آئیں جس میں معمول کے مطابق طلوع وغروب ہوتا ہے تو رکھا جائے۔

علامہ شامی نے پہلی صورت کو ساقط فرمادیا ہے اور بقیہ تین صورتوں کو "فلیتامل" کہہ کر دعوت غور وفکر دی ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حکم قضا کو ترجیح دی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"قولہ ام یجب علیھم القضاء فقط اقول ھو الفقہ اذ اباحۃ الأکل للصائم بعد طلوع

(۱) رد المحتار ج: ۱، ص: ۲۴۴

الفجر قصدا غیر معهود فی الشرع ثم فیه جمع شئی مع المنافی"(۱)

یہ تفصیل تو ان مقامات کے لیے ہے جہاں ادھر سورج ڈوبا اور اُدھر نکل گیا مگر برطانیہ میں سورج کے ڈوبنے اور نکلنے میں اتنی مہلت رہتی ہے کہ آدمی کھا پی سکے اس لیے وہاں روزہ رکھنا لازم ہوگا، رہی یہ بات کہ دن کافی طویل ہوگا اور روزہ رکھنا دشوار ہوگا تو اس کا حل اسلام میں یہ ہے کہ یا تو دیگر ایام میں روزہ رکھا جائے یا ہر روزہ کا فدیہ ادا کردیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾(۲)

اور ارشاد ہورہا ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (۳)

لیکن برطانیہ کے علاقوں میں کچھ ایام میں شفق ابیض غروب نہیں ہوپاتی کہ صبح صادق ہوجاتی ہے تو اب وہاں کے لوگ سحری کب تک کھا پی سکتے ہیں، اس سلسلے میں قرآنی فیصلہ موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (۴)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ طلوع صبح صادق سے قبل ہی سحری کا اختتام کرکے کھانا پینا بند کردینا لازم ہے، آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر علامہ ابوبکر جصاص رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"فاباح الأكل الى ان يتبين والتبين انما هو حصول العلم الحقيقي ومعلوم ان ذلك انما امر وابه في حال بمكنهم فيها الوصول الى العلم الحقيقي بطلوعه واما اذا كانت ليلة مقمرة أو ليلة غيم أوفي موضع لايشاهد مطلع الفجر فانه مامور بالاحتياط للصوم اذلا سبيل له الى العلم بحال الطلوع فالواجب عليه الامساك استبراء لدينه لماحد ثنا شعبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبك الى ما لايريبك فان الصدق طمانينة والكذب ريبة"(۵)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

"ان الخيط الأبيض هو الصباح وان السحور لا يكون الا قبل الفجر وهذا اجماع لم

(۱) جدالممتار ج:۱، ص:۱۹۲

(۲) سورة البقرة، آیت:۱۸۴

(۳) مصدر سابق

(۴) مصدر سابق آیت:۱۸۷

(۵) احکام القرآن للجصاص، ج:۱، ص:۲۸۷

یخالف فیہ الا الاعمش فشذولم یعرج احد علی قولہ"(۱)

ان ارشادات کے پیش نظر راقم کی فہم ناقص کے مطابق حکم یہ ہے کہ جن ایام میں شفق ابیض اور صبح صادق مختلط وغیر متمیز ہو تو احتیاطاً شفق ابیض کے اندر ہی جلد کھا پی کر فارغ ہو جائے۔ اور جن ایام میں شفق احمر کے غروب ہوتے ہی صبح صادق ہو جاتی ہو تو شفق احمر میں طعام وشراب سے فارغ ہو جائے، اور جن ایام میں شفق احمر بھی نہیں غائب ہو پاتی کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے وہاں قضا کیا جائے۔

هذا ما ظهر لی الآن إنْ كان حقا فمن الرحمن المستعان وان كان باطلا فمنی ومن الشيطان.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

حالت روزہ میں گُل منجن کا استعمال

مسئلہ: از محمد جواد قادری بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت روزہ میں گل منجن کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

گل کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے پتہ چلا کہ اس کا جزء اعظم تمباکو ہے اور اسے صرف منجن کے طور پر نہیں بلکہ تمباکو کی طرح کیف وسرور کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے نشہ طاری ہوتا ہے بھوک ختم ہوتی ہے اور کرنے والوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، گل اتنے سارے گل کھلاتا ہے، اور اب بعض ناخدا ترس حضرات نے یہ گل کھلایا کہ ماہ رمضان میں حالت روزہ میں اس کی لذت سے محظوظ ہونے لگے۔ عوام الناس میں اس پر شور وغل مچا اور آج یہ گلزار فقہ وفتاویٰ میں تشریف لایا۔

راقم کے نزدیک یہ صرف مکروہ وممنوع ہی نہیں بلکہ مفسد صوم ہے اور کرنے والے پر کفارہ لازم ہے، اس حکم کی تائید سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ارشاد عالی سے ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"پان جب منہ میں رکھا جائے گا تو اس کا عرق ضرور منہ میں جائے گا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے اگر وہ منہ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی

(۱) المغنی لابن قدامۃ الحنبلی، ج:۳، ص:۸۶

جائے گی تو ضرور دماغ کو پہنچے گی، اوران طلب والوں کے مقصد بھی یونہی برآئیں گے، اورفقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اوران چیزوں کے استعمال سے روزہ جائے تو اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضروری ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اوراگر ان میں احتیاط یقینی کی صورت مقصود بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا، جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یقع فیه "(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

اور فتاوی بحر العلوم میں ہے:

"فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سوستاسی میں تمباکو کو جسے کھینی کہاجاتا ہے منہ میں رکھنے کو روزہ توڑنے والا بتایا ہے، گل بھی اسی قسم کی ہے کھینی کی طرح اس کا بھی لوگ استعمال کرتے ہیں اس لیے اس کا استعمال بھی مفسد صوم ہے"(۲)

لہٰذا حالت روزہ میں گل منجن کرنا ناجائز ہے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲؍ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

بغیر ثبوت شرعی رویت ہلال کا ثبوت ماننے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری موضع کڑی پوسٹ، سکری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جو کہ سنی جامع مسجد کا خلیب و امام ہے امسال مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے عید الفطر کا چاند نظر نہیں آیا تو خلیل آباد سے مفتی صاحب کی تحریری شہادت کی بنا پر بارہ بجے رات کو اعلان کیا گیا کہ کل عید الفطر کی نماز ادا کی جاے گی، زید جو کہ امام ہے اس نے صرف عشاء کی نماز پڑھائی، نماز تراویح اس نے نہ خود پڑھا نہ پڑھایا جب کہ شہادت ملنے سے پہلے نماز تراویح اسے پڑھانا نہ چاہیے تو کیا اس صورت میں زید پر توبہ کرنا واجب ہے کہ نہیں؟

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۸۶

(۲) فتاوی بحر العلوم، ج:۲، ص:۲۷۶

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے بغیر ثبوت شرعی صرف افواہ یا ٹیلی فون وغیرہ کی خبر پا کر شب عید الفطر مان لی اور اس بنا پر اس نے نماز تراویح نہ پڑھائی تو اگر چہ بعد میں یہ ثابت ہو جائے کہ عید کا چاند نکل آیا تھا پھر بھی زید پر توبہ ہے کہ اس نے حکم شرع کی مخالفت کی، فتاوی رضویہ میں ہے:

''بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں ان کے ان گناہوں کو رفع نہیں کر سکتا کہ جس وقت تک انہوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں'' (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی

۳۰ ر ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

ٹیلی فون سے استفاضہ کی حیثیت اور اجمیر شریف کے ایک خط کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد حنیف جامع مسجد مکرانہ ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے شہر مکرانہ میں اس بار اجمیر شریف کے لیٹر پیڈ پر لکھی ہوئی تحریر کے پیش نظر مکرانہ انجمن کے لیٹر پیڈ پر ثبوت ہلال عید کے لیے ایک امام نے تحریر لکھ کر اعلان عید کروا دیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجمیر شریف سے آئے ہوئے اس کاغذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس تحریر پر مکرانہ میں عید کا اعلان کروانے والے امام کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

نقل تحریر اجمیر:

آج مورخہ ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب روایت قدیم درگاہ کمیٹی کے دفتر میں رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا حسب سابق دو باشرع افراد کو جستجوئے چاند کے لیے تارا گڑھ بھیجا گیا، مطلع صاف نہ ہونے کی بنا پر چاند نظر نہیں آیا، مختلف مقامات پر رابطہ کیا گیا جس میں باڑ میر (لیمبا) کے قرب وجوار میں مختلف

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۳۵

لوگوں نے عینی طور پر چاند دیکھا۔ استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حاجی لعل محمد، سلیمان بھائی، نظام الدین اور مبین بھائی، مزید کٹیہار (بہار) سے سید قادری صاحب، مفتی مبشر رضا صاحب اور امبیڈکر نگر کے مفتی بدر عالم صاحب مزید الہٰ آباد سے نائب مفتی شفیق احمد صاحب سے بھی رابطہ ہوا۔ ان حضرات نے بھی چاند دیکھنے کا بیان بذریعہ فون دیا۔ مذکورہ صورت حال کے پیش نظر کل مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۴ء بروز منگل شوال کی یکم تاریخ ہوگی۔ چاند کمیٹی نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت وتوثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ فقط

۹۲/۸۶ھ

نقل تحریر مکرانہ:

شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عید الفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چند ٹیلی فون کی خبروں کو خبر مستفیض قرار دینا تصریحات ائمہ دین اور ارشادات فقہائے شرع متین کے خلاف اور سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ اس "استفاضہ محدثہ مخترعہ" کا کتب فقہ میں دور دور تک کہیں کوئی نام ونشان نہیں ہے اسے "ایجاد بندہ" کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، شریعت مطہرہ میں دربارۂ ثبوت ہلال جسے استفاضہ یا خبر مستفیض کہا جاتا ہے اور ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ہے۔ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ اھ"(۱)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ یا عید کی گئی"(۲)

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۲۰

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۸۶

ایک مقام پر فرماتے ہیں'' یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے۔ استفاضہ کے جو معنی علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے۔ متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہیئے''(۱)

اور فرماتے ہیں:

''بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں''(۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ استفاضہ کے لیے خبر دینے والوں کا آکر خبر دینا معتبر ہے جب کہ ٹیلی فون کی خبر کی صورت میں مخبرین نہیں آتے، صرف خبر آتی ہے تو اس ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ نہیں کہا جا سکتا ہے، چنانچہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

''ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جا سکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جا سکتا ہے''(۳)

اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع تو صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی یہ ایک مجرد خبر ہے۔''(۴)

اور جب متعدد فونوں کی خبر شرعاً استفاضہ نہیں، تو ایسی خبر پر روزہ وعید کا اعلان بھی صحیح نہیں، لہٰذا جن لوگوں نے محض فون کی خبر پر اسے استفاضہ میں داخل کر کے اعلانِ عید الفطر کیا، انہوں نے غلط کیا، پھر اس فیصلے کی بنیاد پر شہر مکرانہ کے لیے جو تحریر بھیجی گئی وہ بھی غیر معتبر، نا قابل قبول اور فضول ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز و گناہ ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''تار کی خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ مفصلۃ بما لا مزید علیہ اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۸

(۲) حوالہ سابق، ص: ۵۵۲

(۳) فتاوی امجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۴

(۴) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱

ہوئی اور اشخاص مذکورین مرتکب گناہ ہوئے اگر چہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی اھ"(۱)

لہٰذا جس نے اس تحریر پر اعلان کیا کرایا سب توبہ کریں اور آئندہ ایسے غیر ذمہ دارانہ فعل سے اجتناب کریں،

اب ذرا دونوں تحریروں کا حال ملاحظہ ہو۔

"درگاہ کمیٹی درگاہ خواجہ صاحب اجمیر شریف کے پتے سے چھپے ہوئے لیٹر پیڈ پر تحریر کا آغاز اس جملہ سے ہے:"آج مورخہ ۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب سابق دو باشرع افراد کو جستجوئے چاند کے لیے تاراگڑھ بھیجا گیا" ظاہر ہے کہ یہ تحریر ۲۹ر رمضان المبارک کو بعد نماز مغرب ہی تیار کی گئی ہے اور وہ بھی لکھنے والوں کے گمان کے مطابق بطور استفاضہ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ کا چاند ثابت ہو جانے کے بعد کی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ غروب شمس کے بعد عربی تاریخ بدل جاتی ہے تو تحریر تیار کرنے کے وقت ۲۹ر رمضان المبارک ہونا چاہیے۔ یا یکم شوال المکرم؟ یونہی وہ وقت بروز پیر ہوگا یا شب منگل؟ پھر دو باشرع افراد تو لکھا گیا لیکن نام و پتہ ندارد ہے، آگے لکھا گیا "استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا" "اناللہ و انا الیہ راجعون"

آپ بتائیں! کیا کسی عالم دین واقف فقہ و فتاوی سے ایسی تحریر کی توقع ہے؟ استفاضہ پہلے مان لیا گیا پھر اس کے تحت بیان لیا گیا حالانکہ اگر بالفرض فون کی متعدد خبریں استفاضہ ہو بھی جائیں تو خبروں کے آنے کے بعد اسے استفاضہ مانا جائے گا اور یہاں پہلے ہی سے اس کے تحت بیان لیا جارہا ہے۔ 'معاذ اللہ رب العالمین' پھر آگے لکھا ہے: "چاند کمیٹی نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت کی توثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا۔" گویا جن حضرات نے خبر دی وہ پہلے ہی سے ثقہ ہیں اور اب مذکورہ کمیٹی ان کی ثقاہت کی تائید و توثیق کرتی ہے، سبحان اللہ، کون ہیں حاجی محمد لعل محمد، کٹھار کے سید قادری صاحب؟ مجھ سے نہیں جو لوگ ایسی خبروں کو استفاضہ سمجھتے ہیں انہیں سے پوچھ لیا جائے کہ کیا دنیائے فقہ میں ایسی ثقاہت کی کوئی نظیر ہے؟ پھر تماشہ دیکھیں کہ ان مخبرین کی خبروں کی توثیق نہیں بلکہ خود ان مخبرین کی ثقاہت کی توثیق کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے۔ ثبوت ہلال کے حوالہ سے شاید دنیائے قضا کا یہ پہلا فیصلہ ہو۔ اناللہ و انا الیہ راجعون.

علاوہ ازیں یہ مکتوب ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے "کتاب القاضی الی القاضی" سے شمار ہو سکتا ہے تو کیا اس کے شرائط و معیار پر شرعی طریقہ سے اترتا ہے کسی عاقل مفتی سے پوچھ لیا جائے حقیقت واضح ہو جائے گی۔

غرض کہ یہ خط اصلا قابل اعتبار اور لائق عمل نہیں ہے۔

اب دوسری تحریر کا حال ملاحظہ ہو! انجمن اصلاح المسلمین (رجسٹرڈ) مکرانہ کے پتہ پر چھپے لیٹر پیڈ کا آغاز و

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص: ۵۲۱

افتتاح ان جملوں سے ہے: ''شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عید الفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی''

غور فرمائیں ''شہادت پیش کی جاتی ہے'' کیا عالم شہادت میں اس عظیم شہادت کا کوئی درجہ ہو سکتا ہے؟ جس میں شہادت پر فائز ہونے والا ہی معدوم ہو، پھر یہاں بھی ۲۹ رمضان المبارک بروز پیر ہی سند حاصل ہوئی۔ افسوس! صد افسوس! قلت علم و ذلت علماء پر، اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے اور احکام شرعیہ پر عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اجمیر شریف سے آئی ہوئی اس تحریر کا شرعا کوئی اعتبار نہیں نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز جن لوگوں نے اس تحریر کی بنا پر عید کا اعلان کیا وہ گنہ گار ہیں اور شریعت کے معاملے میں بے جا جسارت کرنے والے ہیں، ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں اور دین کو تماشہ بنانے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۹ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

ہلال کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: از محمد قمر الدین رضوی چرکھوا سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

کتب فقہ میں جو رویت ہلال لکھا جاتا ہے تو ہلال کی تعریف کیا ہے اہل لغت واہل فقہ کی اصطلاح کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب

لفظ ہلال کا مادہ ہَلّ ہے یہ باب نصَرَ کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ظاہر ہونا، خوش ہونا، شروع ہونا، چلانا، نیا چاند نکلنا ہے۔ المعجم الوسیط میں ہے:

''(هل) الهلال . هلا: ظهر و. فلان فرح و الشهر ظهر هلاله وبدا رفع صوته اھ(۱)

(۱) المعجم الوسیط، ص: ۹۹۲

اہل ہیئت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل ہیئت اور ماہرین فلکیات کے نزدیک لفظ ہلال کا اطلاق صرف پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے بقیہ راتوں کے چاند کو قمر کے نام سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ مشہور ماہر فلکیات علامہ عبدالعلی برجندی نے اس کی صراحت فرمائی ہے کشاف اصطلاح الفنون میں ان کا قول بایں الفاظ منقول ہے:

"واهل الهيئة يريدون بالهلال مايرى من المضى منه اول ليلة صرح بذلك العلى البرجندى فى بعض تصانيفه" (۱)

المنجد میں ہے:

"والهلال عند اهل الهئية :مايرى من القمر اول ليلة" (۲)

اہل لغت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل لغت کے نزدیک ہلال عموماً مہینے کی دو ابتدائی راتوں کے چاند کو کہا جاتا ہے مگر مہینے کی آخری راتوں میں سے ۲۶؍۲۷ کی شب والے چاند کو بھی ہلال کہہ دیتے ہیں اسی طرح مہینے کی ابتدائی راتوں میں سے تین اور بقول بعض سات راتوں کے چاند کو بھی ہلال کا نام دیتے ہیں لسان العرب میں ہے:

"الهلال: غرة القمر حين يهله الناس فى غرة الشهر، وقيل :يسمى هلالا لليلتين من الشهر ثم لايسمى به الى ان يعود فى الشهر الثانى وقيل :يسمى به ثلاث ليال ثم يسمى قمراً وقيل يسماه حتى يحجر،

وقيل: يسمى هلالاً الى ان يبهر ضوءه سوادالليل وهذالا يكون الا فى اللية السابعة قال ابواسحق والذى عندى وماعليه الاكثران يسمى هلالا ابن ليلتين فانه فى الثالثة يتبين ضوءه والجمع أهلّة"(۳)

المنجد میں ہے:

الهلال: غرة القمر ويسمى هلالاً لليلتين من اول الشهر اوالى ثلاث ليال اوالى سبع

---

(۱) كشاف اصطلاحات الفنون، ج: ۲، ص: ۱۵۳۴

(۲) المنجد، ص: ۸۷۰

(۳) لسان العرب ج: ۱۱، ص: ۷۰۲

وللیلتین من آخر الشهرای ست وعشرين وسبع وعشرين وفی غير ذلک هوالقمر"(۱)

حجۃ الاسلام امام رازی جصاص قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وقد اختلف اهل اللغة فی الوقت الذی يسمى هلالاً فمنهم من قال يسمى هلالاً لليلتين من الشهر ومنهم من قال يسمى لثلاث ليال ثم يسمى قمراً وقال الاصمعی يسمى هلالاً حتى، يحجرو تحجيره ان يستدير، بخطة دقيقة ومنهم من يقول يسمى هلالاً حتى يبهر ضوءه سواد الليل فاذا غلب ضوءه سمى قمراً قالو وهذا لا يكون الا فی الليلة السابعة وقال الزجاج الا كثر يسمونه هلا لابن ليلتين"(۲)

اہل شرع کے نزدیک ہلال کا معنی

فقیر کی فہم ناقص کے مطابق شرعاً ہلال کا اطلاق مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند پر ہوتا ہے چنانچہ ابھی لسان العرب سے گذرا کہ:

"قال ابو اسحق والذی عندی وماعليه الاكثران يسمى هلالاابن ليلتين فانه فی الثالثة تبين ضوءه(۳)

اور علامہ ابن عربی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"قال الزجاج الا كثر يسمونه هلالا لا بن ليلتين"(۴)

اور کلمات قرآن کی تشریح وتوضیح میں قول فیصل کا درجہ رکھنے والے امام راغب اصفہانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"الهلال: القمر فی اول ليلة والثانية ثم يقال له القمر ولا يقال له هلال وجمعه اهلة"(۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل شرع کے نزدیک مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں بقیہ راتوں کے چاند کو ہلال نہیں کہتے بلکہ قمر اور بدر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ماقبل کی تفصیلات سے بھی واضح ہوگیا کہ اہل شرع اور اہل ہیئت دونوں اس پر متفق ہیں کہ مہینہ کی ابتدائی راتوں کے چاند کو ہی ہلال کہا جائے گا البتہ اہل ہیئت صرف پہلی رات

---

(۱) المنجد، ص: ۸۷۰، ب(ہ) ۲ (ھل)

(۲) احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۲۵۴

(۳) لسان العرب، ج: ۱۱، ص: ۷۰۲

(۴) تفسیر احکام القرآن لابن عربی، ج: ۱، ص: ۹۹

(۵) المفردات للامام راغب الاصفهانی، ص: ۵۴۲

کے چاند کو اور اہل شرع پہلی اور دوسری دونوں راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۲۹ رشوال المکرم ۱۴۲۷ھ

کیا ٹی وی پر رویت ہلال معتبر ہے

مسئلہ: از محمد شکر اللہ قادری، لال گنج ضلع بستی۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل سائنس کا کہنا ہے کہ ہم آلات جدیدہ کے ذریعہ انتیس تاریخ کو ہی چاند دیکھ سکتے ہیں اور اسے ٹی وی پر دکھا سکتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر سٹیلائٹ کے ذریعہ چاند کی تصویر لے کر ٹی وی پر دکھا دی جائے تو اس سے ثبوت رویت ہلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

شریعت مطہرہ نے صوم وافطار کا مدار حقیقۃً ثبوت رویت ہلال پر رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ(۱)

اور اگر ابر وباد، گرد وغبار اور کسی عارضی سبب سے رویت نہ ہوسکے تو تیس کی گنتی پوری کر کے اگلے ماہ کا آغاز معتبر قرار دیا ہے حدیث شریف میں ہے۔

"فان غم علیکم فاقدروا الثلثین"(۲)

رویت ہلال کے تعلق سے اہل ہیئت کا قول شرعاً غیر معتبر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اول بعض علماء شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہوسکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب ان کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۴۷

(۲) حوالہ سابق

مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگر چہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر وعدم لحاظ کی تصریح فرما چکے پھر اب اس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لاعبرة بقول الموقتین ولو عدولا علی المذهب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولهم بالاجماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه"(۱)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"ذکر فی التهذیب فی کتاب الصوم یجب صوم رمضان برویة الهلال أوبا ستکمال شعبان ثلاثین ولایجوز تقلید المنجم فی حسابه لا فی الصوم ولا فی الافطار."(۲)

ان اقوال وعبارات سے واضح ہوا کہ صوم وافطار کا حکم ہیئت وسائنس کے اصولوں پر نہیں بلکہ شرع کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اب اگر اہل سائنس ٹی وی چینل پر چاند کا مشاہدہ کرائیں تو کئی وجہوں سے یہ مشاہدہ شرعاً غیر معتبر ہوگا اور اس مشاہدہ کو رویت ہلال شرعی ہرگز نہیں کہا جائے گا۔

اولاً: باب ہلال میں اہل ہیئت کی بات کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

ثانیاً: یہ کیا ضروری ہے کہ ٹی وی پر جس چاند کا مشاہدہ کرا رہے ہیں وہ اسی مہینے کا ہو کسی بھی مہینے کا ہوسکتا ہے کیونکہ آلات میں کسی چاند کا عکس محفوظ کر کے جب چاہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

ثالثاً: فقہائے کرام نے ثبوت ہلال کے جو طریقے ذکر فرمائے ہیں ان میں سے کسی بھی طریقہ میں یہ نہیں آتا ہے۔

رابعاً: یہ بالبداہت معلوم ہے کہ ٹی وی چینل پر دیکھا جانے والا چاند اصل نہیں بلکہ اصل چاند کا عکس ہے اور فقہا بالتصریح فرماتے ہیں کہ عکس ہلال کی رویت غیر معتبر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"ورویة الهلال بعد الغروب لا بواسطة نحو مرأة أی کالماء والبلور الذی یقرب البعید ویکبر الصغیر فی النظر"(۳)

لہٰذا اسٹیلائٹ کے ذریعہ ٹی وی چینل پر ہلال کے عکس کا مشاہدہ شرعاً رویت ہلال ہرگز نہیں ہے نہ ہی اسے رویت ہلال کے حکم میں مانا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویة ج:۴، ص:۵۵۸

(۲) الفتاوی التتارخانیه ج:۲، ص:۳۵۷

(۳) تحفة المحتاج، بشرح المنهاج، ج:۳، ص:۳۷۲

ثبوت ہلال کے لیے ہر جگہ شہادت درکار نہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری پرسا میر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ۲۹ رمضان المبارک کو مہراج گنج میں چاند کی رویت ہوئی مگر مہراج گنج کے بیشتر علاقہ میں چاند نہیں دیکھا گیا تو کیا مہراج گنج کے اعلان پر دیگر مقامات کے لوگ عید منا سکتے ہیں یا ہر جگہ کے لیے تحریری شہادت کی ضرورت ہے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر مہراج گنج کے ذمہ دار قاضی شرع یا کسی مستند ومعتبر سب سے بڑے عالم دین نے ثبوت ہلال کے بعد اس کا اعلان کیا یا کسی معتبر رویت ہلال کمیٹی کا اعلان ہوا تو مہراج گنج ضلع کے لوگوں کا اس اعلان پر عید کرنا جائز ہے۔ ضلع کے ہر مقام وموضع کے لیے شہادت ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ شہر کے قاضی شرع یا اعلم علماے بلد کا اعلان اس کے پورے ضلع کے لیے کافی ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائباً عن المصر کاهل القریٰ ونحوها" (۱)

مرکز اہل سنت بریلی شریف میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا اعلان پورے ضلع میں کافی مانا جاتا تھا اور ہنوز اسی پر عمل ہے جس کی تفصیل ماہنامہ اشرفیہ میں مرقوم ہے۔(۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثبوت شرعی کے بعد اگر کسی معتبر قاضی یا مفتی یا رویت ہلال کمیٹی نے چاند کا اعلان کیا تو پورے ضلع کے لیے وہ اعلان کافی ہے۔ ہر آدمی کے لیے شہادت درکار نہیں۔ هذا ماعندی واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رصفر المظفر ۱۴۲۷ھ

---

(۱) منحة الخالق علی البحر الرائق، ج:۲، ص:۲۷۰

(۲) ماهنامه اشرفیه مبارکپور، ص:۱۹ نومبر ۲۰۰۵ء

کیا ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت ہو سکتا ہے؟

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی، دار العلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جاجمؤ کانپور یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(ا) آج کل لیپ ٹاپ میں انٹرنیٹ سے کنکشن جوڑ کر آمنے سامنے گفتگو ہوتی ہے اس میں رویت ہلال سے متعلق متعدد باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی جماعت اگر خبر دے کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا ہے، اس صورت میں وہ خبر مستفیض ہو کر شرعاً قابل قبول ہے یا نہیں؟ یا ہم سے چند باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں نے گواہی دے کر ہمیں گواہ بنایا ہے۔ اب ہم رویت ہلال کی گواہی دے رہے ہیں، اس صورت میں وہ گواہی شہادت شرعیہ ہے یا نہیں؟

فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(ا) استفاضہ کا لغوی معنی مشہور ہونا اور پھیلنا ہوتا ہے۔ چنانچہ المعجم الوسیط میں ہے "استفاض الخبر انتشر" (ا)

اور در بارۂ ثبوت رویت ہلال فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ کہتے ہیں کہ کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے پھر وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب بیک زبان یہ خبر دیں کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے یا عید کی نماز ادا کی۔ چنانچہ عالم اجل شیخ مصطفیٰ رحمتی قدس سرہ کے حوالہ سے علامہ ابن عابد بن شامی ارشاد فرماتے ہیں

"معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رویة۔" (۲)

اور مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں "استفاضہ" یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن برینائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔" (۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

(ا) المعجم الوسیط، ص: ۷۰۸

(۲) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۵۹

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

''کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزہ شروع کئے۔ یوں یہاں والوں کے لئے بھی ثبوت ہو گیا۔''(۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان تحقق استفاضہ کی ایک اور صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہراً اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضروری نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے۔''(۲)

استفاضہ کی مذکورہ تعریفات میں تمام فقہائے کرام نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنے کی قید لگائی ہے بلکہ متعدد مقامات پر بصراحت مذکور ہے کہ تحقق استفاضہ کے لئے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

''اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التي لم يثبت بها لامجرد الاستفاضة'' (۳)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ''بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اس کا معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ در گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں''(۴)

ایک مقام پر فرماتے ہیں ''بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں۔ جو بالاتفاق وہ خبر دیں۔''(۵)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ فقہائے اسلام نے رویت ہلال کے سلسلہ میں جس استفاضہ کو معتبر قرار دیا ہے اس میں محض خبر دینا نہیں بتایا بلکہ متعدد جماعتوں کے آنے کی تصریح فرمائی ہے اور ایک ادنیٰ طالب فقہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف جانے میں کتنی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے تصریحات فقہیہ کے پیش نظر یہ امر طے ہے کہ محض ٹیلی فون کے ذریعہ کسی ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر دینے کو استفاضہ نہیں مانا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرع کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۳
(۳) منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۲۷۰
(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲
(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

"علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:" **لو سمع من وراء الحجاب لایسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذا النغمة تشبه النغمة۔**"(۱)

اس لئے بھی ٹیلی فون اور موبائل سے ثبوت رویت ہلال نہیں ہو سکتا ہے اور رہا یہ شبہ کہ با تصویر لیپ ٹاپ و موبائل کے ذریعہ بولنے والے آمنے سامنے گفتگو کرتے ہیں تو اب آڑ سے آواز مسموع نہیں ہو رہی ہے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہیں لہٰذا اسے معتبر ہونا چاہئے، اس شبہ کا ازالہ مشاہدہ سے ہی ہو جاتا ہے۔ آج ہزاروں معاملات میں دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ آواز کسی اور کی ہوتی ہے اور اسکرین اور پردے پر بظاہر بولتا کوئی اور نظر آتا ہے اور یہ اندیشہ ہر جگہ موجود ہے تو لیپ ٹاپ وغیرہ میں دیکھی اور سنی جانے والی تصویر و آواز میں بھی یہ احتمال موجود ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس طرح فقہائے کرام نے خط کے بارے میں نادر شبہ کا بھی اعتبار فرما کر اسے احکام میں نامعتبر ٹھہرایا اور علت اشتباہ ابتدائے کلام میں اس کی طرف لفظ "قد" کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے یہ بتائی۔ "**ان الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم.**"

اور جب اس طرح کے لیپ ٹاپ وغیرہ کے ذریعہ موصول ہونے والی خبر، خبر مستفیض نہیں ہو سکتی ہے، تو اس طریقہ پر شہادت کو شرعی شہادت بھی نہیں مانا جا سکتا ہے کہ شہادت میں مجلس قضا میں آکر گواہی دینا لازم ہے، درمختار میں ہے۔

"**الشهادة اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء**"(۲)

بعض حضرات اس مقام پر خبر مستفیض اور خبر متواتر میں فرق کر کے ٹیلی فون کی خبر کو مستفیض کہتے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ خبر دینے والوں کے لئے آنے کی شرط متواتر میں ہے، مستفیض میں نہیں، مستفیض میں چھ یا نو افراد کی محض خبر کافی ہے مگر یہ بات قطعاً نا قابل قبول اور تصریحات فقہاء کے خلاف ہے، کیونکہ ائمہ حنفیہ نے رویت ہلال کے ثبوت میں جس خبر مستفیض کا ذکر فرمایا ہے اس خبر مستفیض کو خبر متواتر ہی فرمایا ہے نہ کہ اس سے وہ خبر مشہور مراد لی ہے جس میں افراد کے تعین کا لحاظ ہوتا ہے۔ چنانچہ منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق میں ہے "**اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین**" اھ(۳)

اور تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے:

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۲۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۶۹

(۳) منحۃ الخالق، ج: ۲، ص: ۲۷۰

"لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر" اھ(۱)

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے"جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے ان کی رویت کی ناقابل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی، اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر ہی قائم مقام شہادت ہے بلکہ اس سے قوی ہے۔"(۲)

ان روشن تصریحات سے مثل آفتاب واضح ہوگیا کہ دربارہ ثبوت رویت ہلال جس خبر مستفیض کو معتبر فرمایا گیا ہے وہ خبر متواتر ہے اور متواتر کے تحقق کے لئے درگروہ گروہ آنا حسب تصریحات فقہا لازم ہے تو ٹیلی فون وموبائل اور انٹرنیٹ جیسے ذرائع سے استفاضہ نہیں ہوسکتا ہے، نہ ہی اس پر ادائے شہادت شرعیہ ہوسکتی ہے۔ آخر میں ماضی قریب کے دو عظیم فقیہ اور اہل سنت وجماعت کے مسلم وبزرگ پیشوا حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کی چشم کشا تحریر حاضر ہے۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ٹیلی فون سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا

"ٹیلی فون اور ریڈیو کی خبریں اس باب میں ناقابل اعتبار ہیں کہ ان سے کسی چیز کا ثبوت شرعی نہیں ہوتا، ایسی خبروں سے نہ روزہ رکھا جائے گا نہ عید کی جائے گی۔"(۳)

اسی میں آگے فرماتے ہیں: "ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔"(۴)

اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لئے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر یہاں متفقہ بیان دینا ضروری ہے، جبکہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یہ ایک مجرد خبر ہے۔"(۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ باتصویر ذرائع سے خبر دینے کی صورت میں بھی فون وموبائل سے خبر مستفیض یا شہادت متحقق نہیں ہوسکتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کا اس موضوع پر لاجواب رسالہ "جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت رویت ہلال" مطالعہ کریں۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵؍شعبان ۱۴۳۴ھ

---

(۱) تنبيه الغافل والوسنان، ج: ۱، ص: ۲۵۲ (۲) الفتاوىٰ الرضويه، ج: ۴، ص: ۵۵۳

(۳) الفتاوىٰ الامجديه، ج: ۱، ص: ۳۹۴ (۴) الفتاوىٰ الامجديه، ج: ۱، ص: ۳۹۴

(۵) فتاوىٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱

ٹیلی فونک استفاضہ کی تحقیق کامل فقہی جزئیات کی روشنی میں

مسئلہ از: محمد جعفر قادری، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض حضرات ٹیلی فون کے ذریعہ متعدد خبریں مل جانے کو "استفاضہ" قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں چند بنیادی اور تحقیقی سوالات حاضر ہیں جوابات سے نوازیں کرم ہوگا۔

(۱) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اور دیگر فقہائے اہل سنت نے دربارۂ ثبوت ہلال ٹیلی فون کی خبر کو کس علت کے پیش نظر غیر معتبر مانا؟

(۲) آج بھی وہ علت موجود ہے یا نہیں؟

(۳) استفاضہ کی تعریف میں، تغییر وتبدیل یا تعمیم وتقیید اور نصوص فقہاء اور مصطلحات فقہیہ کی تبدیل کا اختیار آج کسی فقیہ ومفتی یا کسی مجلس کو حاصل ہے یا نہیں اور ان کی تبدیلی معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۴) تحقق استفاضہ کے لیے محض جزوں کا آنا معتبر ہے؟ یا مخبرین کا آنا بھی درکار ہے؟ جزئیات فقہیہ اور اقوال ائمہ دین سے کیا ثابت ہے؟

(۵) استفاضہ فقہیہ، خبر متواتر کا مترادف ہے یا اس سے الگ ہے؟

(۶) فنی اور شرعی اعتبار سے موبائل سے ملنے والی خبر، خبر متصل ہے یا منقطع؟

(۷) ٹیلی فون وموبائل سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نیٹ کے ذریعہ ٹیلی فون کی ایجاد کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی یورپین نے ۱۸۷۶ء میں اسے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی بار ۱۹۰۲ء کے قریب اس کا داخلہ وائرلس کے ساتھ ہوا پھر ۱۹۰۹ء میں بیٹری والا فون آیا لوگ اس ایجاد نو سے فائدہ اٹھانے لگے اور معاملات ومعمولات میں وہ اس طرح داخل ہوا کہ آج شاید کوئی آبادی ایسی ہو جو اس چشمہ سے سیراب نہ ہوتی ہو، رفتار زمانہ ایسی بڑھی کہ ٹیلی فون کے بعد سن ۱۹۷۳ء میں موبائل کو کسی امریکی نے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی مرتبہ دہلی کی سرزمین پر ۱۹۹۷ء میں قدم رکھا اور آج ہر گھر بلکہ ہر فرد اس کا ضرورت مند نظر آتا ہے۔

مسلمان ہزار بے عملی کے باوجود شرعی امور میں اپنے علماء کی طرف آج بھی رجوع کرتے ہیں اور ماضی میں بھی یہی صورت حال تھی بلکہ اس سے بھی بہتر تھی جب اس ایجاد نو سے شرعی معاملات میں استفادہ کی بات آئی تو لوگوں نے علمائے حق سے حقیقت حال جاننی چاہی اور وقت کے مرجع انام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں سوال بھیجا۔ فتاوی رضویہ میں ٹیلی فون سے متعلق میری نظر میں تین استفتے گزرے جن میں پہلا استفتا شہر رامپور سے چار ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں اور دوسرا استفتاء گونڈل کاٹھیاواڑ گجرات سے ۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں اور تیسرا استفتاء حیدرآباد دکن سے ۱۶؍رمضان ۱۳۳۳ھ میں آیا یہ سوالات مع جوابات فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سو ستائیس (۵۲۷) سے لے کر صفحہ پانچ سو انتیس (۵۲۹) تک میں مرقوم ہیں۔ پہلا اور دوسرا فتویٰ تفصیلی اور تیسرا مختصر ہے اور تینوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ٹیلی فون کی خبر دربارۂ ثبوت ہلال غیر معتبر ہے۔

پہلا استفتاء مع جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹؍تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰؍کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی اصلا قابل لحاظ نہیں ہوسکتی تار کی سخت بے اعتباری میں اس فقیر کا فتویٰ مفصلہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بھی بہت گری ہوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا تو ضروری ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں ہدایہ میں ہے "الخط یشبہ الخط" تو شرعا تار پر عمل کرنا کیوں کر ممکن یوں ہی ٹیلی فون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوی عالمگیری میں ہے۔

لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمه الخ۔

وصورة الثنیا التی ذکره لا تحقق لها فیما نحن فیه کما لا یخفی واللّٰه تعالیٰ اعلم(۱)

دوسرے استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے"(۲)

جملہ فقہائے اہل سنت کا ابھی تک یہی موقف چلا آرہا ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوسکتا حتی کہ عصر حاضر کے نامور علماء کرام ومشائخ عظام کے مسلم بزرگ واستاذ مفتی عبدالمنان صاحب علیہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج:۴، ص:۵۲۷

(۲) الفتاوی الرضویہ ج:۴، ص:۵۲۹

الرحمۃ (متوفی ۲۰۱۲ء) ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”تار، خط، ٹیلی فون وغیرہ کی خبر سے چاند ثابت نہیں ہوتا جن لوگوں نے اس کی خبر پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑا ان پر قضا واجب ہے“ (۱)

اس فتویٰ پر جامع معقول ومنقول علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ کا دستخط بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ جتنے معتمد مفتیان کرام کے فتاویٰ میری نظر سے گزرے سب نے بیک قلم یہی تحریر فرمایا کہ ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت نہیں ہوسکتا ہے اور عدم اعتبار کی علت یہ بیان فرمائی کہ ”اس میں آواز آڑ اور پس پردہ سے سنائی دیتی ہے جو شرعی امور میں غیر معتبر ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل کل جس کام کے لیے استعمال ہوتا تھا آج بھی اس سے وہی کام لیا جاتا ہے اور دربارۂ ثبوت ہلال کل جس علت کے پیش نظر ٹیلی فون کی خبریں غیر معتبر تھیں وہی حکم آج بھی رہے گا کہ دور دراز مقامات سے خبر دینے کی صورت میں آج کل بھی آواز آڑ اور پردہ کے پیچھے سے سنی جائے گی جس کا امور شرعیہ میں اعتبار نہیں ہے لہٰذا غیر معتبر ہونے کی علت آج بھی موجود ہے لہٰذا جو حکم کل تھا وہی حکم اب بھی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) مصطلحات فقہیہ اور نصوص کتاب وسنت کے معانی اور مفاہیم کا معاملہ یہ ہے کہ جس کلمہ کا جو معنی عوام وخواص میں رائج ہو اور شریعت نے اس سے ہٹ کر اس کا کوئی معنی نہ بتایا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے جسے ”عرف عام“ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

اسی طرح جو عرف معاشرہ میں پہلے ہی سے پایا جاتا ہو اور اس عرف پر مبنی قول یا فعل کے وجود میں آنے تک وہ عرف قائم ہو تو بھی کلمہ کا معنی اسی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے لیا جائے گا۔

اور اگر کلمات کے ورود اور الفاظ کے تکلم کے بعد کوئی عرف وجود میں آئے تو وہ معتبر نہ ہوگا اور لفظ کا معنی متعین کرنے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا چنانچہ ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے۔

”العرف الذی تحمل علیہ الالفاظ انما ھو المقارن السابق دون المتأخر ولذ اقالوا الا عبرۃ بالعرف الطارئ“ اھ (۲)

اور اگر شرع نے کسی کلمہ کا معنی متعین کر دیا ہو تو اگر عرف اسی کا مؤید ہو تو اس عرف کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر عرف اس تشریح شرع کا معارض ہو تو اب وہ غیر معتبر ہوگا اور شرع سے جو معنی منقول ہے وہی معنی معتبر ہوگا میری اس

(۱) فتاوی بحر العلوم ج:۲، ص:۲۵

(۲) الاشباہ مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

تفصیل پر روشنی مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے درج ذیل ارشاد سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ رقمطراز ہیں:

''حق نا صح یہ ہے کہ مصروقریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جملہ فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع علیہ السلام سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت ومنقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انہیں معانی معروفۂ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط ومدار احکام ومقصود ومراد شرع نہیں ہو سکتی محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

"واعلم ان من الشارحین من یعبر ھٰذا بتفسیرہ شرعاً ویجب ان یزاد عرف اھل الشرع وھو مع اصطلاح الذی عبرنا بہ لا ان الشارع صلی اللہ علیہ وسلم نقلہ فانہ لم یثبت وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغۃ"

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر ومصر ومدینہ اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے محلے متعدد دائمی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں عادتا اس میں کوئی حکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ وموضع وگاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد ومدار احکام جمعہ وغیرہ میں ہے ولہٰذا ہمارے امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی''(۱)

میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت میں فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ایک کلمہ ''خاتم النبیین'' اور دوسرا ''کلمہ خلیفۃ'' کو درج کرتا ہوں کلمہ ''خاتم النبیین'' کا معنی شرع مطہر نے متعین کر دیا اور حدیث واجماع امت سے اس کا یہ مطلب واضح ہو چکا کہ ''خاتم النبیین'' بمعنی ''آخر النبیین'' ہے اب اگر کوئی شخص اس متعین اور مصرح معنی میں کسی طرح کی تاویل وتخصیص کرے تو وہ اصلاً معتبر نہ ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

آیت کریمہ (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) وہ حدیث متواتر سے تمام امت مرحومہ سے سلفا وخلفا یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملی محال ہے۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ ج:۳، ص:۱۷

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب ''الاقتصاد'' میں فرماتے ہیں۔

"ان الامة فهمــن من هذا للفظ انه افهم عدم نبی بعده امداو عدم رسول بعده ابدا وانه ليس تاويل وتخصيص" اھ(۱)

اسی طرح لفظ خلیفہ اصطلاح اہل شرع میں ایک مخصوص مفہوم کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اگر وہ کسی اور معنی میں استعمال ہو کر اس کے اصل معنی کے احکام نافذ کیے جائیں تو قطعاً غیر معتبر ہوگا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

''خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔''(۲)

اسی میں آگے فرماتے ہیں۔

''جس کے نام کے آگے سلطان لگاتے ہیں اس کو خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے اسی کے لیے قرشیت وغیرہ سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے اور نہ اصطلاح شرع کا منافی الخ۔(۳)

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصطلحات شرعیہ اور نصوص فقہیہ کے جو معانی و مفاہیم من جانب شرع مشرح ومتعین کردئے گئے ہیں کسی کو ان میں ترمیم و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر بالفرض آج ان اصطلاحات ونصوص میں ترمیم و تنسیخ کا حق دے دیا جائے تو احکام شرعیہ کا کیا حشر ہوگا۔

اس کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(الف) ائمہ حنفیہ نے بیع کی تعریف "مبادلة المال بالمال بتراضی الطرفين" کی ہے اور مال کی تعریف میں فرمایا کہ "ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره عند الحاجة" لفظ ادخار کے پیش نظر ظاہر الروایۃ کے مطابق مال کے لیے مادی ہونا شرط ہے اسی لیے حقوق اور غیر مادی اشیاء کی بیع کو فقہائے کرام نے ناجائز فرمایا ہے۔

اب اگر کوئی بیع کی تعریف "مبادلة المال بالمال" کی بجائے "مبادلة الشئی بالشئی" کرے اور کہے کہ حقوق بھی شئی ہیں لاشی نہیں تو ان کی بھی بیع جائز ہے یا کہے کہ مال کی تعریف میں "ويمكن ادخاره عند الحاجة" میں ادخارہ سے مطالبہ عند الحاجۃ مراد ہے اور حقوق کا بھی مطالبہ ہوتا ہے لہٰذا ان کی بیع درست ہے چونکہ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، م، ج:۱۴، ص:۱۸۶

(۲) الفتاوی الرضویہ، م، ج:۱۴، ص ۱۸۶

(۳) الفتاوی الرضویہ، م، ج ۱۴، ص:۱۸۶

زمانہ قدیم میں صرف مادی چیزوں کو مال سمجھا جاتا تھا تو مادی کی قید لگائی اور اب غیر مادی اشیاء کی بھی بیع کا رواج ہو چکا ہے لہٰذا بیع اور مال کی تعریف عرف حادث اور جدید تقاضے کے پیش نظر ہوگی۔

(ب) عامل کی تعریف کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا "العامل ما نصبه الامام لتحصيل الصدقات" یعنی عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے تحصیل صدقات پر متعین فرمایا ہو۔ اب مدارس کے سفرا حضرات فرمانے لگیں کہ ماضی میں تحصیل صدقات پر امیر ہی کی جانب سے تقرر ہوتا تھا اس لیے "الامام" کی قید لگی مگر آج تحصیل صدقات کے لیے ناظم و منیجر حضرات بھی لوگوں کو مقرر کرتے ہیں لہٰذا اب عامل اسے کہا جائے گا جسے ناظم ادارہ نے بھی تحصیل صدقات پر مقرر کیا ہو اور پھر اسی لحاظ سے وہ عامل کے حکم میں ہو کر مال زکوٰۃ بے حیلہ شرعیہ اپنی ضرورت کے لیے خرچ کرنے لگے۔

اسی طرح دیگر نصوص و اصطلاحات کا حال بھی سمجھ لیں۔

اس لیے آج کسی بھی فقیہ و مفتی اور مجلس کو ان میں تغییر و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور جس کلمہ کا معنی شرع کی جانب سے معلوم ہو گیا اسی کا اعتبار کرنا لازم ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ حلیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

"الاصل ان يعتبر في الاسماء الشرعيه ما ينشئ عنه من المعاني" (۱)

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہیں۔ اور ٹیلی فون و موبائل سے استفاضہ کا تحقق ماننے والوں میں سے مفتی محمد نظام الدین صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں۔

"قرآن حکیم کی آیات اور دوسرے نصوص شرع کا معنی کیا ہے؟ اس کی تعیین آج کل کے لوگوں کے عرف سے نہیں ہوگی بلکہ عربی زبان میں ان کا جو لغوی معنی ہے وہ مراد ہوگا اگر آیات و احادیث و نصوص فقہاء کے معانی لغات عرب سے صرف نظر کر کے عرف ناس سے متعین کئے جائیں تو پھر دین کا خدا حافظ۔"

سد الفرار کی منقولہ عبارتوں میں عرف سے مراد عرف لفظی ہے کہ عرف ناس سے الفاظ کے معانی کا ادلنا بدلنا خاص کا عام ہونا یا عام کا خاص ہونا یا مطلق کا مقید ہونا ان کے اپنے محاورات و معاملات میں معتبر ہے کہ لفظ بھی ان کا اور عرف بھی ان کا۔

مگر قرآن و حدیث و فقہ میں وارد الفاظ و نصوص ان کے نہیں نہ وہ متکلم کے مقصود سے آگاہ تو وہاں ان کا عرف بھی معتبر نہ ہوگا یعنی ان کے عرف کی وجہ سے نصوص شریعت کے معانی و مفاہیم میں کوئی ردوبدل نہ ہوگا یہ بات عین قرین عقل و قیاس ہے۔" (۲)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ ج:۳، ص:۵۷۲

(۲) سات معیاری اصول ص:۲۷۶، ۲۷۷

خلاصۂ کلام یہ کہ نصوص فقہا و مصطلحات شرعیہ کے جو معانی ائمہ دین نے بیان کر دیے وہی معتبر ہیں ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کا حق آج کسی کو نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقہائے کرام نے دربارۂ ثبوت ہلال استفاضہ کو بھی طرق موجبہ میں ذکر فرمایا ہے اور استفاضہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن الرویة لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعها اھ(۱)

اسی میں آگے تحریر فرماتے ہیں۔

قلت وهو کلام حسن ویغیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بجزاء الشیوع۔(۲)

سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب الصوم میں متعدد مقامات پر استفاضہ کی تشریح فرمائی اور تحقق استفاضہ کی دو صورت ذکر کی اور دونوں صورتوں میں بصراحتہ بیان فرمایا کہ تحقق استفاضہ کے لیے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں۔

''استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ یا عید کی گئی'' الخ (۳)

آگے فرماتے ہیں:

''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے'' الخ (۴)

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''یہ کہنا ہر گز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے استفاضہ کے معنی جو علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور ایک زبان بیان کرنا چاہیے'' (۵)

اور فرماتے ہیں:

''بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں'' الخ (۶)

(۱) ردالمحتار ج:۳، ص:۳۲۱
(۲) ردالمحتار ج:۳، ص ۳۲۱
(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج:۴، ص:۲۵۲
(۴) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص:۵۵۲
(۵) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص: ۵۵
(۶) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص:۵۵۲

فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔
"کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے یوں یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا"
یہ عبارتیں ان کے نظریے کے تاج محل کو منہدم کرتی نظر آرہی ہیں جو لوگ فقہی اصطلاحات میں تبدیلی کر کے ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ میں داخل کرتے ہیں۔ اور ہم پہلے ثابت کر آئے کہ نصوص فقہاء کے جو معانی و مفاہیم متعین و مصرح ہو گئے ان میں آج کسی کو تبدیل کا یا تعمیم و تقیید کا کوئی حق نہیں ہے ورنہ دین کا خدا حافظ۔
بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ماضی میں خبریں پہنچانے کے لیے علاوہ اس کے کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ آدمی جا کر خبر دے اس لیے فقہائے کرام نے مخبرین کے آنے کا ذکر کیا اور آج خبر رسانی کے لیے ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ بغیر آئے بھی خبر دی جا سکتی ہے تو آج بھی مخبرین کے آکر خبر دینے کی قید لگانا بے معنی بات ہے۔
مگر میرے نزدیک ان کی اس بات کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے کیوں کہ جدید ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی فون سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دور میں ایجاد ہو چکا تھا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر رسانی بغیر مخبر کے گئے ہوئے اس وقت بھی ہوتی تھی اور پھر بعد کے ادوار میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے لے کر حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ تک ٹیلی فون اور موبائل گھر گھر پہنچ چکے تھے مگر ان حضرات میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ ان جدید ذرائع سے استفاضہ کو متحقق مانیں بلکہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ ہی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جا سکتا ہے نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جا سکتا ہے۔(۱)
اور حضرت مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر تعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہو گی یہ ایک مجرد خبر ہے۔"(۲)
ان عبارات سے ادنیٰ تامل بلکہ بلا تامل یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبر آنا کافی نہیں بلکہ اس میں مخبرین کا آکر گروہ در گروہ خبر دینے کا اعتبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی لامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۹۴
(۲) فتاوی بحر العلوم ج: ۲، ص: ۲۴۱

(۵) کتب فقہ وفتاویٰ میں استفاضہ کو جابجا تواتر اور التواتر سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين اه(۱)

اور تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة لغة بمنزلة الخبر المتواتر.(۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے''(۳)

اسی میں ہے شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔(۴)

ملک العلماء علامہ ظفر الدین قدس سرہ نے علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''یستفیض الخبر یعنی متواتر خبر آئے۔(۵)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے۔

''اور خبر استفاضہ متعدد جماعتوں کی وہ متواتر خبریں جن کے جھوٹ پر متفق ہو جانے کو عقل جائز نہ کہے''(۶)

اسی میں ہے:''یہ دونوں خبریں استفاضہ کہلاتی ہیں جو خبر متواتر کے حکم میں ہے''(۷)

ان عبارات سے واضح ہے کہ استفاضہ فقہیہ خبر متواتر کے ہم معنی ہے تو جو حیثیت خبر متواتر کی ہے وہی استفاضہ کی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ٹیلی فون سے ملنے والی خبر متصل ہے یا منقطع حضور سیدی تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے ایک خطبۂ صدارت میں اسے خبر منقطع قرار دیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اب تک کی گفتگو سے مانند آفتاب روشن ہو چکا کہ استفاضہ ایک خالص شرعی وفقہی اصطلاح ہے لہٰذا جب تک اس مفہوم مصطلح کا صحیح مصداق محقق نہ ہوگا استفاضہ قطعاً صادق نہ آئے گا اور ظاہر ہے کہ ٹیلی فون وموبائل سے موصول خبر پر کسی طور سے وہ معنی صادق نہیں آرہا ہے لہٰذا ان ذرائع سے استفاضہ محقق نہیں سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مورخہ ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد یوپی میں مفتیان کرام اور محققین اسلام کا ایک عظیم فقہی سمینار منعقد ہوا جس میں جماعت اہل سنت کے علماء ومشائخ اور محققین کرام نے یہ فیصلہ کیا:

---

(۱) منحة الخالق حاشيه البحر الرائق ۲/ ۲۷۰
(۲) تنبيه الغافل والوسنان ج: ۱، ص: ۲۵۲
(۳) الفتاوىٰ الرضويه ج: ۴، ص: ۵۵۴
(۴) الفتاوىٰ الرضويه ج: ۴، ص: ۵۵۳
(۵) فتاوىٰ ملك العلماء ص: ۱۶۵
(۶) الفتاوىٰ الامجديه
(۷) الفتاوىٰ الامجديه

فیصلہ شرعیہ متعلق بہ استفاضہ

(۱) جملہ مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دربارۂ ثبوت ہلال ٹیلیفون کے غیر معتبر ہونے کی علت پس پردہ آواز کا مسموع ہونا اور اشتباہ صوت ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ٹیلیفون کی خبر کے بارے میں فرمایا۔ "ٹیلیفون کرنے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔"(۱)

(۲) جملہ مندوبین اس بات پر متفق ہیں کہ آج بھی وہ علت عدم اعتبار یعنی پس پردہ سے آواز کا سننا اور اشتباہ متحقق ہے بلکہ ماضی کی بہ نسبت آج جعل وتزویر اور اشتباہ صوت زیادہ ہے۔(۲)

(۳) مصطلحات ونصوص فقہاء اور استفاضہ کی مصرح تعریف میں تغییر وتبدیل یا تعمیم وتقیید کا حق آج کسی کو نہیں۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"العرف الذی تحمل علیہ الالفاظ انما ھو العرف المقارن السابق دون المتاخر ولذاقالوا لا عبرۃ بالعرف الطاری" اھ

(۴) تمام مندوبین نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبروں کا آنا ہی کافی نہیں بلکہ مخبرین کا آنا درکار ہے۔ تعریف استفاضہ میں جملہ فقہائے ملت نے اس کی صراحت فرمائی جیسا کہ فتاوی رضویہ، فتاوی امجدیہ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔

(۵) استفاضہ فقہیہ بمنزلۂ خبر متواتر ہے۔

(۶) ٹیلیفون اور موبائل سے ملنے والی خبر کے متصل اور منقطع ہونے کے متعلق کافی بحث وتمحیص کے بعد باتفاق رائے طے ہوا کہ موبائل سے ملنے والی خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے۔

(۷) جملہ مندوبین اور شرکائے سیمینار نے باتفاق رائے طے کیا کہ ٹیلیفون اور موبائل سے خبر استفاضہ کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے "ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

دور حاضر کے نامور عالم حضرت مفتی عبدالمنان عزیزی مصباحی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں۔ شاید مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلیفون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یہ ایک مجرد خبر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۵۲۸ (۲) الاشباہ مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

فنائے مسجد مسجد کے حکم میں ہے

مسئلہ از: شارق رضا رضوی، نوری مسجد کوٹہ (راج) راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

معتکف اگر بغیر عذر شرعی حدود مسجد سے باہر آجائے۔ فنائے مسجد یا وہ جگہ جو ضروریات مسجد کے لئے ہو جیسے وضوخانہ، غسل خانہ، جوتے اتارنے کی جگہ، امام وخطیب کے حجرے یا مدرسہ جو متصل مسجد ہو صرف ایک دیوار حائل ہے جس سے مسجد اور مدرسہ کا امتیاز ہوتا ہے۔ مدرسہ میں بالغ اور نابالغ طلبہ وطالبات زیر درس ہیں۔ نیز مدرسہ میں عورتوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔ ان مقامات پر جانے سے اعتکاف ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ بکر کہتا ہے کہ اعتکاف نہیں ٹوٹتا اور حوالہ میں امیر اہل سنت مولانا ''الیاس'' قادری کی تحریر شدہ کتاب ''فیضان رمضان'' کا حوالہ دیتا ہے جب کہ زید کہتا ہے کہ: بغیر عذر شرعی کچھ دیر کے لیے نکلنے گا تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور حوالہ میں ''بہار شریعت'' اور دیگر کتب فقہ دیتا ہے۔ ساتھ ہی امیر اہل سنت کی قدیم تصنیف شدہ کتاب ''فیضان سنت'' کا حوالہ دیتا ہے جس پر مفتیان کرام کی تقریظ موجود ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ دونوں افراد میں سے کون حق پر ہے۔ برائے کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو مسجد سے ملحق ومتصل ضروریات ومصالح مسجد کے لیے ہو۔ مثلاً وضوخانہ، استنجا خانہ، جوتے چپل اتارنے کی جگہ وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے:

(قولہ کفناء المسجد) ھو المکان المتصل بہ لیس بینہ وبینہ طریق فھو مسجد کالمتخذ لصلاۃ جنازۃ او عید"(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۴۲

''فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو۔''(۱)
جو دکان متصل بہ مسجد ہو فقہائے کرام نے اسے بھی فنائے مسجد قرار دیا ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں:
''یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد متصلۃ بہ'' (۲)
امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:
''دروازۂ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں۔''(۳)
ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ وضوخانہ، استنجاء خانہ، غسل خانہ اور جو مدرسہ متصل بہ مسجد ہو وہ سب فنائے مسجد ہے اور فنائے مسجد بعض مسائل میں حکم مسجد میں ہے۔
چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:
''وفناء المسجد لہ حکم المسجد حتی لو قام فی فناء المسجد واقتدی بالامام صح اقتداء ہ وان لم تکن الصفوف متصلۃ ولا المسجد ملأنا إلیہ اشار محمد رحمہ اللہ فی باب صلوٰۃ الجمعۃ'' (۴)
اور فقہائے کرام نے معتکف کے حق میں بھی فنا مسجد کو مسجد کے حکم میں مانا ہے۔
حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی'' اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ
''فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس ملحق ضروریات مسجد کے لیے ہے۔ مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اجازت شرعیہ اگر نکل کر باہر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فنائے مسجد اس معاملہ میں حکم مسجد میں ہے۔''(۵)
اور جب فنائے مسجد معتکف کے لیے مسجد کے حکم میں ہے تو وہاں جانا حدود مسجد سے باہر جانا نہ ہوگا بلکہ مسجد ہی میں آنا جانا ہوگا تو اگر معتکف بلا ضرورت بھی وہاں جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ ان تمام تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ بکر کا قول صحیح و درست اور فقہائے کرام کے ارشاد کے مطابق ہے اور زید پر اس مسئلہ کی مکمل وضاحت نہ ہو سکی۔ بریں بنا اس نے فنائے مسجد کو مسجد سے باہر مان کر بکر کی مخالفت کی جو صحیح نہیں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۵۷۹
(۲) الفتاویٰ الخانیۃ علی ھامش الھندیۃ، ج: ۱، ص: ۶۸
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص: ۵۷۹
(۴) الفتاوی الخانیۃ علی ھامش الھند، ج: ۱، ص: ۶۸
(۵) الفتاویٰ الامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۹۹

ایک مسجد میں کثیر لوگوں کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں؟

سوال نمبر (۱) اعتکاف کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال نمبر (۲) ایک ہی بستی یا شہر میں بلکہ ایک ہی مسجد میں سوسو۔دودوسولوگوں کو اعتکاف میں بیٹھانا اوران کے کھانے وغیرہ کا بوجھ بستی پر ڈالنا یا زکاۃ وفطرہ کی رقوم سے اس خرچ کو پورا کرنا اگر چہ حیلہ شرعی کے بعد ہی یہ رقوم استعمال میں لی جاتی ہوں۔شرعا درست ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اعتکاف کا لغوی معنی رکنا ہے اور شرعی معنی مسجد میں اللہ تعالی کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا ہے چنانچہ نہایہ میں ہے:

"وتفسيره لغة الاحتباس لانه من العكوف وهو الحبس واما شريعة فما ذكره انه اللبث في المسجدمع نية الاعتكاف ملخصا"(۱)

اور بہار شریعت میں ہے

"مسجد میں اللہ عزوجل کیلئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے(۲)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب،سنت موکدہ،اور مستحب،چنانچہ فتح القدیر میں ہے

"الاعتكاف ينقسم الى واجب وهو المنذور تنجيز اوتعليقا والى سنة موكدة وهو اعتكاف العشر الآواخر من رمضان والى مستحب وهو ماسواهما (۳)والله تعالى اعلم بالصواب

(۲) ایک آبادی یا ایک مسجد میں کثیر مسلمانوں کا اعتکاف کرنا شرعا جائز ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"ولاتباشروهن وانتم عاكفون في المساجد "(۴)

اور ارشاد حدیث ہے"عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه

---

(۱) النہایہ مع فتح القدیر ج:۲،ص:۳۹۴

(۲) بہار شریعت ج:۱،ص:۱۰۲۰

(۳) فتح القدیر ج:۲،ص:۳۹۴

(۴) سورۃ البقرۃ،آیت:۱۸۷

وسلم قال فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف فاعتکف الناس معه صلی الله علیه وسلم "(۱)

اور سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں "اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں (۲)

ان ارشادات کریمہ سے واضح ہے کہ ایک مسجد میں کثیر مسلمان اعتکاف کر سکتے ہیں البتہ یہ لازم ہے کہ احترام مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے کھانے پینے میں کوئی چیز شوربا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے شور وغل نہ مچایا جائے کہ مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ رہا اعتکاف کرنے والوں کے کھانے پینے کا بوجھ آبادی کے لوگوں پر ڈالنا تو اگر معتکفین حاجت مند ہوں یعنی خود وہ کھانے کے محتاج ہوں اور حال یہ ہو کہ لوگوں سے مانگے بغیر کوئی اور چارہ نہ ہو اور آبادی والے بطیب خاطر کھلائیں تو اس میں حرج نہیں اور اگر اعتکاف کرنے والے فقیر ومحتاج نہیں تو بلا عذر شرعی مانگنا خواہ کھانا ہو یا اور کچھ جائز نہیں حدیث شریف میں ہے

"قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ما یزال الرجل یسئال الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعة لحم "(۳)

اور آبادی کے لوگوں کا کھلانا خواہ بہ طیب خاطر یا بادل نخواستہ ہرگز جائز نہیں کہ بلا عذر شرعی کھانا وغیرہ مانگنا اور اسے دینا جائز نہیں۔

"قال الله تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"(۴)

اور جبرا کھانا لینا تو بہر حال ناجائز وگناہ ہے حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں جبرا کھانا لینا حرام ہے (۵)

حاصل یہ کہ معتکف حضرات کے کھانے کا بوجھ آبادی کے لوگوں پر جبرا ڈالنا ناجائز ہے اور اگر خوشی خوشی وہ حضرات کھلائیں تو کوئی حرج نہیں اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے لیکن اگر بے سوال کوئی

---

(۱) تحفة المحتاج الی ادلة المنهاج ص: ۱۴۰

(۲) الفتاوی الرضویة ج:۳، ص: ۵۹۵

(۳) صحیح البخاری ج:۱، ص: ۱۹۹

(۴) سورۃ المائدۃ، آیت: ۲

(۵) فتاوی امجدیه ج:۴، ص: ۷۵

پکھودے جیسے لوگ علما و مشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں' ملخصا(۱)

اور معتکف حضرات کیلئے زکوۃ و فطرہ کی رقم سے کھانے کا انتظام کرنا خواہ حیلہ شرعی کے بعد ہی ہو ہرگز نہ چاہئے کہ زکاۃ و فطرہ کی رقم کو ہر جگہ حیلہ شرعی کرکے لگانے کی اجازت نہیں ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں"اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویة ج:۴، ص:۴۹۹

(۲) الفتاوی الرضویة ج:۴، ص:۳۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

قال اللہ تعالیٰ

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ﴾

(اٰلِ عمران/۹۶)

یعنی

بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لئے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے، اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو شخص باعتبار راستہ اس کی طاقت رکھے۔

از ص:______	تا ص:______

کل فتاویٰ: ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

حج کا بیان

عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز و گناہ ہے

مسئلہ از: محمد مسعود عالم، متعلم دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم، بچھول، بازار مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے اور اس کا شوہر پہلے حج کر چکا ہے۔ اب اس کو اجازت دیتا ہے کہ تو بھی حج کر لے اور اس کا لڑکا سعودی میں رہتا ہے اور وہ لڑکا کہتا ہے کہ اگر میری والدہ صاحبہ حج کے لیے آئیں تو میں تین ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک ساتھ میں رہ کر حج کرا دوں گا۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ وہ عورت حج کے لیے جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا حج پورا ہوگا یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لا یحل لا مــراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخــران تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ إلا مع ذی محرم علیها" (۱)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"لایحل لإمرأۃ مسلمۃ ان تحج إلا مع زوج او ذی محرم" (۲)

علامہ برہان الدین مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "ویعتبر فی المرأۃ ان یکون لها محرم تحج به او زوج، ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا کان بینهما وبین مکۃ ثلاثۃ ایام" (۳)

(۱) نصب الرایۃ، ج:۳، ص:۱۱
(۲) مصدر سابق
(۳) الهدایۃ، ج:۱، ص:۲۱۳

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "ویشترط محرم او زوج لا مرأۃ فی سفر لما فی الصحیحین لا تسافر امرأۃ ثلاثاً ومعها محرم" (۱)

اور سیدی الکریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔" (۲)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز اور گناہ ہے اگر چلی جائے تو حج ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگی۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ غفرلہ
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

بغیر محرم عورت حج کرے تو قدم، قدم پر گناہ

مسئلہ از: کلیم اللہ، مقام اسلام پورہ، بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ حج کو جانا چاہتی ہے جب کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں وہ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانا حرام ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یحل لامرأۃ تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الا مع ذی محرم علیها" (۳)

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"لا یحل لا مرأۃ مسلمۃ ان تحج إلا مع زوج او ذی محرم" (۴)

علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ویعتبر فی المرأۃ ان یکون لها محرم تحج بہ او زوج ولا یجوز لها ان تحج بغیرها اذ

(۱) البحر الرائق، ج:۲، ص:۳۱۴

(۲) انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ، ص:۳

(۳) نصب الرایۃ لتخریج احادیث الهدایۃ ج:۳، ص:۱۱

(۴) مصدر سابق

کان بینھما وبین مکۃ ثلثۃ ایام"(۱)

سیدنا امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔"(۲) ہندہ اپنے کسی ایسے محرم کے ساتھ جو عاقل و بالغ، قابل اطمینان ہو حج کو جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

خدمت کے لائق باپ کی اجازت کے بغیر حج کو جانا مکروہ ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی، جہانگیر گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ارشاد احمد پر حج فرض ہے۔ اس سال بیوی کو لے کر حج کو جانا چاہتا ہے کیا ارشاد احمد مذکورہ جائیداد (جس کے حصول میں اس نے اپنے باپ سے بطور مدد کچھ رقم لیا تھا) سے حج کے لیے جاسکتا ہے یا نہیں۔ نیز کیا ارشاد احمد کو والد صاحب سے اجازت بھی لینی پڑے گی اگر والد اجازت نہ دیں تو ارشاد احمد کے لیے کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ جائیداد ارشاد احمد کی ہے تو اس سے حج کے لیے جانا بھی جائز ہے اور اگر اس کے والد اس کی خدمت کے محتاج ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ اگر اس کی خدمت کے محتاج ہوں۔"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الھدایہ، ج: ۱، ص: ۲۱۳

(۲) انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ، ص: ۳

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۷

زندہ کی طرف سے عمرہ وطواف اور نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: حاجی قمر عالم صاحب سدھولی سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) کیا زید زندہ اور مردہ مومن اور مومنات کی طرف سے عمرہ وطواف کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا وہ طواف وعمرہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے مسلمانوں اور پیغمبران کرام علیہم السلام کی طرف سے ایک ہی نیت سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ الگ الگ نیت کرنے کی ضرورت تو نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

(۳) زید حج یا عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ اور مدینہ منورہ میں مقیم کی حالت میں نماز پنج وقتہ اور نماز جمعہ کیسے ادا کرے کیوں کہ وہاں حنفی امام نہیں نیز نماز تراویح کا بھی مسئلہ تحریر فرمادیں کیونکہ وہ دوران عمرہ رمضان شریف میں اعتکاف بھی کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے؟ ان کے پیچھے ایک سنی صحیح العقیدہ کیسے اپنی نماز ادا کرے، ادا نہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی شریف سے باہر کردیں لہٰذا اس سلسلہ میں مفصل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مذہب حق اہل سنت وجماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال کا ثواب کسی بھی زندہ یا مردہ مسلمان مرد یا عورت کو دے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: "الاصل ان کلّ من اتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره" (۱)

ردالمحتار میں ہے: "بعبادة ما ای سواء کانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذکرا او طوافا او حجا او عمرة الی قوله عن المحیط الا فضل لمن یتصدق نفلا ان یتولی لجمیع المومنین والمومنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شئی" (۲)

اسی میں ہے: "لغیره ای من الاحیاء والاموات بحر عن البدائع" (۳)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں "اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم وفضل عظیم سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیاء واموات کے لیے ہدیہ کرے" (۴)

---

(۱) الدر المختار، ج:۴، ص: ۱۱۰۱

(۲) رد المحتار، ج:۴، ص: ۱۱۰۲

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص: ۱۹۸

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ زید زندہ و مردہ کسی بھی مومن و مومنہ کی طرف سے طواف و عمرہ کر سکتا ہے۔
واللہ اعلم بالصواب

(۲) طواف و عمرہ نفلی عبادات ہیں جن میں شریعت مطہرہ کی جانب سے وسعت و گنجائش ہے جواب سابق میں گزرا کہ نفلی امور میں افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو ثواب پہنچانے کی نیت کی جائے لہٰذا طواف و عمرہ کا ثواب پہنچانے کے لیے ہر ایک کی الگ الگ نیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام پیغمبران کرام اور جمیع مسلمین کو ثواب پہنچانے کی بیک وقت نیت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نجدی وہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ "محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے" (۱)

اور جو کسی ایک مسلمان کو کافر مانے وہ خود کافر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے وہ بدرجۂ اولیٰ کافر ہے لہٰذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے زید وہاں اپنی نماز علیحدہ پڑھے، نماز جمعہ کی جگہ ظہر پڑھے اور نماز تراویح بھی علیحدہ ادا کرے بے شمار علمائے کرام اہل سنت و عوام اہل سنت رمضان المبارک میں عمرہ میں جاتے ہیں بعض تنہا تنہا بعض اپنی الگ جماعت کرتے ہیں فقیر نے خود الگ جماعت سے نماز ادا کی اور بہت لوگوں کو اپنی الگ جماعت کرتے ہوئے پایا۔ زید بھی اسی طرح کرے، حالت اعتکاف میں بھی ایسی تدبیر اپنائے کہ ان کی اقتدا سے بچا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۰ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

کسی زندہ کی طرف سے عمرہ اور زیارت روضۂ انور کے آداب و احکام

مسئلہ از: محمد رضا بن علی قادری دارالعلوم اہل سنت عزیز العلوم پھمن پور، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ:

(۱) عمرہ کیا ہے؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور عمرہ کرنے میں کرنے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

(۲) عمرہ کرنے کا طریقہ سلیس اردو زبان میں اور جو دعائیں جہاں پڑھی جاتی ہیں ان کو اردو ترجمہ کے

---

(۱) الشہاب الثاقب، ص: ۵۱

ساتھ تحریر فرمائیں، اس لئے کہ بندہ ۲۳ ردسمبر ۲۰۱۴ کو عمرہ کی نیت کیا ہے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول عمرہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک الکریم صلی اللہ علیہ وسلم.

(۳) کیا عمرہ دوسرے عزیز و اقارب کے لیے بھی ہوسکتا ہے؟

(۴) روضۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے آداب و احکام بھی تحریر فرمائیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) احرام میں ہوکر کعبہ معظمہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کی سعی کرکے حلق یا قصر کرانا عمرہ کہلاتا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وھی فی الشرع زیارۃ البیت والسعی بین الصفا والمروۃ علی صفۃ مخصوصۃ وھی ان تکون مع الاحرام ھکذا فی محیط السرخی"(۱)

بہارِ شریعت میں ہے: "عمرہ صرف انہیں افعال طواف وسعی کا نام ہے"(۲)

اسی میں ہے: "طواف وسعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی سارا سر منڈادیں یا تقصیر یعنی بال کتروائیں اور احرام سے باہر آئیں"(۳)

عمرہ کرنے والا اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اس کو قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمرہ سنت ہے تو اللہ جل مجدہ جسے توفیق دے وہ اس عظیم سنت کو ادا کرکے اللہ ورسول کی رضا حاصل کرے اور خود کو گناہوں سے پاک وصاف کرلے، حضور سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں:

"تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ اھ(۴)

یعنی حج وعمرہ دونوں ادا کرو کہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو دور کرنے والے ہیں۔ جیسے بھٹی لوہے، سونے اور

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۴) سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج والعمرۃ، ج: ۱، ص: ۲۵۷

چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔
اور ارشاد فرماتے ہیں "الحجاج والعمار وفد الله ان سالوه اعطوا وان دعوا اجابهم وان انفقوا اخلف لهم" (۱)
یعنی حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں اگر اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو انہیں عطا کیا جاتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور کچھ خرچ کریں تو اسے توشۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے۔
اس کے علاوہ اور بھی احادیث طیبہ عمرہ کے متعلق مروی ہیں جن میں عمرہ کی فضیلت اور اس پر اجر وثواب کا تذکرہ ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) اس کے لیے فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کی کتاب "حج وزیارت" ساتھ رکھیں اس میں آسان اسلوب میں سب تحریر ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔
(۳) اپنے دیگر عزیز واقارب کی طرف سے بھی عمرہ کیا جاسکتا ہے مذہب حق اہل سنت وجماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال وافعال کا ثواب اپنے کسی بھی مردہ یا زندہ مسلمان مرد وعورت کو دے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:
"الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره"۔(۲)
یعنی ضابطہ یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ جو عبادت کرے تو اس کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے۔
ردالمحتار میں ہے: "بعبادة ما ای سواء كانت صلاة او صوماً او صدقة او قراءة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة" (۳)
یعنی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ وغیرہ۔
اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ عمرہ دوسروں کی طرف سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(۴) زیارت سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کے آداب واحکام جاننے کے لیے کتاب "حج وزیارت" یا بہار شریعت حصہ ششم کا مطالعہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۶ رصفر المظفر ۱۴۳۶ھ

---

(۱) شعب الایمان للبیهقی، ج:۳، ص:۴۷۵
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحج، ج:۴، ص:۱۱
(۳) ردالمحتار، کتاب الحج، ج:۴، ص:۱۱

نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کو عمرہ کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: اکبر علی فاروقی، محسن ملت طبیہ کالج، رائے پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی نے حدود حرم میں شوال و ذی قعدہ کا چاند دیکھ لیا تو کیا اس پر حج فرض ہوگا؟

(۲) ایک شخص حج فرض اپنی والدہ کے ساتھ ادا کر چکا ہے مگر اب وہ والدہ کے ساتھ عمرہ کو جانا چاہتا ہے۔ والدہ اتنی کمزور ہے کہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر ہی تمام ارکان کو ادا کر سکتی ہے اور رمضان شریف میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے وہاں کے عملہ مطاف میں کرسی لے جانے کی اجازت نہیں دیتے تو کیا وہ شوال یا ذی قعدہ کے ماہ میں عمرہ کر سکتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص پر بھی حج فرض ہو جائے گا۔

(۳) ایک شخص کچھ کام سے جدہ گیا مگر نیت یہ تھی کہ عمرہ بھی کرلوں گا تو ایسا شخص احرام ہندوستان سے ہی باندھ کر جائے گا یا جدہ میں اپنے سارے کام سے فارغ ہو کر احرام باندھے؟ قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حدود میقات سے باہر کا رہنے والا گو کہ غریب ہو اگر وہ اشہر حج میں کسی طرح میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہو تو اگر اس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے۔ تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لیے سواری کی استطاعت رکھنے کی شرط نہیں صرف اپنے سفر خرچ کا اور اپنے عیال کے نفقہ کا مالک ہونا کافی ہے۔ بہار شریعت میں ہے۔

"میقات سے باہر کا رہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہے تو سواری اس کے لیے شرط نہیں۔ لہٰذا اگر فقیر ہو جب بھی اسے حج فرض کی نیت کرنی چاہیے۔ نفل کی نیت کرے گا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔" (۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"فی اللباب الفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی قال شارحه ای حیث لا یشترط فی حقه الا الزاد والراحلة ان لم یکن عاجزاً عن المشی (الی قوله) لیفید انه یتعین علیه ان لا ینوی نفلاً علی زعم انه لا یجب علیه لفقره لانه ما کان واجباً وهوا فاقی فلما صار کالمکی وجب علیه" (۲)

(۱) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۵۰۵

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۴۲

اور فتح القدیر میں ہے:

"الفقير اذا وصل الى المواقيت صار حكم حكمه اهل مكة فيجب عليه وان لم يقدر على الراحلة" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فی البنا بيع يجب الحج على اهل مكة ومن حولها ممن كان بينه وبين مكة اقل من ثلاثة ايام اذا كانوا قادرين على المشي وان لم يقدر واعلى الراحلة ولكن لا بدان يكون لهم من الطعام مقدار ما يكفيهم وعيالهم بالمعروف الى عودهم كذا فی السراج الوهاج" (۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اشہر حج میں حدود میقات میں ہے۔خواہ شوال، یا ذی قعدہ کا چاند دیکھے یا نہ دیکھے اور اس نے پہلے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا تو اب اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کے لیے عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان پانچ ایام کو چھوڑ کر کسی بھی وقت عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وقتها جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن كذا فی فتاویٰ قاضیخان وهی يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق" (۳)

اور درمختار میں ہے:

"وجازت فی كل السنة وندب فی رمضان وكرهت تحريماً يوم عرفة واربعة بعدها" (۴)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ويزاد على الايام الخمسة ما فی اللباب وغيره من كراهة فعلها فی اشهر الحج لاهل مكة ومن بمعناهم ای المقيمين ومن فی داخل الميقات لان الغالب عليهم ان يحجوا فی سنتهم فيكونوا متمتعين وهم عن التمتع ممنوعون والا فلا منع للمكی عن العمرة المفردة فی اشهر الحج"(۵)

(۱) فتح القدير، ج: ۲، ص: ۳۲۵

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۲۱۷

(۳) الفتاوىٰ الهندية، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

(۵) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور شوال یا ذی قعدہ میں عمرہ کرسکتا ہے اور اب اس پر حج فرض نہیں ہوگا کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے جسے وہ ادا کر چکا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"ولا یجب فی العمر الا مرۃً واحدۃً لانہ علیہ السلام قیل لہ الحج کل عام ام مرۃً واحدۃ فقال لا بل مرۃ واحدۃ فما زاد فھو تطوع ولان سببہ البیت وانہ لا یتعدد فلا یتکرر الوجوب" (۱)

(۳) آفاقی یعنی میقات سے باہر کا رہنے والا اگر میقات کے اندر کسی ایسی جگہ جاتا ہے جو حرم سے خارج اور حل میں ہو مثلاً: خلیص، جدہ وغیرہ تو اسے احرام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اگر چہ بعد میں مکہ معظمہ جانے کی نیت بھی رکھتا ہو۔ ردالمحتار میں ہے "اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام"(۲)

الدرالمختار میں ہے "والمعتبر القصد عند المجاوزۃ لا عند الخروج من بیتہ کما سیاتی فی الجنایات ای قصداً اولیاً کما اذا قصدہ لبیع او شراء وانہ إذا فرغ منہ یدخل مکۃ ثانیاً اذ لو کان قصدہ الاولیٰ دخول مکۃ ومن ضرورتہ ان یمر فی الحل فلا یحل لہ" (۳)

بہار شریعت میں ہے:

"مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً: جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں، پھر وہاں سے اگر مکہ جانا چاہے تو بغیر احرام جا سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے۔ بشرطے کہ واقعی اس کا ارادہ یہ پہلے مثلاً: جدہ جانے کا ہو۔" (۴)

اس تفصیل کی روشنی میں شخص مذکور کا حکم واضح ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ میں پہلے جدہ اپنے کام سے جاؤں گا پھر اس کے بعد عمرہ کروں گا تو وہ احرام ہندوستان سے نہیں باندھے گا بلکہ جدہ میں اپنے کام سے فراغت کے بعد باندھ کر مکہ معظمہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

سعی بغیر طہارت جائز ہے

مسئلہ از: قاضی محمد اطیعوا الحق قادری رضوی، بلرامپوری، علاء الدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر، بلرامپور

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

حالت حیض میں طواف کعبہ معظمہ اور سعی صفا و مروہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

(۱) الھدایۃ، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۵۴

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۵۲۰

فرماتی ہیں کہ میں مکہ میں آئی اور حالت حیض میں تھی۔ میں نے خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کی، میں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حاجی کرتے ہیں تم بھی کرو۔ البتہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

متن حدیث شریف یہ ہے "قدمت مكة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة فشكوت ذلک إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليهٗ وسلم فقال افعلى ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفي بالبيت حتى تطهري" (۱)

"ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة" کے تحت حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی ثم لکھنوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"لان الطهارة شرط في صحة الطواف ولان الطواف يكون بالمسجد الحرام وهي ممنوعة عن دخول كل مسجد وكذالا تسعى بين الصفاو المروة، لانه وان كان جائزا بغير طهارة لكنه متوقف على وجود طواف قبله وإذ ليس فليس" (۲)

فرماتے ہیں کہ چوں کہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور طواف مسجد حرام سے ملحق ہو کر ادا کیا جاتا ہے اور عدم طہارت ہر مسجد میں دخول سے مانع ہے۔ اسی طرح بغیر طہارت صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ سعی اگرچہ بغیر طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن سعی اپنے ماقبل طواف کے وجود پر موقوف ہے۔ اور جب ماقبل طواف میں طہارت شرط ہے تو مابعد میں بھی بالتبع شرط ہے۔ جب وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں۔

اور ایسا ہی ردالمحتار میں ہے: "لو حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسک الا الطواف والسعي"، یعنی اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آیا تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور طواف و سعی کے علاوہ حج کے سارے ارکان ادا کرے۔

مذکورہ بالا توضیحات سے واضح ہوا کہ عورت حالت حیض و نفاس میں طواف کے ساتھ سعی بھی نہیں کرے گی۔ یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں طواف زیارت کر لیتی ہے تو ارتکاب گناہ کی وجہ سے حرم میں ایک بڑے جانور کی قربانی واجب ہے۔ تو سعی کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالت حیض میں عورت کو سعی کرنا بھی جائز نہیں ہے تو اگر عورت ایسی حالت میں سعی کر لیتی ہے تو اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ کیوں کہ سعی واجب ہے۔ حدیث

(۱) مؤطا امام محمد، مترجم ص: ۲۳۳

(۲) حاشية التعليق الممجد على مؤطا امام محمد، ص: ۲۳۳

(۳) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۱۹۰

شریف سے ثابت ہے اور اس کے ترک سے دم دینا واجب ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کے لیے حدث اصغر یا اکبر سے طہارت شرط نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اس لیے اگر کسی نے بغیر طہارت سعی کرلیا تو اس پر دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ ملک العلماء علامہ سعود کاسانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"واما الطهارة عن الجنابة والحيض فليست بشرط فيجوز سعى الجنب والحائض"(۱)

علامہ "عبدالرحمٰن" جزیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ومن السنة الطهارة عن الحدثين فيصح سعى الحائض والنفساء وبلا كراهة للعذر" (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وان سعى جنبا او حائضا او نفساء فسعيه صحيح" (۳)

سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "بے وضو بھی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں وضو مستحب ہے"۔

(۴) صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "سعی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ حیض والی عورت اور جنب بھی سعی کرسکتا ہے"۔ (۵)

ان تمام ارشادات سے ثابت ہوا کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز ہے اور جب سعی جائز ہے تو دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ امام اجل علامہ مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وليس عليه فى السعى شئ" (۶) یعنی حالت حدث میں سعی کرنے پر کچھ واجب نہیں ہے"۔

اور آپ نے جو ارشادات وعبارات نقل کی ہیں ان میں کہیں یہ نہیں ہے کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جائز ہونے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ کی جو عبارت آپ نے نقل کی اسی میں ہے

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:۳، ص:۳۱۹

(۲) الفقه على المذاهب الاربعة ج: ۱، ص: ۶۵۹

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۷۰۵

(۵) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۷۳

(۶) الهدایه، ج: ۱، ص: ۲۵۵

”وکذا لا تسعی بین الصفاء والمروۃ لانہ وان کان جائزاً بغیر طھارۃ......الخ“ یعنی اسی طرح صفا ومروہ کی سعی حائضہ نہ کرے کیوں کہ اگر چہ سعی کرنا بغیر طہارت جائز ہے۔ دیکھئے اس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز ہے۔

”التعلیق المجد“ اور شامی کی عبارت کا صحیح مفہوم ومطلب یہ ہے کہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔ صحت سعی کے لیے شرط نہیں ہے۔ سعی بغیر طہارت بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ سعی چوں کہ طواف پر مرتب اور اس کے تابع ہے۔ اس لیے اگر عورت حیض ونفاس میں ہوگی تو طواف نہیں کرے گی اور جب اس کا طواف نہ ہوا تو سعی بھی نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کے تابع تھی، جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں، تو سعی صحیح نہ ہونے کی وجہ طہارت نہ ہونا ہرگز نہیں بلکہ وجہ وہی ہے کہ طواف متبوع اور یہ تابع جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر کسی نے بغیر طہارت سعی کیا جب کہ پہلے طہارت کے ساتھ اس کا طواف ہو چکا تھا مثلاً عورت نے طہارت کے ساتھ طواف کیا اور بعد طواف حیض آگیا اور اس نے اسی حالت میں سعی کرلی تو دونوں جائز وصحیح اور درست ہوں گے۔ اور عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر سعی تو طہارت کے ساتھ کیا مگر طواف بغیر طہارت کیا تو اگر چہ یہ طواف ہوگیا مگر اس پر ایک بڑے جانور کی قربانی اور گناہ سے توبہ لازم ہے لیکن بے طہارت سعی کرنے پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحت سعی کی شرط صحت طواف ہے۔ نہ کہ طہارت لہٰذا اگر طواف صحیح تو سعی صحیح ”واذ لیس فلیس“ ان تمام تفصیلات کو ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ نے یوں قلمبند فرمایا ہے۔

”واما الطھارۃ عن الجنابۃ والحیض فلیست بشرط فیجوز سعی الجنب والحائض بعد ان کان طوافہ بالبیت علی الطھارۃ عن الجنابۃ والحیض' لان ھذا نسک غیر متعلق بالبیت فلا تشترط لہ الطھارۃ عن الجنابۃ و الحیض کالوقوف، الا انہ یشترط ان یکون الطواف علی الطھارۃ عن الجنابۃ والحیض لان السعی مرتب علیہ ومن توابعہ والطواف مع الجنابۃ والحیض لا یفیدبہ حتی تجب اعادتہ فکذا السعی الذی ھو من توابعہ ومرتب علیہ فاذا کان طوافہ علی الطھارۃ عن الحدثین فقد وجد شرط جوازہ فجاز وجاز سعی الجنب والحائض تبعاً لہ لوجود شرط جواز الاصل، اذا لتبع لا یفرد بالشرط بل یکفیہ شرط الاصل فصار الحاصل ان حصول الطواف علی الطھارۃ عن الجنب والحیض من شرائط جواز السعی فان کان طاھراً وقت الطواف جاز السعی سواء کان طاھراً او لم یکن“ (۱)

اور علامہ شامی قدس سرہ نے اس لطیف امر کی طرف متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

”قدمنا عن المحیط ان تقدیم الطواف شرط صحۃ السعی فعن ھذا قال القھستانی فلو

(۱) بدائع الصنائع، ج:۳، ص:۳۱۹-۳۲۰

حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف والسعي، اى لان سعيها بدون طواف غير صحيح فافهم" (۱) والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع النور ۱۴۲۵ھ

متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کرسکتا ہے

مسئلہ از: محمد الجیلانی، جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیا بازار، جہانگیر گنج، فیض آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حج وعمرہ دونوں میں یا کسی میں طواف وسعی دونوں نہ کرے یا صرف طواف یا صرف سعی چھوڑ دے، اس کا جرمانہ کیا ہے؟

(۲) مردہ کی طرف سے بغیر وصیت اس کے بچوں نے نفلی حج کرایا اور تمتع کی بھی اجازت ہے تو قربانی حج کرنے والے کے نام سے ہوگی یا جس کی طرف سے حج کررہا ہے اس کی طرف یا دونوں کی طرف سے دو قربانی۔

(۳) متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر عمرہ کرلیا تو جرمانہ عائد ہوگا یا نہیں؟

(۴) ۱۳؍ ذی الحجہ کو عمرہ کرنے والے پر کیا جرمانہ عائد ہوگا؟

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس تک جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اس سلسلے میں کوئی تحقیق ہو تو احسان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) طواف حج کی متعدد صورتیں ہیں اور ان کے احکام الگ الگ، اگر طواف صدر چھوڑا ہے تو چھوڑنے والے پر ایک دم واجب ہے اور اگر طواف زیارت چھوڑا ہے اور طواف صدر کرلیا ہے تو یہی طواف زیارت ہوجائے گا اور طواف صدر کے ترک سے دم واجب ہوگا اور اگر دونوں طواف ترک کردیا ہے تو عورت اس پر حرام رہے گی جب تک کہ طواف نہ کرلے۔ لہٰذا اس پر لازم ہوگا کہ اگر گھر واپس آگیا ہو تو مکہ مکرمہ واپس جائے اور طواف زیارت وصدر کرے۔

البتہ طواف زیارت میں تاخیر کی بنا پر اس پر دم واجب ہے۔ طواف صدر میں تاخیر سے کچھ نہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کا مستند مجموعہ فتاویٰ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو ترك طواف الصدر او اكثره تجب عليه شاة وان ترك كلا الطوافين فهو حرام

---

(۱) رد المحتار، ج:۳، ص:۱۹۰، كتاب الحج

علی النساء أبداً وعلیه ان یرجع ویطوف طواف الزیارة وطواف الصدر وعلیه دم لتاخیر طواف الزیارة فی قول ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ ولا شئی علیه لتاخیر طواف الصدر لانه غیر موقت، واذا ترک طواف الزیارة خاصة وطاف طواف الصدر، فطواف الصدر یکون للزیارة وعلیه لترکه طواف الصدر دم" (۱)

اور اگر حج میں سعی ترک کیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "ومن ترک السعی بین الصفا والمروة علیه دم وحجه تام کذا فی القدوری"(۲)

اور اگر عمرہ میں طواف ترک کیا ہے تو اس کا اکثر ترک کرنے یا بالکل ترک کرنے کی صورت میں کوئی کفارہ نہیں بلکہ اسے ادا کرنا لازم ہے اور اگر دو ایک پھیرا ترک کیا تو دم ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کرے گا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے"(۳)

یوں ہی اگر عمرہ میں سعی ترک کیا ہے تو دم واجب ہے کہ سعی واجب ہے اور ترک واجب سے دم ہے، ہاں عذر کی بنا پر ترک کرنے میں کچھ نہیں ہے۔ ملک العلما علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"واذا کان واجباً فان ترکه لعذر فلا شئی علیه وان ترکه لغیر عذر لزمه دم لان هذا حکم ترک الواجب فی هذا الباب" (۴) واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

(۲) صرف حج بدل کرنے والے کی طرف سے ایک قربانی ہوگی۔

درمختار میں ہے "ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الآمر بالقران والتمتع"(۵) واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

(۳) اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے اور راجح قول یہ ہے کہ کر سکتا ہے۔ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین"

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، باب الجنایات، ج: ۱، ص: ۲۴٦

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) بہار شریعت، ج: ٦، ص: ۱۳۴

(۴) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۱۸

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۴۷، باب الحج عن الغیر

شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:"وقد ذکر فی اللباب ان المتمتع لا یعتمر قبل الحج قال شارحہ ھذا بناء علی ان المکی ممنوع من العمرۃ المفردۃ ایضا وقد سبق انہ غیر صحیح بل انہ ممنوع من التمتع والقرآن وھذا المتمتع الافاقی غیر ممنوع من العمرۃ فجاز لہ تکرارھا لانھا عبادۃ مستقلۃ ایضا کالطواف" (۱)

یہی علامہ شامی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"افاد انہ یفعل ما یفعلہ الحلال فیطوف بالبیت مابدا لہ ویعتمر قبل الحج" (۲)

اور جب قول راجح کی بنیاد پر حج سے قبل عمرہ کرنا جائز ہے تو کر لینے پر کوئی کفارہ نہیں ہے، البتہ نہ کرنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نویں ذی الحجہ کی شام سے ۱۳ تک عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے"وفی العتابیۃ لا باس بالعمرۃ فی السنۃ کلھا ما خلا خمسۃ ایام یوم عرفۃ ویوم النحر وایام التشریق قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ الا ان الصحیح ان المراد من یوم عرفۃ عشیّہ فاما غداۃ یوم عرفۃ فلا باس بالعمرۃ فیھا إلی نصف النھار"(۳)

اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"دسویں سے تیرہویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے۔ اگر باندھا تو توڑ دے اور اس کی قضا کرے اور دم دے اور کر لیا تو ہو گیا اور دم واجب ہے۔"(۴) واللہ تعالیٰ اعلم علمہ اتمہ واحکم۔

(۵) فقیر کو اس کی کوئی تحقیق نہیں ہاں اہل سیر نے یہ فرمایا کہ اب کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق، ج:۲، ص:۳۶۶

(۲) رد المحتار، باب التمتع، ج:۲، ص:۱۹۵-۱۹۶

(۳) الفتاویٰ التاتارخانیۃ، ج:۲، ص:۲۲۵

(۴) بہار شریعت، ج:۶، ص:۲۴۸

جس پر حج فرض نہیں اسے حج بدل کے لیے بھیجنا جائز ہے احتراز بہتر ہے

مسئلہ از: انعام علی بمعرفت ڈاکٹر عبدالجبار علی انصاری، سدھولی، سیتاپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کی بیوی ہندہ نے حج کی ادائیگی کے لیے کچھ روپے جمع کیا تھا مگر قبل ادائیگی حج اس کا انتقال ہوگیا۔ اب زید اپنی بیوی کی عین قلبی خواہش کی تکمیل کے لیے اس روپے کو حج بدل کے لیے ہی استعمال کرنا چاہتا ہے۔ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا زید اپنے حقیقی برادر اکبر کو اس روپے سے حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے، جب کہ اس کے بھائی پر حج فرض نہیں ہے۔مگر وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے فارم بھر کر جمع کر چکے ہیں۔شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندہ نے جو رقم ادائیگی حج کے لیے جمع کیا تھا اگر اس کے متعلق یہ وصیت نہ کی تھی کہ میرے بعد اس رقم سے میری جانب سے حج کرادیا جائے تو ہندہ کے مرتے ہی وہ رقم وارثین کی ملک ہوگئی اب وارثین کی اجازت صحیحہ کے بغیر ایک پیسہ بھی اس میں سے خرچ کرنا جائز نہیں، البتہ وارثین سب بالغ ہوں اور وہ ہندہ کی طرف سے حج بدل کرانے کی اجازت دے دیں تو اس رقم کو حج بدل میں خرچ کر سکتے ہیں۔ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے (۱) میں تحریر فرمایا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

(۲) جس پر حج فرض نہ ہوا سے حج بدل کے واسطے مقرر کرنے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ایسے کو مقرر کرنا اگرچہ جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے واسطے مقرر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے لکھا کہ اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے۔ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۶۶۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۶۶۵

حالت احرام میں معمولی خوشبو والے مشروبات بار بار پینے میں صدقہ ہے تھوڑی مقدار پینے میں کچھ بھی نہیں ہے

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عازمین حج عام طور پر حالت احرام میں مختلف قسم کے ایسے مشروبات پیتے رہتے ہیں جن میں خوشبو کی آمیزش رہتی ہے تو کیا ان پر اس وجہ سے دم واجب ہوگا یا نہیں؟ وجوب کی صورت میں عفو کی بھی کوئی راہ ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حالت احرام میں خوشبودار مشروبات کے پینے سے متعلق فقہائے کرام نے تفصیل فرمائی ہے کہ اگر مشروب میں خوشبو غالب ہو تو اس کے پینے سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو صدقہ ہے، البتہ اگر اسے متعدد بار پیا تو اس صورت میں دم واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو خلط بما یشرب فان کان غالباً فدم والا فصدقة الا ان یشرب مرارا فیجب الدم هکذا فی النهر الفائق" (۱)

اور خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں "وان خلط بمشروب فالحکم فیه للطیب سواء غلب غیره ام لا غیر انه فی غلبة الطیب یجب الدم وفی غلبة الغیر تجب الصدقة وان یشرب مرارا فیجب الدم" (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ آج کل حجاج کرام جو مشروبات حالت احرام میں پیتے ہیں اگر ان میں خوشبو غالب ہو تو ان کے پینے سے دم واجب ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے اور اگر بار بار ایسے مشروبات کو استعمال کریں تو دم واجب ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ خوشبو غالب کب مانی جائے، مغلوب کب مانی جائے تو اس سلسلے میں علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن امیر حاج حلبی کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۴۱

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۳

اگر اس میں خوشبو پائی جارہی ہے اور ذوق سلیم والا اسے کھانے پر خوشبو محسوس کررہا ہے تو وہ غالب ہے ورنہ مغلوب ہے۔

اور بحر الرائق میں مناسک للحلبی کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ خوشبودار چیز خواہ ماکول ہو یا مشروب دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی اگر خوشبو غالب ہو اور اسے زیادہ مقدار میں کھایا پیا تو کفارہ واجب ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا پیا تو صدقہ ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو اور کثیر مقدار میں کھایا پیا تو صدقہ ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا پیا تو کچھ نہیں۔ بحر کی عبارت یہ ہے۔

"ان كان الطيب غالباً واكل منه اوشربه كثيراً فعليه الكفارة والا فصدقة وان كان مغلوباً واكل منه او شربه كثيراً فصدقة والا فلا شئي عليه" (۱)

اور علامہ "ابن عابدین شامی" کا وہ کلام بھی کچھ اسی طرف مشیر ہے جو انہوں نے علامہ زیلعی کا نظریہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "وهو ظاهر ماياتي عن الحلبي ايضاً" (۲) اس لیے اگر مشروبات میں معمولی خوشبو رہتی ہے تو زیادہ مقدار پینے کی صورت میں صدقہ اور تھوڑی مقدار پینے کی صورت میں کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

سعودیہ کے قربانی بینک میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبید قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

سعودیہ حکومت حجاج کرام سے قربانی کے لئے پیسہ جمع کراتی ہے اس میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے اور وہ قربانی مانی جائے گی کہ نہیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سعودی حکومت وہابی ہے، اور وہابی اپنے عقائد باطلہ وفاسدہ کی بنا پر

(۱) البحر الرائق، ج:۳، ص:۶

(۲) البحر الرائق، ج:۳، ص:۵

بدمذہب وگمراہ اور بددین ہیں ان کے مذہب میں رمیٔ جمار، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب نہیں خلاف ترتیب بھی کرنا درست ہے جب کہ احناف کے نزدیک مذکورہ افعال میں ترتیب واجب ہے اس کے علاوہ قربانی کے جانوروں کو مشین سے ذبح کیا جاتا ہے اور مشین کے ذریعے جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ شرعاً مردار اور حرام ہے ان تمام امور کے پیش نظر سعودی حکومت کے قربانی بینک میں رقم جمع کرنا اور ان کو قربانی کا اختیار دینا جائز نہیں، مسلمان یا تو اپنی قربانی خود کریں یا کسی معتبر شخص سے کرائیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اس موضوع پر سیمینار کیا جس میں بالاتفاق طے ہوا کہ

"رقم جمع کرنے والے کو یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ اس کی قربانی متعین وقت پر ہوئی یا نہیں یا یہ کہ سرے سے قربانی ہی نہیں ہوئی اسی طرح یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ رمی قربانی سے پہلے کرلی ہے، نہ ہی معلوم ہو پاتا ہے کہ حلق یا قصر سے پہلے قربانی ہو چکی ہے خصوصاً سعودی قربانی بینکوں میں ہرگز قربانی کی رقم نہ دی جائے۔اھ(۱) **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

مسجد حرام میں نماز کا جو ثواب ہے وہ حدود حرم کے ساتھ خاص ہے یا پورے مکہ شریف کو شامل ہے

مسئلہ از: محمد پرویز لکی سائیکل اسٹور، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

حدیث شریف میں مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے پر ایک لاکھ ثواب بتایا گیا ہے تو یہ فضیلت صرف مسجد حرام کے لئے ہے یا حدود حرم یا پورے مکہ شریف کے لئے ہے۔

رہنمائی فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حدیث پاک میں مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ قول مشہور کے مطابق مسجد حرام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورے حدودِ مکہ معظمہ حتی کہ پورے حدودِ حرم میں کہیں بھی پڑھنے سے حاصل ہو جائے گی۔

(۱) فیصلہ جات شرعی کونسل، ص:۲۹۶، ۲۹۷

ردالمحتار میں ہے:

"واختلف في المراد بالمسجد الحرام، قيل مسجد الجماعة وايده المحب الطبرى وقيل الحرم كله، وقيل الكعبة خاصة وجاء ت احاديث تدل على تفضيل ثواب الصوم وغيره من القربات بمكة إلّا أنها في الثبوت ليست كأحاديث الصلاة فيها اھ باختصار وذكر ابن حجر في التحفة انه صح في الأحاديث بتكرار الألف ثلاثا، كذا كتبه بعض المحشين، وذكر البيرى في شرح الأشباه في أحكام المسجد أن المشهور عند اصحابنا ان التضعيف يعم جميع مكة بل جميع حرم مكة الذى يحرم صيده كما صححه النووى." (۱) والله تعالیٰ اعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

کتبہٗ: احمد شفیق قادری
المتخصص فی الفقه الحنفی
بدار العلوم العليمية جمداشاهی

الجواب صحیح: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی
۱۶/جمادی الآخرہ، ۱۴۳۷ھ

کیا ملازمین وتاجر حضرات کو بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ جانا ہوگا؟

مسئلہ از: قاری محمد حسین برکاتی، قصبہ مگھر، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمدورفت کی کثرت وسہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہوتا رہتا ہے یونہی حجاز مقدس کے دوسرے شہروں کے باشندے مختلف اغراض ومقاصد کے تحت بار بار مکہ مکرمہ آتے جاتے ہیں خاص کر کمپنیوں کے ملازمین ٹیکسی ڈرائیور حضرات کو حدود حرم بلکہ حدود میقات سے بھی باہر آنا جانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں کو بوجہ ضرورت بار بار حدود حرم یا حدود میقات سے باہر جانا ہوتا ہے کیا وہ لوگ بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ داخل ہوں گے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

حج وعمرہ کے علاوہ دیگر ضرورت ومجبوری کے تحت مکہ مکرمہ میں بار بار آنے جانے والے حضرات مثلاً ڈرائیور، کمپنی ملازمین وغیرہ اگر حدود میقات نہیں بلکہ صرف حدود حرم کے باہر سے آتے ہیں تو فقہائے کرام کے

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۵۴۷۔

ارشادات کے مطابق انہیں ہر بار احرام باندھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بلا احرام بھی مکہ مکرمہ میں آنے کی اجازت ہے۔
چنانچہ علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”من كان داخل الميقات له ان يدخل مكة بغير احرام لحاجته لانه يكثر دخول مكة وفي ايجاب الاحرام في كل مرة حرج بين.“ (۱)

علامۂ اجل بدرالدین عینی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

” وقال ابن عمر لا اعلم خلافا بين فقهاء الامصار في الحطابين ومن يدمن الاختلاف الى مكة ويكثره في اليوم والليلة انهم لايامرون بذلك لما عليهم فيه من المشقة.“ (۲)

فقہائے کرام کے یہ ارشادات ان حضرات کے لئے ہیں جو داخل میقات ہوں اور ضرورتوں کے تحت مکہ مکرمہ آنا جانا ہوتا ہو۔

مگر جو لوگ میقات سے باہر ہوں فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق ان کو بغیر احرام میقات کے اندر آنا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج وعمرہ کے لئے آئیں یا کسی اور غرض سے آئیں اگر انہیں مکہ مکرمہ آنا ہے تو احرام میں ہی آنا ہوگا چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”ثم الافاقي اذا انتهى اليها على قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج اوالعمرة اولم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لايجاوز احد الميقات الامحرما ولان وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما.“ (۳)

مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم ڈرائیور حضرات اور تاجرین وملازمین کے لئے حرج ومشقت کا باعث ہے تو جس طرح حدود حرم سے باہر مگر میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے بوجہ حرج ومشقت مکہ مکرمہ میں بغیر احرام جانے کی اجازت ہے یونہی میقات سے باہر رہنے والے ڈرائیور، ملازم اور تاجر کو اگر بار بار مکہ مکرمہ جانا پڑتا ہو تو دفع حرج و مشقت کے پیش نظر بغیر احرام جانے کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم درس وافتا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) فتح القدير، ج:۳، ص:۴۲۵

(۲) عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج:۱۰، ص:۲۰۵

(۳) الهداية كتاب الحج، ج:۲، ص:۲۱۴

حج میں مانعِ حیض دوا کا استعمال کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد رفیع الدین خان رضوی، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

کیا عورتیں حج کے دنوں میں ایسی دوا استعمال کر سکتی ہیں جن سے چند دنوں کے لئے حیض بند ہو جائے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ایک دو مرتبہ ایسی دوا استعمال کرنے سے صحت کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور کسی مرض کے پیدا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو تو استعمال کر سکتی ہیں ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم، ودرس، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

اگر طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے تو؟

مسئلہ از: مولانا محمد عمران علیمی بدول بازار، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر عورت کو طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے اور حیض ختم ہونے سے قبل ہی اس کی فلائٹ کی روانگی ہو تو کیا کرے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایسی صورت میں پہلے فلائٹ کی تاریخ کی تبدیلی کے لئے معلم وغیرہ سے کوشش کر کے تبدیل کرائے اور اگر اس کی کوشش ناکام ہو جائے تو اسے مسئلہ بتا دیا جائے کہ اگر تو طواف زیارت کرے گی تو فرض ذمہ سے اُتر جائے گا لیکن گنہگار ہوگی اور جرمانہ میں ایک بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی۔ رد المحتار میں ہے:

"لو ھم الرکب علی القفول ولم تطھر فاستفتت ھل تطوف ام لاقالوا یقال لھا لا یحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافک وعلیک ذبح بدنۃ." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتا دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۵۱۹

سعودی حکومت کے ذریعہ منیٰ ومزدلفہ کی توسیع وتحدید کا حکم

مسئلہ از: از محمد حسین ساگر کرناٹک مقیم دبئی۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ادھر چند سالوں سے منیٰ میں قیام کرنے کے لئے حجاج کے خیمے منیٰ کے ساتھ مزدلفہ میں بھی لگائے جا رہے ہیں اور اسے جدید منیٰ کا نام دے کر حجاج کا قیام کراتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ

(۱) منیٰ کی موجودہ توسیع وتحدید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ شرعاً معتبر ہے؟ اور مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو منیٰ میں شامل کر دیا گیا ہے کیا اب مزدلفہ نہ رہا بلکہ منیٰ ہو گیا؟ یا اب بھی وہ مزدلفہ ہی ہے منیٰ نہیں کہ شارع علیہ السلام کے عہد سے قائم تشریعی حد میں کسی کو تغیر وتوسیع کا حق نہیں کہ عہد شارع علیہ السلام میں جو اس کی خاص حد تھی اسی میں ارکان ومناسک وعبادات وغیرہ معتبر ہوں گے دوسرے مقامات ومواضع میں نہیں گو کہ وہ حدود حرم شریف ہی سے کیوں نہ ہوں؟

(۲) اگر مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جسے آج حدود منیٰ سے قرار دیا گیا ہے اگر وہ ملکوں صوبوں کی تحدید وتوسیع کی طرح خاص حدود منیٰ سے ہو تو دوران قیام منیٰ اگر حاجی منیٰ کی مسنون عبادات ونماز اس خاص حصہ میں ادا کرے تو کیا سنت سے عہدہ برآ ہو جائے گا، اور خاص منیٰ کی مسنون عبادات ونماز قرار پائے گی یا نہیں؟

(۳) وقوف مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اگر کسی نے مزدلفہ کے اس خاص حصہ میں وقوف کر لیا جو عہد رسالت میں مزدلفہ تھا اور آج منیٰ کی حد قرار دے دیا گیا ہے تو کیا اس واجب سے سبکدوشی کے لئے یہ وقوف کافی ہو گیا یا مزدلفہ کی موجودہ حد میں اس وقوف واجب کا اعادہ واجب ہوگا؟

(۴) مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو آج موجودہ منیٰ کر دیا گیا ہے کیا اس میں قیام ودخول رمی واجب کا موجب ہوگا؟

مجھے آپ حضرات مفتیان کرام کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود امید قوی ہے کہ سوالات کے تمام گوشوں پر گہری نظر فرما کر فقہی جزئیات وشواہد کی روشنی میں جواب باصواب سے شادکام فرمائیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ نے ارکان اور مناسک حج کی ادائیگی کیلئے جو اوقات اور مکانات متعین کر دیا ہے اس میں اب کسی طرح کی کوئی تبدیلی کسی حکومت وسلطنت کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے نہ ہی اب کسی کی تبدیلی کا شرعاً اعتبار ہے۔ منیٰ ومزدلفہ بھی انھیں مقدس مقامات میں سے ہیں جن کی تعیین وتحدید من جانب الشرع ہو چکی ہے اور ان

مقامات کے جن حصوں میں حجاج کرام کیلئے دخول ووقوف کی اجازت یا ممانعت ہے ان کی بھی وضاحت موجود ہے چنانچہ علامہ ابن ھمام قدس سرہ رقمطراز ہیں (لقوله عليه السلام "عرفة كلها موقف") روى من طرق عديدة من حديث جابر عن ابن ماجه قال عليه السلام "كل عرفة موقف وارتفعوا عن بطن عرنة "وكل المزدلفة موقف وارتفعوا عن بطن محسر ، وكل منى منحر الا ما وراء العقبة" (۱)

اور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

"(والمزدلفة الخ) وهي تمتد الى وادى محسر بكسر السين المشددة قبلها حاء مهملة مفتوحة:والمستحب ان يقف وراء الامام بقزح ،قيل هو المشعر الحرام .وفي الطحاوى ان للمزدلفة ثلاث اسماء : المزدلفة والمشعر الحرام ،وجمع والمازمان بوادى محسر ،واول محسر من القرن المشرف من الجبل الذى على يسار الذاهب الى منى ،سمى به لان فيل اصحاب الفيل اعيافيه،واهل مكة يسمون وادى النار قيل شخص اصطاد فيه فنزلت نار من السماء فاحرقته وآخره اول منى ،وهي منه الى العقبة التي يرمى بها الجمرة يوم النحر،وليس وادى محسر من منى ولا من المزدلفة،فالاستثناء في قوله ومزدلفة كلها موقف الا وادى محسر منقطع."(۲)

درمختار میں ہے: (و)عرفات(كلها موقف الابطن عرنة)بفتح الراء وضمها واد من الحرم غربى مسجد عرفة (۳)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"(قوله كلهاموقف)بكسر القاف اى موضع وقوف نهر (قوله الابطن عرنة)فلايصح الوقوف بها على المشهور كماسياتى (قوله بفتح الراء)اى مع ضم العين كهمزة قاموس" (۴)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"(المزدلفة)فيها مسجد قال الازرقى والماوردى فى الاحكام السلطانية وغيره من اصحابنا المزدلفةما بين وادى محسر ومازمى عرفة وليس الحدان منها تسمى جمعابفتح

(۱) فتح القدير : ج:۲،ص : ۴۸۳

(۲) فتح القدير : ج:۲،ص:۴۹۵

(۳) الدر المختارمع ردالمحتار:ج:۲،ص:۱۷۳

(۴) ردالمحتار :ج: ۲،ص:۱۷۳

الجیم واسکان المیم لاجتماع الناس بهاوسميت المزدلفة لازدلاف الناس اليها اى اقترابهم وقيل لاجتماع الناس بها وقيل لاجتماع آدم وحواء وقيل لمجىء الناس اليها فى زلف من الليل اى ساعات .قال الازرقى فى ذرع مسجدهاتسع وخمسون ذراعاوتنبر فى مثله"(تهذیب الاسماء واللغات۔(۱)

(منى) وهى من حرم مكة زادها الله تعالى شرفا وهى شعب ممدود بين جبلين احدهما ثبير والاخرالضا ئع وحدها من جهة الغرب ومن جهة مكة جمرة العقبةو من الشرق وجهة مزدلفة وعرفات بطن المسيل اذا هبطت من وادى محسر وقال بعض المصنفين فى هذا ذرع منى. من جمرة العقبة الى وادى محسر سبعة آلاف ذراع ومائتاذراع ومن مكة الى منى ثلاثة اميال قال الازرقى و اصحابنا هى ما بين جمرة العقبة ووادى محسرقال الازرقى ذرع مابين جمرة العقبةووادى محسر سبعة آلاف ذراع ومائتا ذراع قال و عرض منى من موخر المسجد الذى يلى الجبل الى الجبل الذى بحذائه الف ذراع و ثلاثمائةذراع قال ومن جمرةالعقبة الى الجمرةالوسطى اربعمائةذراع وسبعة وثمانون ذراعا واثنتا عشر اصبعا ومن الجمرة الوسطى الى الجمرة التى تلى مسجد الخيف ثلاثمائةذراع وخمسةاذرع ومن الجمرةالتى تلى مسجد الخيف من الجمرة التى تلى مسجد الخيف ثلث مائةذراع وخمسة اذرع و من الجمرة التى تلى مسجد الخيف الى اوسط ابواب المسجد الف ذراع وثلاث مائة ذراع واحدى وعشرون ذراعاهذاكلام الازرقى ،،(۲)

ان ارشادات وعبارات سے یہ حقیقت مکمل طور سے منکشف ہو جاتی ہے کہ ''منیٰ'' و''مزدلفہ'' کی حدود من جانب الشرع متعین ہیں اب نہ تو منیٰ کا کوئی حصہ مزدلفہ کے حکم میں ہوسکتا ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا کوئی جز منیٰ قرار پا سکتا ہے اس لئے سعودی حکومت کا یہ اقدام شریعت مطہرہ میں مداخلت کتاب وسنت سے بغاوت اور احکام دینیہ میں تبدیلی کی ناروا جسارت اور بدعت سیئہ قبیحہ ہے جو کسی حالت میں جائز نہیں ہے نہ ہی حکومت کے اس عمل کی عندالشرع کوئی حیثیت ہے۔

(۲) جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ سعودی حکومت کا یہ اقدام غیر معتبر ہے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو مسنون عبادات ومجاہدات منیٰ میں مطلوب ہیں وہ آج کے فرضی منیٰ اور حقیقی مزدلفہ میں ادا کرنے سے خاص منیٰ کی مسنون

(۱) تهذيب الاسماء واللغات : ج:۳،ص:۱۵۰

(۲) تهذيب الاسماء واللغات:ج:۳،ص:۱۵۷

عبادات وریاضات نہ قرار پائیں گی اور ایسا کرنے والا مخالف سنت اور خاطی ٹھہرے گا۔علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"ثامن الشهر خرج الى منى قرية من الحرم على فرسخ من مكة ومكث بها الى فجر عرفة"(۱)

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم فرماتے ہیں

("قوله ومكث بها الى فجر عرفة) افاد طلب المبيت بها فانه سنة كما في المحيط وفي المبسوط يستحب ان يصلى الظهر يوم التروية بمنى يقيم بها الى صبيحة عرفة. اه ويصلى الفجر بها لو قتها المختار وهو زمان الاسفار وفي الخانية بغلس فكانه قاسه على فجر مزدلفة والاكثر على الاول فهو الافضل شرح اللباب وفي مناسك النووى و اما مايفعله الناس في هذه الازمان من دخولهم ارض عرفات في اليوم الثامن فخطاء مخالف للسنة ويفوتهم بسببه سنن كثيرة منها الصلوات بمنى والمبيت بها والتوجه منها الى نمرة والنزول بها والخطبة والصلوة قبل دخول عرفات وغير ذلك "اھ (۲) والله تعالى اعلم .

(۳) ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ مقامات حج کی تعیین وتحدید قیاسی اور عقلی نہیں بلکہ سماعی اور نقلی ہے تو عہد رسالت سے ثابت حدود مزدلفہ میں ہی وقوف کرنا ہوگا اور پھر اس کے جس حصہ میں بھی وقوف کرے گا کافی ہوگا اگر چہ آج اس کے بعض حصے کو منی میں شامل کر کے منی کا نام دے دیا جائے اور جو عہد رسالت سے جائے وقوف نہیں تو آج کسی کے جائے وقوف مان لینے سے وہ موقف نہ ہوگا نہ ہی وہاں وقوف درست ہوگا۔امام ابن ہمام قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

"اعلم ان ظاهر كلام القدورى والهداية وغيرهما في قولهم مزدلفة كلها موقف، الا وادى محسر، وكذا عرفة كلها موقف الا بطن عرنة ان المكانين ليسا مكان وقوف، فلو وقف فيهما لايجزيه كمالووقف في منى سواء قلنا ان عرنة ومحسرا من عرفة ومزدلفة اولا، وهكذا ظاهر الحديث الذى قدمنا تخرجه ، وكذا عبارة الاصل من كلام محمد. ووقع في البدائع: وامامكانه: يعني الوقوف بمزدلفة فجزء من اجزاء مزدلفة، الا انه لاينبغي ان ينزل في وادى محسر . وروى الحديث ثم قال :ولو وقف به اجزاه مع الكراهة، وذكر مثل هذا في بطن

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ج:۲،ص:۱۷۲

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ج:۲،ص:۱۷۲

عرنة: اعنی قوله الاانه لاینبغی ان یقف فی بطن عرنة لانه علیه الصلاة والسلام نهی عن ذلک واخبر انه وادی الشیطان اھ. ولم یصرح فیه بالاجزاء مع الکراهة کما صرح به فی وادی محسر .ولایخفی ان الکلام فیها واحد .وماذکره غیرمشهور من کلام الاصحاب .بل الذی یقتضیه کلامهم عدم الاجزاء .واما الذی یقتضیه النظر ان لم یکن اجماع علی عدم اجزاء الوقوف بالمکانین وهو ان عرنة ووادی مُحسر ان کان من مسمی عرفة والمشعر الحرام یجزئ الوقوف بهما .ویکون مکروها لان القاطع اطلق الوقوف بمسماهما مطلقا وخبرالواحدمنعه فی بعضه فقیده ،والزیادة علیه بخبرالواحد لاتجوز فیثبت الرکن بالوقوف فی مسماهما مطلقا ،والوجوه فی کونه غیرالمکانین المستثنیین وان لم یکونا من مسماهما لایجزی اصلا،وهو ظاهر والاستثناء منقطع.(۱) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتادارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۸رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا عورت اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، خلیل آباد

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر بہو اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جانا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بہو اور خسر عمر کی اس منزل پر ہیں کہ فتنے کا اندیشہ نہیں ہے یونہی ساس اور داماد بھی ایسے ہیں کہ فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں ہے تو اجازت ہے ورنہ منع ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"نقل السید ابوالسعود عن نفقات البزازیة لا تسافر باخیها رضاعا فی زماننا اھ لغلبة الفساد قلت ویؤیده کراهة الخلوة بها کالصهرة الشابة فینبغی استثناء الصهرة الشابة ایضا لان السفر کالخلوة"

(۱) فتح القدیر : ج:۲،ص:۴۹۵

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ساس یا بہو جوان ہے تو اسے داماد یا خسر کے ساتھ سفر پر جانے کی اجازت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو جا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

چوری چھپے حج کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریحان عرف گڈو، مقیم جدہ شریف

حضرت مفتی صاحب قبلہ آپ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ اگر کوئی غیر سعودی مسلمان یہاں سعودیہ میں بغرض ملازمت و تجارت مقیم ہے اور وہ حج کرنا چاہے تو اسے ایک خطیر رقم حکومت کو دینی پڑتی ہے بہت لوگ چوری چھپے بھی حج کو چلے جاتے ہیں پکڑے جانے پر ان کو گورنمنٹ سزا بھی دیتی ہے۔ اب اگر کوئی چھپے چوری حج کرتا ہے تو شرعاً کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو کام فی نفسہ درست ہو مگر قانونی طور پر جرم ہو اس سے بچنا لازم ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلت و بلا کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث" (۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کام فی نفسہ صحیح ہو مگر اس کے کرنے پر ذلت و رسوائی کا اندیشہ ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے لہٰذا سعودیہ عربیہ میں دیگر ممالک کے مقیم مسلمان بلا اجازت حکومت حج کرنے سے بچیں لیکن اگر کوئی اس طور پر حج کرتا ہے تو اس کا حج صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۹، ص: ۲۵۱

کسی کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا کیسا؟

مسئلہ از: مولانا مظفر حسین ظفر قادری، استاذ مدرسہ عربیہ اہلسنّت احیاء العلوم، دیوریا، بستی
۱۰ر رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۰ر اپریل ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا مسلمان ہے، جو کہ سرکاری نوکری سے ریٹائرڈ ہے اور پینشن پاتا ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساتھ ایک نواسی کی بھی کفالت کرتا ہے، اس نے حج کا ارادہ کیا، تو بعض افراد نے کہا کہ (حالانکہ فی الوقت وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے) ۴ر لاکھ روپئے الگ محفوظ رکھ دو، اس کے بعد حج کو جاؤ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نواسی، بیٹی یا جس لڑکی کا بھی وہ کفیل ہے اس کی شادی کے لیے حج کو مؤخر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمان عاقل بالغ آزاد تندرست صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور صاحب استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس مکہ معظمہ سواری پر جانے اور وہاں سے واپسی تک کا سفر خرچ اور کرایہ کے ساتھ اہل وعیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے حسب ضرورت مال ہو۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے "فرض مرة علی الفور حرية وبلوغ و عقل و صحة مال وقدرة زاد وراحلة فضلت عن مسكنه وعما لا بد منه و نفقة ذهابه وايابه و عياله "۔(۱) اور فتاوی عالمگیری میں ہے "وتفسير ملك الزاد و الراحلة ان يكون له مال فاضل عن حاجته و هو ما سوى مسكنه و لبسه و خدمه و اثاث بيته قد رما يبلغه الى مكة ذاهبا و جائيا راكبا "۔(۲) اور جو حج کے لیے جانے پر قادر ہو گیا، اس پر حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اسی سال اور بلا وجہ شرعی تاخیر گناہ ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "و هو فرض على الفور و هو الا صح فلا يباح له التاخير بعد الامكان الى العام الثا نى كذا فى خزانة المفتيين "۔(۳) اور درمختار میں ہے "وفرض على الفور فى العام الاول عند الثانى و اصح الروايتين عن الامام و مالك و احمد فيفسق و

(۱) تبیین الحقائق کتاب الحج، ج:۲، ص:۲۳۵

(۲) الفتاوی العالمگیریہ کتاب المناسک، ج:۱، ص:۲۱۷

(۳) الفتاوی العالمگیریہ، کتاب المناسک، ج:۱، ص:۲۱۷

ترد شهادته بتاخيره اى سنينا اه "۔(۱)اور اگر کسی پر حج فرض ہو جائے اور وہ اپنی شادی کے لیے حج مؤخر کرے، تو یہ جائز نہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے "عن ابى حنيفة ما يدل عليه و هو انه سئل عمن ملك ما يبلغه الى بيت الله تعالى أيحج ام يتزوج فقال يحج فاطلاق الجواب بتقديم الحج مع ان التزوج قد يكون واجبا فى بعض الاحوال دليل على ان الحج لا يجوز تاخيره "۔(۲)اور جب اپنی شادی کے لیے حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر جائز نہیں، تو دوسرے کی شادی کے لیے تاخیر بدرجہ اولی جائز نہیں، لہذا بیٹی، نواسی وغیرہ کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم با لصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

اگر کوئی عورت مدینہ منورہ میں بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ از: از سیف قادری للولی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کرنے کے لئے گھر سے نکلی اور ابھی مدینہ منورہ میں تھی کہ وہیں اس کا شوہر انتقال کر گیا اب وہ عورت کیا کرے گی حج کو مکہ مکرمہ جائے گی یا اپنے گھر واپس آئے یا کیا کرے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ایسی عورت کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جس مکان میں سکونت کے دوران بیوہ ہوئی اسی میں عدت وفات پوری کرے جمع المناسک میں ہے:

"ان كان بائنا اومات عنها فان كان الى منزلها اقل من مدة سفر والى مكةمدةسفر فانه يجب ان تعود الى منزلها وان كا ن الى مكةاقل مضت الى مكةوان كان من الجانبين اقل مدة السفر فهى بالخيار ان شاء ت مضت وان شاء ت رجعت الى منزلها سواء كانت فى المصر او غيرهاوسواء كان معهامحرم او لا الاان الرجوع اولى وان كان من الجانبين مدة سفر فان كانت

---

(۱)الدرالمختار مع رد المحتار كتاب الحج ،ج:۳،ص:۴۰۲

(۲)فتح القدير كتاب الحج ،ج:۲،ص:۴۱۷

فی سفر فلیس لھا ان تخرج حتی ینقضی عدتھا وان کان معھا محرم عند ابی حنیفة" (۱)

اور بہار شریعت میں ہے

"سفر میں شوہر کا انتقال ہوا اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے محرم یا بغیر محرم نہ ادھر آسکتی ہے نہ ادھر جاسکتی ہے"(۲)

مگر آج کل سعودی حکومت کے نظام آمد ورفت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں رہ کر عدت پوری کرنا نہایت دشوار ہے اور اپنے وطن آنے میں بھی سخت مشقت ہے لہٰذا بوجہ دفع حرج ومشقت وہ عورت مکہ مکرمہ جا کر ارکان حج ادا کرے اور اگر بعد حج ممکن ہو تو وہیں پر ورنہ بصورت مجبوری اپنے وطن پہلے جس جگہ پہونچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اب بوجہ ضرورت شوہر کے گھر عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی مکہ سے منی چلا جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از محمد عتیق خاں خلیل آباد

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس بارے میں کہ آج کل سعودی نظام کے مطابق حجاج کو آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی منی پہونچا دیا جاتا ہے ایسا کرنا اور حجاج کا رات ہی میں منی شریف چلا جانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بہتر ومسنون طریقہ یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد مکہ مکرمہ سے منی کو چلے فتاوی تاتار خانیہ میں ہے:

"ثم اذا جاء یوم الترویة وفی المنافع وھو الیوم الثامن من ذی الحجة خرج من مکة بعد ما طلعت الشمس الی منی و یبیت بھا "(۳)

درمختار میں ہے:

(۱) جمع المناسک ص: ۴۴

(۲) بہار شریعت ج: ۸، ص: ۲۴۷

(۳) الفتاوی التاتارخانیة ج: ۲، ص: ۱۶۰

"فاذا صلی بمکة الفجر یوم التروية ثامن الشهر خرج الی منی "(۱)

فتح القدیر میں ہے:

"قال المرغینانی بعد طلوع الشمس وهو الصحیح لما عن ابن عمر رضی الله عنهما انه علیه الصلاة والسلام صلی الفجر یوم التروية بمکة فلما طلعت الشمس راح الی منی "(۲)

بہار شریعت میں ہے:

"جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر"(۳)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ آٹھویں کی رات میں ہی منیٰ بھیج دینا یا چلا جانا اگرچہ جائز ہے مگر خلاف سنت ہے بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جائے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

دوران طواف وسعی ویڈیو بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از حامد رضا ممبئی

شریعت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ خانۂ کعبہ کا طواف اور سعی کرتے ہوئے خود اس کی ویڈیو بناتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

شریعت مطہرہ میں بلاضرورت شرعیہ تصویر بنانا بنوانا حرام وگناہ ہے تصویر کشی پر سخت وعید آئی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اشد الناس عذابا یوم القیمة المصورون "(۴)

یعنی قیامت کے دن سخت تر عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ہوگا

یہ حکم ہر جگہ کے لئے ہے اور حرم پاک میں تو اور سخت حکم ہے کہ وہاں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہوتا ہے۔ معاذاللہ رب العلمین۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج:۳، ص:۴۵۹

(۲) فتح القدیر ج:۲، ص:۴۷۷

(۳) بہار شریعت ج:۶، ص:۱۱۱۹

(۴) الصحیح لمسلم ج:۲، ص:۲۰۱

یہ بہت بڑی جرأت کی بات ہے کہ خاص دربار الٰہی میں پہونچ کر اس کی نافرمانی کی جائے اور پھر اس کی نمائش بھی ہو۔

جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں سخت گناہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسے حرام کاموں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور اپنے حج کی برکتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حج سبسیڈی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیضان رضوی، امرڈوبھا کبیر نگر

حضرت قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ حکومت ہند حجاج کرام کے کرایہ میں اپنی طرف سے کچھ رعایت کرتی ہے جسے حج سبسیڈی کہا جاتا ہے شرعا اس کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

معاملات بیع وشرا اور اجارہ وغیرہ میں شریعت مطہرہ کی جانب سے عاقدین کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں ان میں ایک اختیار یہ بھی ہے کہ آدمی اپنا لاکھ کا سامان ہزار میں بیچ سکتا ہے یونہی اگر ہزار کا سامان لاکھ میں بیچے تو بھی شرعا درست ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

"لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ"(۱)

بلکہ بیچنے والے نے جس دام پر کوئی سامان بیچا اس دام میں بھی بعد بیع کمی کر سکتا ہے یونہی خریدار نے جتنی قیمت پر سامان خریدا اگر چاہے تو اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے ہدایہ میں ہے

یجوز للمشتری ان یزید للبائع فی الثمن و یجوز للبائع ان یزید للمشتری فی المبیع و یجوز ان یحط عن الثمن ،،(۲)

اور فقہا جا بجا صراحت فرماتے ہیں: "الاجارۃ مثل البیع" معاملہ کرایہ داری بیع کی طرح ہے لہٰذا اجارہ میں بھی دونوں فریق کو یہ اختیار ہوگا کہ جس قدر کرایہ پر چاہیں اجارہ کریں شرعا کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) فتح القدیر ج:۷، ص:۱۹۸

(۲) الھدایہ ج:۳، ص:۵۹

سامان کا دام ہو یا سفر کا کرایہ دونوں میں کمی بیشی کرنا کرانا فریقین کا ذاتی حق ہے اگر کسی جگہ سفر کا عام کرایہ مثلاً ایک لاکھ روپیہ ہے اور حکومت یا کوئی شخص اپنی سواری سے اس جگہ تک سفر کرانے کے لئے پچاس ہزار میں ہی راضی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے حکومت ہند اگر حجاج کرام کے کرایہ میں کچھ کمی کر دے رہی ہے تو یہ درست ہے اور اس طور پر سفر حج پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر حکومت اپنی طرف سے کچھ رقم دے تب بھی حاجیوں کو اسے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ حکومت کے خزانے میں تمام رعایا کا حق ہوتا ہے تو مسلمان کا بھی حق ہوا لہٰذا حکومت حاجی کے کرائے میں سبسیڈی اور چھوٹ دے یا بطور عطیہ ونذر کچھ رقم پیش کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا حج سے پہلے دعوت کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ: از کفیل احمد جہانسی

کیا حکم شریعت ہے اس مسئلہ میں کہ جب کوئی حج پر جاتا ہے تو جانے سے پہلے عزیز واقارب کی دعوت کرتا ہے جسے حج کا کھانا بھی کہا جاتا ہے کیا یہ دعوت ضروری ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

خوشی کے موقع پر احباب واقارب کو کھانا کھلانا شریعت مطہرہ میں پسندیدہ ہے حدیث شریف میں مومن کی خوبیوں میں کھانا کھلانا بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: "ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرء السلام علی من عرفت و من لم تعرف "(۱)

اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے پروردگار کے دربار خاص اور محبوب کائنات علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گاہ پر حاضری کی سعادت پا رہا ہے۔

اس لئے اگر حاجی سفر حج پر روانہ ہونے سے قبل اعزہ واقربا کی دعوت کرتا ہے تو یہ کار ثواب ہے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ثواب پائے گا اور نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱)صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۶

حاجیوں کو ہار پھول پہنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از : محمد بختیار علی، پچھی پور مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص حج وزیارت کے لئے جاتا ہے تو لوگ خوشی میں اس کے گلے میں ہار پھول ڈالتے ہیں بعض لوگ اسے غلط کہتے ہیں آپ بتائیں کہ حجاج کے گلے میں مالا ڈالنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کچھ لوگ شریعت کے بجائے طبیعت کو شریعت کا نام دینے کے عادی ہیں ایسے لوگوں کی بات سننا اور اس پر توجہ دینا بے سود ہے حاجی جس مبارک سفر پر جاتا ہے اس کی قدر ومنزلت سے کس مسلمان کو مجال انکار ہے۔ ایک مسلمان کے لئے زندگی کی معراج کا سفر ہوتا ہے حاجی اللہ عزوجل کا مہمان ہوتا ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا کے در پاک پر حاضری کی سعادت پانے کی بنا پر اہل ایمان کے نزدیک مزید قابل اعزاز وتکریم ہو جاتا ہے تو اس کے گلے میں ہار ڈالنا اس کی تعظیم وتکریم ہے اور اس مبارک سفر کی قدر ومنزلت کا اظہار ہے اور یہ امور شرع مطہرہ میں غلط نہیں بلکہ بہ نیت خیر مستحسن ہیں یہ ایسا عمل ہے جس کو علما وصلحا خواص وعوام عالم وعامی سب کرتے ہیں حتی کہ منکرین کے یہاں بھی یہ کام ہوتا ہے اور جسے عامہ مسلمین اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے حدیث شریف میں ہے: "ما راہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن" (۱)

لہٰذا حجاج کے الوداعی پروگرام یا ان کے استقبال میں ان کو ہار پھول پہنانا جائز ہے اسے ناجائز اور بدعت کہنا جہالت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حج بدل کرنے والا قربانی کس کے نام سے کرے؟

مسئلہ: از محمد اظہر بنجر یا خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حج بدل کرنے گیا ہے تو حج کی قربانی اپنے نام سے کرے گا یا جس کی طرف سے حج بدل کرنے گیا ہے اس کی طرف سے کرے؟

---

(۱) مسند الامام احمدبن حنبل ج: ۱، ص: ۳۷۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد، تمتع، اور قران ان میں حج افراد میں قربانی واجب ہی نہیں ہے تمتع اور قران میں واجب ہے اب حج بدل کرانے والے نے اگر حج تمتع یا قران کرنے کو کہا ہے یا عرفاً تمتع یا قران کی اجازت ثابت ہوئی ہے تو اس کی قربانی حج بدل کرنے والا اپنی طرف سے کرے گا۔ کنز الدقائق میں ہے:

ودم القران والجناية على المامور (۱)

اس کے تحت البحر الرائق میں فرمایا

"واراد بالقران دم الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا كما صرح به في غاية البيان لكن بالاذن المتقدمة (۲)

درمختار میں ہے:

"و دم القران والتمتع والجنايةعلى الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فيصير مخالفا فيضمن "(۳)

لباب میں ہے

"لو امره بالقران او التمتع فالدم على المامور" (۴)

ان ارشادات سے بخوبی عیاں ہے کہ حج بدل کرنے والا حج کی قربانی اپنی طرف سے کرے گا۔ واللہ تعالی عالم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم الافتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) کنز الدقائق مع البحر ج :۳، ص :۱۱۷
(۲) البحر الرائق ج :۳، ص :۱۱۷
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار ج :۳، ص :۳۲
(۴) اللباب، باب الحج عن الغير، ص : ۳۰۵

جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مدت سفر کی مسافت طے کرنے کے بعد معتدہ ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ : از محمد سیف جھانسی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے وطن سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی جبکہ مکہ مکرمہ مسافت سفر پر ہے اب وہ عورت کیا کرے گی۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ عورت شرعاً محصرہ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے **واذا احرمت ولا زوج لھا و معھا محرم و مات محرمھا او احرمت ولا محرم لھا و لکن معھا زوجھا فمات زوجھا فانھا محصرۃ ھکذا فی البدائع** (۱)

اسی میں ہے

"واذا مات محرم المراۃ فی الطریق و بینھا و بین مکۃ مسیرۃ ثلثۃ ایام فصاعدا فھی بمنزلۃ المحصر "(۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت کا شوہر یا محرم راستہ میں فوت ہوگیا اور وہاں سے مکہ مکرمہ مسافت سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو محصرہ نہیں ورنہ محصرہ ہے

بہار شریعت میں ہے:

"عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو وہ محصرہ ہے اگرچہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو" (۳)

اور جب یہ واضح ہوگیا کہ مذکورہ عورت محصرہ ہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ آگے سفر نہ کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو وہیں ٹھہر کر عدت پوری کرے یا وہاں سے جس قریب تر جگہ پر عدت گزارنا میسر ہو وہاں گزارے اور کسی معتبر شخص کے ذریعہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت حرم شریف بھیج دے اور دن تاریخ و وقت متعین کردے جب وہ شخص وقت

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۳) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۱۹۶

متعینہ پر قربانی کردے گا عورت احرام سے باہر ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے:

''محصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام کھل نہیں سکتا جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف و سعی و حلق نہ کرے''(۱)

اسی میں ہے

''یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا''(۲) واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۴ر رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل حج بیوہ ہو گئی تو وہ کیا کرے؟

مسئلہ از: احمد رضا قادری اترولہ بلرام پور

کیا فرماتے ہیں محققین فقہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کے ارادہ سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف میں پہنچ کر بیوہ ہو جائے تو کیا کرے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں حکم واضح فرمائیں کرم ہوگا۔

''باسمہ تعالیٰ و تقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی عورت حج کے ارادے سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف پہونچ کر بیوہ ہو جائے تو وہ ارکان حج ادا کرے اور اگر ممکن ہو تو مکہ مکرمہ میں رہ کر عدت پوری کرے اور اگر وہاں رکنا دشوار ہو تو اپنے وطن پہونچ کر جس قریب کی آبادی میں عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے بصورت مجبوری شوہر کے گھر آ کر عدت پوری کرے سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ ایک مسئلہ کے تحت رقمطراز ہیں:

''اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدۃ سفر نہیں مثلا جدہ پہونچ گئی تو اب چلی

(۱) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۲) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے: و کانت کمن ابانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر ولیس بینها و بین مصر ها مدة سفر رجعت ولو بین مصرها مدة و بین مقصدها اقل مضت پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے"(۱)

اس عبارت میں اعلیحضرت قدس سرہ نے بے شوہر اور بلا محرم والی عورت کو اس عورت کے جیسی بتایا ہے جس کا شوہر مکہ معظمہ کے راستہ میں فوت ہو جائے اور اسے حج کی اجازت دی ہے اور پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں عدت وفات گزارنے کا حکم دیا ہے اس لئے سوال میں مذکورہ عورت ارکان حج ادا کرے

البتہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اس عورت کے لئے حکم ہے کہ مکہ معظمہ میں عدت پوری کرے مگر ادنی طالب فقہ پر بھی یہ بات روشن ہے کہ اس وقت اور آج کے ملکی قوانین اور حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے آج سعودی نظام حکومت کی وجہ سے پوری عدت کا زمانہ مکہ مکرمہ میں گزارنا سخت مشکل اور حرج و مشقت کا سبب ہے اس لئے ایسی عورت کو اجازت ہے کہ اپنے ملک میں جہاں پہلے پہونچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر اس میں مشقت ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہونچ کر عدت گزارے۔

چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

" و فی البدائع رجعت و بلغت ادنی المواضع التی تصلح للاقامة اقامت فيه و اعتدت ان لم تجد محرما بلا خلاف و كذا ان وجدت عند ابی حنيفة ومثله فی المحيط و فيه؛ البدوی طلق امراته فاراد نقلها الى مكان آخر فی الكلاء والماء فان لم تتضرر بتركها فی ذالک الموضع فی نفسها اوما لها ليس له ذالک وان تتضررت فله ذالک اذا الضرورات تبيح المحظورات." (۲)

کیا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

مسئلہ : از سراج الحق بنگلہ بستی کلکتہ

کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر جانا چاہے تو جاسکتی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر عورت کے مکان سے مکہ مکرمہ کی مسافت مدت سفر پر ہے یعنی اس کے مکان سے مکہ مکرمہ کی دوری

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۶۸۳

(۲) فتح القدیر، باب العدۃ، ج:۴، ص:۳۱۳

ساڑھے بانوے کلومیٹر ہے تو بغیر محرم حج کو جانا حرام ہے اور شوہر کے علاوہ محرم وہ شخص ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے

"والمحرم الزوج ومن لایجوز منا کحتھا علی التابید بقرابۃ او رضاع او مصاھرۃ کذافی الخلاصۃ"(۱)

فتاوی رضویہ میں ہے

"عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمنان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا"(۲)۔

ان ارشادات سے روشن ہے کہ عورت اسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے جس کا نکاح ہمیشہ کے لئے اس عورت سے حرام ہو اور خالو وہ محرم نہیں ہے جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو لہٰذا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر نہیں جا سکتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کیا حاجی کو بطور علامت کڑا پہننا درست ہے؟

مسئلہ از: عبدالکلام خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ حاجی صاحبان کو حکومت کی طرف سے اسٹیل یا کسی اور دھات کا ایک کڑا ملتا ہے جس پر حاجی کا نام و پتہ لکھا رہتا ہے حاجی اسے ہاتھ میں پہنے رہتا ہے اس کا پہننا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرد و عورت دونوں کے لئے سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کا استعمال جائز نہیں ردالمحتار میں ہے:

"فی الجوھرۃ والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء"(۳)

ہاں عورت کو سونا چاندی دونوں کا استعمال درست ہے اور مرد کو صرف چاندی وہ بھی نگینہ کے ساتھ انگوٹھی کی شکل میں ہی استعمال کی اجازت ہے درمختار میں ہے:

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ ج:۱، ص:۲۱۹

(۲) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۶۹۱

(۳) رد المحتار ج:۹، ص:۴۳۸

"ولایتختم الابالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرها "(۱)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے

"فیحرم بغیرها ا ه)لما روی الطحاوی باسناده الی عمران بن حصین وابی هریرة قال نهی رسول الله ﷺ عن خاتم الذهب "(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"ویکره للرجال التختم بماسوی الفضة کذافی الینابیع والتختم بالذهب حرام فی الصحیح کذافی الجیز للکردری وفی الخجندی التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء جمیعا"(۳)

بہارشریعت میں ہے:

''انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی مردکو پہننا حرام ہے مثلا لوہا، پیتل ،تانبا،جست وغیرہاان دھاتوں کی انگوٹھیاں مردوعورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں'' (۴)

فرق اتنا ہے کہ عورت سونا بھی پہن سکتی ہے اور مرد نہیں پہن سکتا ان ارشادات سے واضح ہے کہ مرد وعورت دونوں کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کسی اوردھات کا استعمال خواہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو جائز نہیں لہٰذاحکومت کی جانب سے اسٹیل وغیرہ دھات پر پتہ وغیرہ لکھ کرحجاج کو جوکڑادیا جاتا ہے اس کا پہننا درست نہیں ہے اسے بیگ یاپاکٹ میں رکھیں اوراگر بالفرض کسی نے پہن رکھا ہے تواسے پہن کرنماز ہرگز نہ پڑھے۔واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا حاجی پرعیداضحیٰ کی قربانی واجب ہے

مسئلہ از :عبدالصمد بستی ۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جوحضرات حج کے لئے جاتے ہیں ان کو حج کی قربانی کرنی

(۱)الدرالمختار مع ردالمحتار ج:۹،ص:۴۳۷

(۲)ردالمحتار ج:۹،ص:۴۳۷

(۳)الفتاوی العالمگیریة ج:۵،ص:۳۳۲

(۴)بہار شریعت ج:۱۶،ص:۴۲۶

ہوتی ہے تو کیا ان کو عید الضحیٰ کی قربانی بھی کرنی پڑے گی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر حاجی ایام قربانی یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ذی الحجہ کی تاریخوں میں مالک نصاب اور شرعاً مقیم ہوتو اس پر بقرہ عید کی قربانی بھی واجب ہے اور اگر مالک نصاب ہو مگر ان ایام میں مسافر ہو تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں ہے رد المحتار میں ہے۔

"الذبح لہ ای المفرد افضل ویجب للقارن والمتمتع واما الاضحیۃ فان کان مسافر افلایجب علیہ والا کالمکی فتجب کما فی البحر"(۱)

اور بہار شریعت میں ہے

یہ قربانی وہ نہیں ہے جو بقر عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلا نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ حج میں ہو،،(۲) **واللہ تعالی اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا ایک عمرہ یا طواف بہت سارے مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا ہے؟

مسئلہ از: عبد الحکیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

کیا ایک شخص بیک وقت کئی مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کرسکتا ہے اور سب کو برابر ثواب ملے گا؟ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک شخص ایک عمرہ یا طواف بلکہ حج نفل میں بھی متعدد لوگوں کی نیت کرسکتا ہے اور اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جتنے مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کرے گا سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، رد المحتار میں ہے:

"فی التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانھا تصل الیھم و لا ینقص من اجرہ شئی"(۳)

---

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۵۳۴

(۲) بہار شریعت ج:۶، ص:۱۰۴

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۶۰۵، دار احیاء التراث العربی بیروت

بلکہ یہ حکم حدیث پاک سے ثابت ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ما علی احد کم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقة تطوعا ان یجعلها عن والدیه اذا کا نا مسلمین فیکون لوالدیه اجرها وله مثل اجورها بعد ان لا ینقص من اجورهما شئی"(۱)

لہٰذا ایک عمرہ یا طواف کرنے میں بہت سے مسلمانوں کو ثواب پہچانے کی نیت سے شامل کرسکتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ثواب برابر ملے گا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحواله ابن عساکر ج:۵،ص:۴۵۶، دار المعرفة بیروت

مراجع ومصادر

کتب تفسیر

(۱) تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	متوفی ۷۲۵ھ
(۲) تفسیر بغوی	محمد بن حسین مسعود فرا البغوی	متوفی ۵۱۶ھ
(۳) تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	متوفی ۷۰۱ھ
(۴) تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی	متوفی ۶۸۵ھ
(۵) در منثور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
(۶) احکام القرآن للجصاص	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی جصاص	متوفی ۳۷۰ھ
(۷) احکام القرآن لابن عربی	علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی	متوفی ۵۴۳ھ
(۹) تفسیر جمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	متوفی ۱۲۰۴ھ
(۱۰) خزائن العرفان	سید محمد نعیم الدین مرادآبادی	متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب احادیث وسیر

صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	متوفی ۲۵۶ھ
مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	متوفی ۲۶۱ھ
جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	متوفی ۲۷۹ھ
سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	متوفی ۲۷۵ھ
سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	متوفی ۳۰۳ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ	متوفی ۲۷۳ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	متوفی ۲۳۵ھ
مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	متوفی ۲۱۱ھ
شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	متوفی ۳۲۱ھ

مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد ابن حنبل	متوفی ۲۴۱ھ
موطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین تبریزی	متوفی ۷۴۲ھ
المستدرک للحاکم	امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	متوفی ۴۰۵ھ
جامع صغیر للسیوطی	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
شرح السنۃ للبغوی	امام حسین بن مسعود بغوی	متوفی ۵۱۶ھ
سنن البیہقی	احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخسرو جردی البیہقی	متوفی ۴۵۸ھ
سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی	متوفی ۳۸۵ھ
نوادر الاصول	امام ابو عبداللہ محمد الحکیم الترمذی	متوفی ۳۲۰ھ
جامع الاحادیث	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
المعجم الاوسط	امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی	متوفی ۳۶۰ھ
نصب الرایۃ	حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی	متوفی ۷۶۲ھ
المقاصد الحسنۃ	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی	متوفی ۹۰۲ھ
الجوہر النقی		
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری	متوفی ۹۷۵ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	متوفی ۸۰۷ھ
مرقات المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
نزہۃ القاری	مفتی محمد شریف الحق امجدی	متوفی ۱۴۲۱ھ
انوار الحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسی مالکی	متوفی ۵۴۴ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	متوفی ۸۵۲ھ

کتب فقہ واصول فقہ

المبسوط للامام محمد بن حسن الشیبانی	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
المبسوط للسرخسی	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	متوفی ۴۸۳ھ

السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
شرح وقایہ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمد بن محمد	متوفی ۷۴۷ھ
ھدایہ	علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	متوفی ۵۹۳ھ
بحر الرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	متوفی ۹۷۰ھ
النھر الفائق	امام سراج الدین عمر بن ابراھیم حنفی	متوفی ۱۰۰۵ھ
مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر	علامہ محمد سلیمان داماد آفندی	متوفی ۱۰۷۸ھ
عمدۃ الرعایۃ	علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی	متوفی ۱۳۰۴ھ
فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن ھمام	متوفی ۸۶۱ھ
تبیین الحقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی	متوفی ۷۴۳ھ
رد المحتار	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
جد الممتار	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
الفتاوی التاتارخانیۃ	علامہ عالم ابن العلاء انصاری دہلوی	متوفی ۷۸۶ھ
غنیۃ المستملی	علامہ ابراھیم بن محمد حلبی	متوفی ۹۵۶ھ
مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
الجوھرۃ النیرۃ	علامہ ابو بکر بن علی حداد	متوفی ۸۰۰ھ
المغنی لابن قدامہ الحنبلی	علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ	متوفی ۶۲۰ھ
روضۃ الطالبین	علامہ یحیٰ بن شرف نووی	متوفی ۶۷۶ھ
مختصر احمد خرقی مع المغنی	ابو القاسم عبد اللہ بن احمد	متوفی ۳۳۴ھ
غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر	سید احمد بن محمد حنفی حموی	متوفی ۱۰۹۸ھ
حاشیۃ الطحطاوی	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	متوفی ۱۲۳۱ھ
تحفۃ المحتاج	علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی	متوفی ۹۷۳ھ
تنبیہ الغافل والوسنان	علامہ سید امین ابن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
الفتاوی العالمگیریۃ	ملا نظام الدین	متوفی ۱۱۶۱ھ
العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۶۷ھ

الفقہ علی المذاہب الاربع	علامہ عبدالرحمٰن الجزیری	
منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
فتاوی فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
فتاوی مصطفویہ	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاوی امجدیہ	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
فتاوی ملک العلماء	علامہ ظفر الدین بہاری	متوفی ۱۳۸۲ھ
فتاوی بحر العلوم	مفتی عبدالمنان اعظمی	متوفی ۱۴۳۴ھ
حبیب الفتاوی	مولانا حبیب اللہ بھاگلپوری	متوفی ۱۳۹۵ھ
انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
فواتح الرحموت	بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین	متوفی ۱۲۲۵ھ
نورالانوار	ملا محمد جونپوری	متوفی ۱۱۳۰ھ
کشف الاسرار شرح المنار		

کتب لغت

لسان العرب	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی	متوفی ۷۱۱ھ
تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی حنفی	متوفی ۱۲۰۵ھ
مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	متوفی ۹۸۶ھ
المنجد		
مصباح اللغات	عبدالحفیظ بلیاوی	
غیاث اللغات	محمد غیاث الدین بن جلال الدین رام پوری	متوفی ۱۲۴۲ھ
فیروز اللغات	الحاج فیروز الدین	
المعجم الوسیط		

کتب فرقہ باطلہ

تقویت الایمان	محمد اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ

صراط مستقیم	اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
رسالہ یکروزی	اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
تحذیر الناس	محمد قاسم نانوتوی	متوفی ۱۲۹۷ھ
براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی	متوفی ۱۳۴۶ھ
حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی	متوفی ۱۳۶۲ھ
الشہاب الثاقب	حسین احمد ٹانڈوی	
جواہر الفرائد	مولوی محمد یوسف تاولوی دیوبندی	

دیگر کتب

کشاف اصطلاح الفنون	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد الحنفی التھانوی	متوفی ۱۱۵۸ھ
الملفوظ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
معارف شارح بخاری		
ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور		
امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں		
روح کلیت		